إن هٰذا لهو القصص الحق

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

کی مشغولات سیر قرآن و حدیث کی روشنی میں

موسوم بہ

انفاسِ قدسیہ

مصنفہ

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری خلیفہ حضرت شیخ الاسلام

ناشر

مدینہ بک ایجنسی بجنور

مطبوعہ مدینہ پریس بجنور

بار اول ایک ہزار ۔ قیمت ۲/۵۰

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ

سوانح قدسیہ شیخ الاسلام

۱۳۷۷ھ

المعروف بہ

انفاسِ قدسیہ

یعنی

قطب عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی خصوصیات

مصنفہ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

شائع کردہ

مدینہ بک ایجنسی بجنور

قیمت دوروپے عہ

بار اول ایک ہزار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اس حقیر تصنیف کو اس ذات قدسی صفات کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو اٹھارہ برس صاحب کتاب وسنت کے زیر نظر رہ کر اس پرفتن دور میں اس حدیث کا مصداق تھی۔

یوشك ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون اعلم من عالم المدینة (او کما قال)

جاروب کش آستانۂ مدنی
عزیز الرحمن غفرلہٗ ہلٹوری
مقیم حال بجنور
۱۵ ر شعبان ۱۳۷۶ھ

ملنے کا پتہ

(۱) مدینہ بک ایجنسی بجنور (یو.پی)

(۲) مدنی دارالتالیف بجنور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ اوّل

حامداً و مصلیاً:-

بزرگو! اور دوستو! میں نہ کوئی ادیب ہوں اور نہ مصنف، نہ قادر الکلام ہوں اور نہ صحیفہ نگار، بلکہ میں میدانِ صحافت کا وہ مبتدی ہوں کہ جس کی ہر بات بے ڈھنگی اور بے ربط ہے، لہٰذا میری اس ناچیز تالیف کو ادبی نقطۂ نگاہ سے نہ دیکھا جائے۔ اسی طرح سے میں نہ کوئی بلند پایہ عالم ہوں اور نہ محقق۔ میرا علم محدود ہے اور جہل لامتناہی... اسی طرح سے نہ صوفی ہوں نہ متقی میرے اعمالِ حسنہ پر اعمالِ سیّئہ غالب ہیں ہاں اتنا ضرور ہے ؎

احب الصّالحین ولستُ منهم

صالحین اور نیکوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ ان میں سے نہیں ہوں۔

لعلّ الله یرزقنی صلاحًا

شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق صلاح و نیکی عنایت فرما دے۔

ولبیس ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

انفاس قدسیہ کی پریشان سطریں اور بے ربط جملے بارگاہ شیخ کی عقیدت و محبت ریزہ ریزہ وہ گل پریشان ہیں کہ جن کو رشتہ حزن و ملال میں غیر مرتب طور پر گوندھ دیا ہے یا وہ آنسو ہیں جو فراق شیخ میں رات کی تاریکیوں میں انفاس قدسیہ کے مسودات پر جاذب ہو گئے ہیں ؎

آج تو قاسم و امداد سب ہی مرتے ہیں
اس کا کیا ذکر کہ برباد ہوئے تم یا ہم

جب اس دن کا تصور کرتا ہوں کہ جس دن چراغ محمدؐ اپنی پون صدی کی ضیاء پاشیوں کے بعد عالم اسلام ہی کو نہیں بلکہ عالم انسانیت کو تاریک اور بے نور بنا گیا تھا۔ کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس مرشد کامل اور رہنمائے اعظم کے لئے اگر تمام عقیدت مندوں کے جسم کا رواں رواں زبان ہو جائے اور منقبت و مدح سرائی کرنے لگے تو شاید عقیدتمندوں کی پیاس اس وقت بھی نہ بجھ سکے گی، حالانکہ وہ ذات قدسی صفات کہ جس کو شیخ الاسلام والمسلمین، قطب عالم اور قطب آخر الزماں کے خطابات سے یاد کیا جاتا ہے، ہماری تعریف اور مدح سے بالاتر ہے اس لئے کہ ہم اس کو عمل کے مقابلہ میں ذرہ اور رائی سے بھی نیچے ہیں، اس لئے ہماری منقبت اور مدح بھی اسی درجہ کی ہوگی، ہاں ان ہی جیسے مرتبے کا آدمی ان کے مرتبے کا تعارف کرائے تو بجا ہے۔ بقول شخصے۔

"ہاتھی کا بوجھ ہاتھی ہی اٹھا سکتا ہے"

بہر حال اپنے دل کا حزن و ملال کم کرنیکی خاطر ۱۷ ردسمبر ۱۹۵۸ء کو انفاس قدسیہ "حضرت شیخ الاسلامؒ کی چند خصوصیات کے عنوان سے ایک مسلسل مضمون قسط وار اخبار مدینہ بجنور میں شائع کرانا شروع کیا جس کی پہلی قسط الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں بھی شائع ہو چکی ہے، تصنیف و تالیف کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔ اس لئے کہ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ چند قسطیں کتابی صورت اختیار کر سکتی ہیں۔ اس لئے کہ ایک گمنام کی چند شکستہ سطروں کو، کون طبع کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام ہے کہ اس نے رویا رصالحہ اور مبشرات کے ذریعہ قلب ضعیف کو تقویت عنایت فرمائی اور ساتھ ہی ظاہری اسباب بھی مہیا فرما دیئے چنانچہ محترم جناب سعید اختر صاحب ایم اے مدیر مدینہ نے انفاس قدسیہ کی طباعت کی تحریک اور زوردار تحریک شروع کی۔ جس کے نتیجہ میں یہ مختصر اور ناچیز رسالہ موجود ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل!
نسیم صبح تیری مہربانی

انفاس قدسیہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت تو قارئین کرام کو پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو گی، لہٰذا اس سلسلہ میں میرا کچھ عرض کرنا قبل از وقت ہے البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی سیرت کے مختلف گوشوں کو کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس میں کس حد تک کامیاب ہوں، جہاں تک واقعات اور حالات کا تعلق ہے ان کو حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب نے اپنے رسالہ "حیات

شیخ الاسلامؒ میں جمع کر دیا ہے، یقیناً یہ رسالہ حضرتؒ کے سوانح اور سیرت نگاروں کے لئے مقدار کی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح سے نقشِ حیات حضرتؒ کے اس ارشاد کے باوجود۔

"اگر میرا کچھ حال ہوتا تو بیان کرتا"

نقشِ حیات ہی ہے۔ یقیناً اگر یہ کتاب مسلمانوں کے پاس نہ ہوتی تو شاید آج وہ جنگِ آزادی میں مسلمانوں کے موقف اور نظریہ کو اس وضاحت سے بیان نہ کر سکتے، کہ جس وضاحت سے نقشِ حیات میں بیان کر دیا ہے، لیکن میرے خیال میں دونوں کتابوں میں حضرتؒ کی سیاسی حیاتِ طیبہ کا گوشہ زیادہ نمایاں طور پر موجود ہے، بہ نسبت دوسرے گوشہ ہائے زندگی کے۔

بنا بریں اس نالائق نے اس رسالہ کو ترتیب دیا ہے۔

شاید قارئین کرام کو شکایت ہو کہ اس رسالہ میں۔ میں نے عقیدت سے زیادہ کام لیا ہے، سو خادم کے پاس مخدوم کے حق میں اس کے سوا کچھ نہیں، ہاں عقیدت کے اس میدان میں حقیقت ۸۰، ۹۰ فیصدی سے زائد موجود ہے۔ الفاظ عقیدت مندانہ ہیں لیکن حقیقت کے حامل ہیں۔

یہ رسالہ تاریخی، سیاسی اور فلسفی نقطہ نظر سے ہٹ کر تبلیغی نقطہ نظر کے ماتحت مرتب کیا ہے، اگر اہلِ تاریخ و سیاست و فلسفہ کو اس سے کچھ فائدہ پہنچ جائے۔ تو اس میں میرے قصد اور ارادے کو دخل نہیں ہے۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کے مقامات عالیہ تصوف اور کرامات وغیرہ کو اس طرح پیش کرنے کی ہے کہ جس سے عمل کرنے والوں

کو تصوف دشوار نہ معلوم ہوگا

بہر حال یہ مختصر رسالہ جیسا بھی ہے حاضر ہے لہٰذا جو صاحب بھی اس میں کسی قسم کی غلطی اور کوتاہی پائیں. عفو و کرم سے کام لیتے ہوئے عیب پوشی فرمائیں اور بندہ حقیر کو اپنے گرانقدر مشورہ سے مطلع فرمائیں تاکہ طبع ثانی میں ان خامیوں کو دور کر دیا جائے۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست

اور اگر اس رسالہ حقیر سے فائدہ محسوس کریں تو بندہ حقیر کو دعائے خیر اور حضرت شیخ کو ایصال ثواب اور دعائے ترقی مراتب سے فراموش نہ فرمائیں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس حقیر خدمت کو قبول فرماتے ہوئے تمام مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہونچائے اور ہم سب کو صاحب سیرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

راقم الحروف العبد الضعیف

عزیز الرحمٰن عفزلہٗ نہٹوری مقیم حال بجنور یوپی

۱۵ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ

مطابق

۷ مارچ ۱۹۵۸ء یوم جمعہ

کل صفحات

مع

فہرست

(۵)

انفاس قدسیہ

دس ورق

۲۵۶

فہرست عنوانات انفاس قدسیہ

عالمِ مدینہ

۱۲۹۶ھ (پیدایش)

طلبگارِ حق کو شبِ تار میں، چراغِ محمدؐ ملا جا بجا

۱۳۷۷ھ (وصال)

(محبوب خاں بجنور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

یوشك ان یضرب النّاس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون اعلم من عالم المدینۃ۔ الحدیث (رواہ مالك والترمذی)

عنقریب لوگ دور دراز سے سفر کرکے علم حاصل کرنے کے لئے آئینگے پس وہ کسی عالم کو عالم مدینہ سے بڑھ کر نہ پائیں گے۔

لٹی ہے ایسی بہارِ گلشن کہ کوئی غنچہ نہ کھل سکے گا
ہزارہا باغباں تو ہونگے حسین احمدؒ نہ مل سکے گا

ہزاروں علما و فضلا اور اولیاء اللہ پیدا ہونگے مگر سیدی و مرشدی و مولائی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ جیسی خصوصیات کے مالک شاید نہ پیدا ہوسکیں۔

خصوصیت نسبی مذہب اسلام میں شرافت و بزرگی کا انحصار نسب پر نہیں بلکہ حسب الارشاد باری تعالےٰ:۔

اکرمکم عند اللہ — اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف
اتقکم۔ — وہی ہیں جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہیں۔

زہد و تقویٰ، طہارت و انابت الی اللہ تمام شرافتوں پر فوقیت رکھتی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا ینظر اللہ الی صورکم و اموالکم — اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں اور مالوں کو نہیں
ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم — دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے

حضرت شیخ الاسلامؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے ؎

نہ گوری کو دیکھو نہ کالی کو دیکھو — پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

لیکن طہارت نفس اور اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ شرافت نسبی بھی حاصل ہو تو نور علیٰ نور۔ بس الحمدللہ کہ حضرت شیخ الاسلام حسینی سید ہیں۔ والد صاحب سید حبیب اللہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے ارشد الخلفاء اور ایک باخدا و پاکباز بزرگ ہیں والدہ محترمہ بھی ایک ذاکرہ شاغلہ اور خدارسیدہ خاتون ہیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے شرافت نسبی کے سلسلہ میں والد صاحب مرحوم کا ایک خواب نقش حیات میں نقل کیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

والد صاحب مرحوم فرماتے تھے میں نے اوائل عمر میں ایک خواب دیکھا تھا کہ حضرت فاطمہؓ ایک بڑے تالاب کے کنارے بڑے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی چرخہ کات رہی ہیں اور میں اپنے آپ کو بچہ پاتا ہوں اور تالاب کے دوسرے کنارے پر ہوں میں نے دیکھا کہ میں دریا میں تیرتا ہوا ان کی طرف اس طرح جا رہا ہوں کہ جیسے بچہ اپنی ماں کے پاس جاتا ہے۔ میں خواب ہی

میں ان کو ماں سمجھ رہا ہوں اور وہاں پہنچ گیا ہوں۔

ہجرت کرنے کے بعد انھوں نے مدینہ منورہ میں اس کو ذکر کیا اور فرمایا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مطلب تھا میں نے عرض کیا مطلب تو ظاہر ہے آپ سمندر کے دوسرے کنارے پر رہتے تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حضرت فاطمہؓ کے پاس پہنچ گئے۔ نسبی سلسلہ میں وہ ماں ہیں ہی نیز ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھکو نسب نامہ کی تلاش تھی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسینؓ گھوڑے پر سوار جہاد کو جارہے ہیں اور میں ان کے پاس کھڑا ہوا ہوں تو مجھ کو فرمایا کہ تو میری اولاد میں سے ہے، نقشِ حیات ص $\frac{109}{107}$

اسمی خصوصیات | اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیراً کے پیارے لقب کے ساتھ یاد فرمایا ہے حسن اتفاق سے حضرت شیخ الاسلامؒ کا تاریخی نام بھی چراغ محمدؐ ہے (۱۲۹۶ھ)

آپ کا اصلی نام حسین احمدؒ اور بڑے بھائی کا نام محمد صدیقؒ اور دوسرے بھائی کا نام سید احمدؒ ایک بھائی کا نام جمیل احمدؒ اور ایک بھائی کا نام سید محمود احمد مدظلہٗ ہے ان تمام اسمار کو پیش نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

من ولد له ثلثة فلم يسم احدهم محمدًا فقد جهل (الحديث)	جس کے تین لڑکے پیدا ہوئے اور ان میں سے کسی کا نام محمدؐ نہیں رکھا جہالت کی
عن علیؓ قال لما ولد الحسن سماه حمزة فلما ولد الحسين سماه جعفر قال فدعانی رسول	حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسنؓ پیدا ہوئے تو ان کا نام حمزہ رکھا اور جب حسینؓ پیدا ہوئے تو ان کا نام جعفر رکھا فرماتے ہیں چنانچہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی	مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا کہ
امرت ان اغیر اسماء ابنی ھذین	مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے ان دونوں بیٹوں
فقلت اللہ ورسولہ اعلم	کا نام بدل دوں میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا
فسماہ حسناً وحسیناً رواہ	رسول زیادہ جانتا ہے پس آپؐ نے ان دونوں
احمد وموصلی والبزار والکبیر۔	کا نام حسن اور حسین رکھا۔

حسن اتفاق سے حضرت شیخ الاسلامؒ کے دونوں ناموں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ اسماء، محمدؐ حسین۔ احمد موجود ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثنائی الرسول بنانے کے لیے شروع ہی سے منتخب فرما لیا تھا۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

طالب علمی کی خصوصیات

یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ آپ کی اردو کی تعلیم پدر بزرگوار (حبیب عجمی ثانی) کے سامنے ہوئی اور شفیق باپ نے علم کے ساتھ ساتھ روحانی ادب بھی سکھایا کہ جس کی وجہ سے جب آپ ۱۳ سال کی عمر (۱۳۰۹ھ) میں دیوبند پہونچے تو اساتذہ کا حد درجہ احترام اور ان کی خدمت کرتے تھے چنانچہ نقشِ حیات میں تحریر فرماتے ہیں۔

اور چونکہ میں حساب اور تحریر وغیرہ سے بخوبی واقف تھا خط بھی فی الجملہ اچھا تھا اس لئے اساتذہ کے یہاں خانگی خطوط اور خانگی حسابات کی خدمت اور گھروں میں جانا اور پردہ کا نہ کیا جانا وغیرہ کا سلسلہ کئی برس تک جاری رہا۔ بالخصوص حضرت شیخ الاسلامؒ کی اہلیہ محترمہؒ بہت زیادہ شفقت فرماتی تھیں بستورائی منشی مشہور ہو گیا تھا۔ نقش حیات ص ۴۳ ج ۱

چنانچہ اس خداداد جذبہ خدمت اور انشتغال بالعلم نے آپ کو اساتذہ کا منظور نظر بنا دیا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے باوجودیکہ اوپر کی بڑی کتابوں کا درس دیتے تھے۔ اس فرزند ارجمند کو ہونہار اور سعادت مند دیکھتے ہوئے خارج اوقات میں ابتدائی کتابیں بھی خود ہی پڑھائیں۔ ان تمام توجہات اور شفقتوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ آپ دارالعلوم کے امتحان سالانہ میں اوّل نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے۔

عالمانہ خصوصیات

جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے تو حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اپنے بھائی کے ہمراہ گنگوہ شریف بھیج کر حضرت مولانا رشید احمدؒ صاحب گنگوہی سے بیعت کرا دیا وہاں سے فارغ ہو کر آپ دیوبند ہوتے ہوئے مدینہ منوّرہ کے لئے اپنے والد محترم کے ہمراہ روانہ ہونے والے تھے۔ تو دیوبند اسٹیشن پر آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب کو رخصت کرنے کے لئے دارالعلوم کے طلبا کے ایک بڑے ہجوم کے ساتھ اسٹیشن تک پیدل حضرت شیخ الہندؒ بھی تشریف لائے اور راستے بھر پند و نصائح فرماتے رہے۔ ارشاد فرمایا کہ دیکھنا پڑھانا نہ چھوڑنا چاہے دو تین ہی طالبعلم کیوں نہ ہوں۔ اس پُر کیف اور محبت آمیز منظر کو مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں ملاحظ فرمایئے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یمن کا عامل بنا کر بھیج رہے ہیں رخصت کے لئے مدینہ منوّرہ سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ حضرت معاذؓ سوار ہیں اور سرکار دو عالم پیدل تشریف لے چل رہے ہیں اور نصیحت فرما رہے ہیں۔ اے معاذ یہ کرنا اے معاذ وہ کرنا۔

(ان حضرات کا اتباع سنت اور فنا فی الرسول ہونا تو ملاحظ فرمایئے)

اکابرین اور بزرگوں اور اساتذہ کی توجہات اور دعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ جب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے تو حالتِ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ چنانچہ نقشِ حیات میں تحریر فرماتے ہیں۔

مکہ معظمہ سے روانہ ہونے کے بعد چوتھے روز جبکہ قیضمہ سے رابغ کو قافلہ جا رہا تھا رات میں اونٹ پر سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں۔ میں قدموں پر گر گیا۔ آپ نے میرا سر اٹھا کر فرمایا کہ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جو کتابیں میں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کے سمجھنے کی قوت پیدا ہو جائے۔ نقشِ حیات (ص ۹۰/۱۰۷)

نقشِ حیات کی خواب ۵ میں بیان فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزیں مجھے عنایت فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک علم ہے۔ ان خوابوں کو مندرجہ ذیل حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی	جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

اندازہ لگایئے۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود علم عنایت فرمایا ہو اس کے علم کا کیا ٹھکانا ہے چنانچہ ۱۸ سال تک حرم نبوی میں صاحبِ کتاب وسنت کی زیرِ نظر رہ کر علم کے وہ دریا بہائے کہ جس کی وجہ سے پرانے حلقہ ہائے درس ٹوٹنے لگے معاصرین کو رشک ہونے لگا۔ چہار دانگ عالم میں آپکے علم کا شہرہ ہو گیا اور آپ عرب

ہی نہیں بلکہ عجم میں بھی شیخ الحرم نبوی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ نقش حیات میں رقم ہے

علوم میں جدوجہد کرنے والے طلبار کا ہجوم اسقدر ہوا کہ اور علماء و مدرسین
کے حلقہ ہائے درس میں اس کی مثال نہیں تھی، عوام کے اجتماع سے بعض
بعض حلقے بڑے بڑے ہوتے تھے مگر پڑھنے والے اور جدوجہد علمی کرنے والے
اوروں کے یہاں کم تھے اور میرے یہاں حال برعکس تھا۔ عوام کو اس قدر
سے دلچسپی نہ ہوتی تھی کہ علمی ابحاث ان کی سمجھ میں آنی دشوار ہوتی تھیں
بعض بعض علماء ایسے بھی تھے کہ ان کے یہاں پہلے پہل رجوع بہت زیادہ
تھی مگر بعد میں کم ہو گئی اور ان کے یہاں کے طلبا بھی میرے یہاں آنے لگے
یہ سب برکتیں ان ذوات مقدسہ کی تھیں جن کی جوتیاں اٹھانے کا شرف
بہ عنایت ایزدی حاصل ہوا تھا الخ نقش حیات صد ۱۰۷

اس خداداد شہرت اور قابلیت کی بنا پر آپکے مخالفین بھی آپکی علمی لیاقت کے معترف تھے چنانچہ مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی باوجود اختلاف نظریہ کے تذکرۃ الرشید میں آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

دستار خلافت امام ربانی قدس سرہٗ کی قولی و فعلی خلافت کے مجموعہ کے شامل
میں آپکے خلفا کے اندر صرف یہی دو حضرات (مولانا محمد صدیق صاحب) اور
(حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب) پیش کئے جا سکتے ہیں جن کے
کمالات علمیہ و علیہ اسی سے ظاہر ہیں کہ مدنی مہاجر اور بطحائی پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں۔

مولانا حسین احمد صاحبؒ کا درس بحمداللہ حرم نبوی میں بہت عروج

پر ہے اور عزت و جاہ بھی حق تعالیٰ نے وہ عطا فرمایا ہے کہ ہندی علما کو کیا معنی یمنی اور شامی بلکہ مدنی علما کو بھی وہ بات حاصل نہیں ہے۔

آپ سرتاپا خلق۔ مہمان نواز، غیور، باحیا اور بعض ان صفات حمیدہ سے متصف ہیں جن پر دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔ تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۰۹ ج ۲۰

دارالعلوم کی صدر نشینی

دُنیا کے تمام علمی مراکز میں سے دارالعلوم دیوبند ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی صدر نشینی کے لئے منجانب اللہ علم وعمل کے شمس و قمر منتخب ہوتے رہے کہ جن کی علمی و روحانی ضیاء پاشیوں نے اطراف عالم کو منور کیا چنانچہ سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جو اپنے زمانے میں جبل العلم اور قطب العالم تھے منتخب ہوئے۔ ان کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ جن کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے ان کے بعد حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری منتخب ہوئے۔ ان کے بعد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کو اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کی صدارت کے لئے منتخب کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

> آپ کی مرکزی شخصیت اس وقت دارالعلوم کے جس عہدہ پر قائم ہے وہ روایتی طور پر محض مدرسی یا صدر مدرسی کا عہدہ نہیں بلکہ ہمیشہ ایک عمومی مقتدایت کا عہدہ رہا ہے جس کی طرف رجوع عام ہوتا ہے اور جس کے لئے منجانب اللہ ہمیشہ ایسی ہی ممتاز شخصیتیں منتخب ہوتی رہی ہیں۔ امتیاز ہمیشہ مناسب وقت فضائل و کمالات کے معیار سے رہتا آیا ہے۔ الخ ص ۵۴ ج ۱

چنانچہ مدینہ منورہ اور دارالعلوم دیوبند کے قیام کے زمانہ میں رجوع عام کا یہ حال تھا کہ آپؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی کے مصداق بن گئے تھے

یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون اعلم من عالم المدینۃ

عنقریب لوگ دور دراز سے سفر کر کے علم حاصل کرنے کے لئے آئیں گے پس وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے۔

مذکورہ حدیث کا مصداق حضرت عبدالرزاق اور سفیان ابن مہدی امام مالکؒ کو بتلاتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا قول بسر و چشم۔ حضرت شیخ الاسلامؒ بھی اس حدیث کا مصداق ہیں اور یہ حقیقت ہے محض عقیدت نہیں۔ انشاء اللہ اگر توفیق ایزدی شامل حال رہی تو حضرت شیخ الاسلامؒ کی تقریرات درس کو عربی زبان میں منتقل کرتے ہوئے فن حدیث کی روشنی میں اس حدیث پر کلام کروں گا۔

ویذکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ مر یوماً فی السوق علی المشتغلین بتجاراتھم فقال انتم ھھنا و میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم فی المسجد فقاموا سراعاً فلم یجدوا فیہ الا القرآن او الذکر او مجالس العلم فقال این ما قلت یا ابا ھریرۃ رضی فقال ھذا میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم بین ورثتہ ولیس مواریثہ دنیاکم

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ وہ ایک دن بازار میں تاجروں کے قریب ہو کر گذرے جو اپنے کاروبار میں مشغول تھے اور فرمایا کہ تم یہاں ہو اور مسجد میں حضور صلعم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے چنانچہ سب دوڑے ہوئے گئے اور مسجد میں سوائے قرآن یا ذکر اور مجالس علم کے کچھ نہ پایا تو کہا اے ابوہریرہؓ جس چیز کو تم نے کہا تھا وہ کہاں ہے۔ تب ابوہریرہؓ نے فرمایا یہی تو حضورؐ کی میراث ہے جو ان کے وارثوں کے درمیان تقسیم ہو رہی ہے۔ حضورؐ کی میراث تمہاری دُنیا نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ الاسلام مسجد نبوی اور دارالعلوم دیوبند میں علم وعرفان کی بارش برساتے رہے اطراف واکناف عالم سے علوم وعرفان کے پیاسے آتے تھے اور مدنی سمندر سے سیراب ہو کر جاتے تھے۔

بہرحال حضرتؒ کا تبحر علمی کسی شہادت کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کی قابلیت اور کمال علمی کالشمس فی نصف النہار کا صحیح مصداق ہے۔ علاوہ درس نظامی کے وہ کتابیں برسوں حرم نبویؐ میں آپ نے پڑھائی ہیں جن کا نام بھی بہت سے علماء نہیں جانتے۔ ہر فن کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کتاب آپ کو بخوبی یاد تھی چنانچہ ایک طالب علم کے سوال کا جواب دیتے ہوئے حوالہ میں میزان الصرف کی مندرجہ ذیل عبارت پڑھ کر سنادی۔

"بداں۔ اسعدک اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ جملہ افعالی متصرفہ واسماء متمکنہ از روئے ترکیب حروف اصلی بر دو گونہ است"

علماء جانتے ہیں کہ ایک عالم اور مدرس اعلیٰ کے لئے اتنی چھوٹی کتاب کی عبارت حرف بحرف یاد رکھنا کتنا مشکل کام ہے۔ حدیث۔ تفسیر۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ اسماء الرجال۔ صرف ونحو۔ معانی وبیان۔ منطق وفلسفہ اور ہیئت میں آپ کو مہارت تامہ ہی نہیں بلکہ تمام علوم مروجہ قدیمہ وجدیدہ میں آپ اپنی مستقل رائے رکھتے تھے نیز تاریخ دانی میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔

خصوصیات درس

جس طرح ہمارے حضرتؒ اپنے کمال علم وفضل میں مثیل وعدیل نہیں رکھتے تھے اسی طرح آپ اپنے حلقہ درس کی خصوصیات کے خاتم ہیں اور شاید صدیوں ان اوصاف کا حامل حلقہ درس کو میسر نہ آسکے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے؛ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مسند درس پر سینکڑوں طلبا کے بیچ ... آپ ایسے معلوم ہوتے تھے گویا شفیق باپ ہیں. حلقہ میں غبی سے غبی اور ذکی سے ذکی طالب علم موجود ہوتا تھا لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ طلبا کے بے جا اور بے جا سوالات سے آپ کو تکدر ہوا ہو. ایسا بھی ہوتا رہتا تھا کہ آپ نے کسی مسئلہ پر دو تین گھنٹے تقریر فرمائی اور حلقۂ درس میں سے کسی نے عرض کر دیا. کہ میری سمجھ میں نہیں آیا یا میں موجود نہیں تھا تو بلا کسی ناگواری کے پھر اسی تقریر کو اسی انداز سے مکرر سہ مکرر دہرا دیتے تھے۔

آپ کا سلسلۂ درس دو دو تین تین گھنٹے مسلسل رہتا اور سالانہ امتحان کے زمانے میں تو نماز فجر سے لے کر رات کے بارہ بجے تک رہتا تھا، درمیان میں تھوڑی دیر کے لئے ضروریات کے لئے وقفہ ہوتا تھا. باوجود اس کے طلبار کا یہ حال ہوتا کہ اکتاتے نہیں تھے۔ دوران سبق میں ایسا علمی مزاح فرماتے کہ تمام طلبار فرحت و انبساط سے پھر تازہ دم ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ایک طالبعلم نے عرض کیا کہ حضرت مکہ معظمہ کی کھجوریں عنایت فرما دیجئے۔ حضرت نے فوراً ارشاد فرمایا "کیا مکہ معظمہ میں کھجوریں پیدا ہوتی ہیں اور قرآن شریف کی یہ آیت تلاوت فرمائی.

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم (الآیۃ) — اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو ایک بنجر وادی میں تیرے محترم گھر کے قریب آباد کرتا ہوں۔

صاحب علم حضرات جانتے ہیں کہ حضرت نے اس جواب میں کیا علمی نکتہ بیان فرمایا ہے۔ حدیث نبوی سے آپ کو بہت شغف تھا پہلے بخاری اور ترمذی دونوں کتابیں پڑھاتے تھے. آخر میں (تا لیا سنہ ھ) سے بوجہ ضعف کے شوریٰ نے صرف بخاری شریف ہی آپ کے لئے تجویز فرمائی ہر دو کتاب اپنی خصوصیات کی وجہ سے جن اوصاف کے حامل ہیں. علمائن

سے بخوبی واقف ہیں ان دونوں کتابوں کا پڑھانا کسی معمولی عالم کا کام نہیں۔

روزانہ درس شروع کرنے سے پیشتر یہ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین اما بعد :۔ فان اصدق الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وبالسند المتصل الی الامام الحافظ الحجۃ امیر المؤمنین فی الحدیث ابی عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل ابن المغیرۃ البردزبۃ الجعفی البخاری رحمہم اللہ تعالیٰ ونفعنا بعلومہ :۔ آمین انہ قال۔

تمام انبیا کے نام کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم اور بزرگوں کے نام کے ساتھ رحمہم اللہ لگاتے تھے۔ مجال نہیں تھی کہ کوئی بھی طالبعلم اس قاعدہ کے خلاف پڑھتا۔ فوراً آپ متنبہ فرماتے۔ بخاری شریف کے رات کے درس میں خود ہی قرآت فرماتے اور ساتھ ساتھ تقریر بھی فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ محدثین سے منقول ہے کہ یا تو تلمیذ پڑھتا اور استاذ سنتا یا استاذ قرآت کرتا اور تلامذہ سنتے تھے اسی وجہ سے میں بھی پڑھتا ہوں اور تم لوگوں سے بھی پڑھواتا ہوں۔

درس حدیث کے وقت روایت اور درایت دونوں طرح پورا بیان فرماتے تھے متن حدیث یا سند حدیث میں اگر کہیں کمزوری۔ ضعف یا اضطراب ہوتا تو اس کو معہ حوالہ بیان فرماتے اور اپنی رائے بھی ظاہر فرما دیتے تھے۔ اکثر دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ حدیث کے رواۃ کے بارے میں کلام کرتے وقت رواۃ سے متعلق مشہور واقعات کو بھی بیان فرماتے

تھے. مثلاً جامع ترمذی کے باب ما یقول اذا دخل الخلاء میں مصنف کے کلام فی اسنادہٖ اضطراب پر تقریر فرماتے ہوئے قتادہ (جو مذکورہ باب کی حدیث کے رواۃ میں سے ہیں) کے بارے میں بیان فرمایا کہ قتادہ تابعی ہیں حضرت انس رضی کے شاگرد ہیں. ۶۱ھ میں پیدا ہوئے ان کا حافظہ بڑے غضب کا تھا. علم نہایت وسیع تھا. سعید بن مسیب جو بڑے تابعی ہیں. ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تین دن تک برابر حدیث سُنتے رہے اور اعتراضات کرتے رہے. تیسرے روز سعید بن مسیب نے فرمایا اے اندھے نکل جا! تو نے تو مجھے خشک کر دیا. کیا وہ احادیث جو تو نے مجھ سے سنی ہیں سنا سکتا ہے؟ قتادہ نے تینوں دن کی حدیثیں سُنا دیں. تب سعید بن مسیب نے فرمایا کہ میں نے تجھ جیسے حافظہ کا آدمی نہیں دیکھا۔

غرضکہ ہمارے حضرت حدیث پر ہر نوعیت سے کلام کرتے تھے. حدیث قلتین پر ۵ اشکالات شافعیہ پر قایم کر دیئے اور ہر اشکال کو مدلل بیان کیا اور حنفی مسلک کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے واضح طور سے بیان فرمایا کہ عقل دنگ رہ گئی. عموماً ایسا ہوتا تھا کہ مخالف مسالک کے مستدل کو اپنے مسلک کا مستدل بنا دیتے تھے. غرضکہ ہر فن میں آپ نے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دُنیا تک باقی رہیں گے۔

پتہ دیتی ہے شوخی نقش پا کی
کوئی اس راہ سے ہو کر گیا ہے

....

علمی تصانیف افسوس ہے کہ حدیث یا تفسیر یا فقہ میں عربی زبان میں آپ نے کوئی یادگار نہیں چھوڑی اور اس کی وجہ جہادِ حریت کی شرکت اور

طول طویل اسفار ہیں۔ لیکن ہزاروں شاگرد ایسے چھوڑے جو محمد اللہ۔ بخاری و ترمذی کی شرح عربی زبان میں لکھ سکتے ہیں باوجود اتنی مشغولیتوں کے زبان اردو میں متعدد تصانیف ہیں جو نہایت اعلیٰ معیار کی ہیں۔

نقش حیات:۔ یہ آپ کی خود نوشت سوانح حیات ہے جس میں آپ نے تاریخ ہند کے پس منظر میں علماء حق کے سیاسی موقف کو نہایت شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے اس لئے اگر ہم اس عظیم کتاب کو ہندوستان کے حریت پسند مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کا منشور کہیں تو بے جا نہ ہوگا ساتھ ہی ساتھ اس میں سالکین کے لئے سلوک کا سرمایا بھی جمع کر دیا گیا ہے۔

مکتوبات:۔ دراصل ان مکتوبات کو قرآن کی تفسیر اور حدیث اور فقہ کی شرح کہا جائے تو مناسب ہے یہ مجموعہ تین ضخیم جلدوں میں پھیلا ہوا ہے۔

یہ وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے حالت سفر و حضر میں بلا کسی کتاب کی امداد کے اپنی قوت حافظہ سے تحریر فرمائے اور بے شمار سیاست اور سلوک کے مسائل کو حل کر دیا ہے۔

سلاسل طیبہ:۔ اس کتاب میں آپ نے خاندان اربعہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ نقشبندیہ، قادریہ وغیرہ کو بصورت نظم (اردو و فارسی) و نثر (عربی) جمع کیا ہے اور دیگر پند و نصائح اور ابتدائی سلوک کی باتیں تحریر فرمائی ہیں

ایمان و عمل، ابو المودودی کے دستور کی حقیقت:۔ ہر دو کتاب رد مودودیت پر بلیغانہ تصانیف ہیں۔ جن میں جماعت مودودی کا باطل ہونا قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ الشہاب الثاقب۔ متحدہ قومیت۔ معمولی مسرت ہمسر شیخ کا پرا سرار معمہ لہذا اس کا حل تعلیمی سند۔ اسیر مالٹا وغیرہ سیاسی اور مذہبی

کر آپ کی یاد گار ہیں۔

کارِ مشائخ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت ملک عرب کی عجیب وغریب حالت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا صدمہ جانکاہ ایسا تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اعلان کردیا تھا کہ اگر کسی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہا کہ وہ مرگئے ہیں تو اسکی گردن اڑا دوں گا۔ ساتھ ہی ساتھ قبائل عرب مرتد ہونے لگے تھے اور دشمن ممالک نے مدینہ منورہ کی طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھنا شروع کردیا تھا۔ چنانچہ بیہقی اور ابن عساکر حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قسم ہے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی۔ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا۔ اسی طرح آپ نے تین مرتبہ کہا۔ لوگوں نے کہا اے ابوہریرہؓ ایسا کیوں کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کو لشکر دیکر شام کی طرف روانہ کیا تھا ابھی اسامہؓ نے ذی خشب میں ہی پڑاؤ کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اور حوالی مدینہ کے عرب مرتد ہوگئے۔ صحابہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلا لیجئے۔ ممکن ہے کہ یہاں ضرورت لاحق ہو۔ ہر ایک نے مختلف رائے دی، آخر میں آپ نے فرمایا قسم ہے وحدہٗ لاشریک کی اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے پاؤں کتے گھسیٹیں۔ تو جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ ہرگز نہ لوٹاؤں گا اور جس جھنڈے کو خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے اس کو کبھی نہ کھولوں گا۔ پس آپ نے اسامہؓ کو بھیج دیا۔ حضرت اسامہؓ راستے میں جس قبیلے پر ہو کر گذرتے تھے اور وہ قبیلہ ارتداد کا ارادہ رکھتا تھا تو اس قبیلے کو دہشت ہو جاتی تھی اور وہ قبیلہ آپس میں کہتا تھا

کہ اگر ان میں طاقت نہ ہوتی تو ایسے وقت میں دوسروں پر کبھی لشکر کشی نہ کرتے جب یہ لشکر سلطنت روم کی حدود میں پہونچا تو طرفین کا مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کا لشکر فتح حاصل کرکے سالم وغانم واپس ہوا (تاریخ الخلفاء)

ایک طرف قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے کا بالکل انکار کر دیا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔

فلما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارتدت العرب وقالوا لا نؤدی زکوٰۃ فقال لو منعونی عقالا لجاھدتہم علیہ فقلت یا خلیفۃ رسول اللہ تألف الناس وارفق بہم فقال لی اجبارٌ فی الجاھلیۃ وخوارٌ فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو تمام عرب مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب ہم زکوٰۃ ادا نہ کریں گے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اعلان کر دیا کہ اگر انھوں نے ایک عقال کے دینے سے بھی انکار کر دیا تو میں ان کے ساتھ جہاد کروں گا چنانچہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ آپ لوگوں کی تالیف کیجئے اور ان کے ساتھ نرمی کیجئے تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا۔ اجبارٌ فی الجاھلیۃ وخوارٌ فی الاسلام اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور دین تمام و پورا ہو چکا ہے کیا اب دین میں نقص آجائے گا اور حالانکہ میں زندہ ہوں

چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ کا انتقال ہوا۔ بالکل اسی طرح سے ہندوستان کی حالت تھی۔ ایک طرف حضرت شیخ الہندؒ کی جدائی کا جانکاہ صدمہ دوسری طرف برطانیہ کے دیو استبداد کا ظلم وستم ایک طرف برطانیہ کے ٹوڈیوں نے ملک کی فضا کو مکدر کر دیا تھا۔ اور اپنے پرائے بن گئے تھے۔ ملک میں قحط سالی، بیکاری بے روزگاری تھی۔ عوام و خواص بڑے کرب و اضطراب میں تھے۔ دوسری طرف تحریک خلافت جاری تھی۔

ضرورت تھی کہ شاہ ولی اللہ کے زمانہ کا بلند کیا ہوا علم جہادِ حریت سرنگوں نہ ہو۔ ۔ ۔ ضرورت تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت سید احمد شہیدؒ حضرت اسماعیل شہیدؒ حضرت حافظ ضامن شہید وغیرہ شہداء وطن کے خون کا انتقام لینے کے لئے کوئی جانباز بہادر سرفروش جو تیر کمان ہاتھ میں لے اور میدانِ جہاد میں برطانوی دیو استبداد کو للکارے کہ اے سامراجی درندو! ملک کو خالی کردو ملک کی زمین تمہارے ناپاک عزائم کو برداشت نہ کریگی اور تمہاری کرتوتوں کا تم سے بدلہ لے گی۔

چنانچہ ایسے نازک وقت میں حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ کا سچا جانشین شہداء وطن کی روحوں کی پکار پر لبیک کہنے والا یہی متوالا مردِ مجاہد تھا جس کے فراق میں آج ہمارے سینے شق اور آنکھیں پرنم ہیں۔

اس بے خوف مردِ مجاہد، رشید و محمود کے چہیتے لاڈلے اور سچے جانشین نے بھوکے شیر کی طرح برطانوی دیو پر حملہ کیا اور ملک کو آزاد کرایا۔ چنانچہ نقشِ حیات میں خود ہی اس زمانہ کی حالات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

> چونکہ خلافت اور آزادی کی تحریک زوروں پر چل رہی تھی اطراف وجوانب کلکتہ میں جلسے ہو رہے تھے۔ ان میں بار بار حاضر ہونا پڑتا تھا۔ اس زمانہ میں اندرونِ بنگال بھی دور دراز شہروں میں بڑے بڑے جلسوں میں جانا پڑا جن میں سے مولوی بازار کے مشہور جلسہ کانگریس وخلافت میں بھی جانے پر مجبور کیا گیا۔ اجلاس کانگریس کے صدر مسٹر سی آر داس آنجہانی تھے اور جلسہ خلافت وجمعیۃ کی صدارت مجھ کو انجام دینی پڑی تھی۔ دوسرا جلسہ ضلع رنگپور میں بڑے پیمانہ پر ہوا تھا۔ دونوں کے خطبات چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ اسی

طرح دو مرتبہ ہندوستان یو پی میں بھی آنا پڑا ایک جلسہ سیوہارہ ضلع بجنور کا تھا اس جلسہ جمعیۃ کی صدارت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نائب مہتمم دار العلوم دیوبند نے فرمائی تھی، اور جلسہ خلافت کی خدمت صدارت مجھے انجام دینی پڑی تھی۔ اس موقعہ پر کانگریس کا اجلاس مشترک طور پر ہوا تھا اس کے صدر دہرہ دون کے ایک پنڈت صاحب تھے میرا خطبہ اس وقت بھی شائع ہوا تھا ان جلسوں کے خطبات کے ضروری اقتباسات حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علما ہند نے اپنے رسالہ میں نقل کر دیئے ہیں۔ اسی طرح سہارنپور کے مدرسہ مظاہر العلوم کے سالانہ جلسہ میں بھی کلکتہ سے حاضر ہونا پڑا تھا اس کے بعد کراچی کے مشہور جلسہ میں حاضر ہونا پڑا جس پر کراچی کا تاریخی مقدمہ چلا اور دو سال قید با مشقت کی عزت مجھے اور مولانا محمد علی مرحوم اور شوکت علی مرحوم وغیرہ میرے ساتھیوں کو حاصل ہوئی اور کلکتہ کی ملازمت اس کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ نقش حیات ص ۲۷۳ ج ۲

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ لوگوں پر آزادی وطن کے لئے کس قدر بے چینی تھی۔ لوگ منتظر تھے کہ کوئی ان کی صحیح رہنمائی کرے چنانچہ حضرت شیخ الاسلام رحمہ نے ہندوستان کی صحیح رہنمائی کی اور کانگریس میں داخل ہو کر بڑی عظیم قربانیاں دیں چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں

میں اگرچہ پہلے سے کانگریس میں شامل نہ تھا مگر مالٹا سے واپسی پر کانگریس کا ممبر با قاعدہ بن گیا اور ہمیشہ جد و جہد آزادی میں شریک رہا اور قید و بند کے مصائب بھی اہل ملک کے ساتھ ساتھ جھیلتا رہا۔ بفضلہ تعالیٰ اس میں کامیابی ہوئی اور انگریزوں کی غلامی سے تمام ہندوستان آزاد ہو گیا۔ (نقش حیات ص ۲۷۳ ج ۲)

غرض کہ ہمارے حضرتؒ کی جنگ آزادی کی خدمات کسی سے کم نہیں ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہدیا جائے کہ حضرت کی برابر کسی اور مسلم لیڈر کی خدمات نہیں ہیں۔ تو مبالغہ نہ ہوگا بہرحال جس کام کو آپ کے مشائخ ادھورا چھوڑ گئے تھے اس کو آپ نے پورا کیا جس کے نتیجے میں آج ہندوستان و پاکستان ہی آزاد نہیں بلکہ مصر شام۔ مراکش سوڈان غرضکہ پورا مشرق وسطیٰ اور جزائر انڈونیشیا وغیرہ یا تو آزاد ہیں یا آزاد ہوتے جارہے ہیں۔

چونکہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی سیاسی زندگی بیان کرنا ہمارا مقصود نہیں ہے۔ اس وجہ سے سیاست کے شائقین نقشِ حیات، اسیر مالٹا۔ علماء حق اور حیات شیخ الاسلام کو ملاحظہ فرمائیں۔ سیاست کے موضوع پر اس مختصر کلام کے بعد حضرتؒ کے دوسرے اوصاف وخصوصیات کی طرف عنانِ قلم پھیرتا ہوں۔

خدمتِ مشائخ

مذکورۃ الصدر سطور میں جو کچھ ہم ذکر کر چکے ہیں اگرچہ اس کی نسبت کوہ و رائی کی برابر بھی نہیں ہے تاہم مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ جس ہستی کے متعلق ہم شیخ الاسلام اور قطب آخر الزماں وغیرہ القابات سے اپنی عقیدت اور جذبات کی ترجمانی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ہستی مقدس کے یہ تمام فضائل وکمالات عالیہ منجانب اللہ اکابرین اور مشائخ عظام اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی صحبت کا ثمرہ ہیں۔

یہ کیفیت اسے ملتی ہے جسکے مقدر میں   مئے الفت خُم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

بہرحال آپ کو اوائل عمر ہی سے اولیاء اللہ اور مشائخ کی صحبت اور خدمت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ۱۳۰۹ھ میں آستانہ عالیہ حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن صاحبؒ پر حاضر ہوئے اور مدت مدید تک اپنے استاد شیخ کامل کی وہ خدمت کی کہ آج تک

تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور شاید آئندہ بھی اس کی نظیر نہ دیکھی۔ بقول بعض تلامذہ حضرت شیخ الہندؒ کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے اتنی خدمت کی ہے کہ تمام تلامذہ حضرت شیخ الہندؒ کو میدان حشر میں بڑا دیجی اور اگر آپ کی خدمات اور تمام تلامذہ کی خدمات کا مجموعی طور پر موازنہ کیا جائے تو آپؒ کی خدمات زیادہ ہی نہیں بلکہ ناقابلِ قیاس زیادہ اتریں گی۔

چنانچہ حضرت اُستاذی مولانا محمد جلیل صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے ایک مرتبہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں ایک دفعہ بہت زیادہ مہمان آگئے تھے۔ بیت الخلا صرف ایک ہی تھا، لہٰذا دن بھر کی گندگی سے پر ہو جاتا تھا لیکن مجھے تعجب تھا کہ روزانہ بیت الخلا صبح صادق سے پہلے ہی صاف ہو جاتا تھا اور پانی سے دھلا ہوا پایا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دن تمام رات اس راز کو معلوم کرنے کے لئے بیدار رہا اور اسے جھانکتا رہا۔ جب رات کے دو بجے تو یہی حضرت شیخ الاسلامؒ ٹوکرا لے کر پاخانے میں داخل ہوئے اور پاخانہ بھر کر جنگل کا رُخ کیا فوراً ہی میں نے جا کر راستہ روک لیا تو ارشاد فرمایا دیکھئے کسی سے تذکرہ نہ کیجئے گا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے پاخانہ کی نالی صاف کرنے کے لئے بھنگی کو طلب کیا اتفاق سے بھنگی نہ ملا۔ تب حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے اپنے دست مبارک سے نالی کو صاف کر دیا۔

فی زمانہ اس قسم کی خدمات تو ہم لوگوں کے خیال میں بھی نہیں آسکتیں۔

یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنی جان و مال تمام ساز و سامان اور راحت آرام کو اپنے مشائخ کی خدمت میں صرف کر دیا۔ چنانچہ جس وقت حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کے لئے گرفتار

کئے گئے ہیں تو آپ نے بھی ساتھ دیا اور حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت کی وجہ سے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں اور یہ گوارہ نہ کیا کہ آپ آزاد رہیں اور شفیق استاد جیل کی صعوبتیں برداشت کرے چنانچہ ارشاد فرمایا۔

چونکہ میں مدینہ منورہ سے فقط مولانا (شیخ الہندؒ) کی خدمت کے لئے نکلا ہوں اس لئے مجھ کو خدمت میں رہنا ضروری ہے اگر جدہ سے مولانا ہندوستان تشریف لے گئے تو میرے ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں وہاں مجھ سے اعلیٰ اعلیٰ خدام موجود ہیں اور کسی دوسری جگہ ان کو بھیجا گیا تو میرا ساتھ رہنا ضروری ہے اس لئے جس طرح ممکن ہو مجھ کو مولانا (شیخ الہندؒ) کے پاس بھجوا دیجئے (اسیر مالٹا صہ ۴۱)

جیل خانہ کی تکلیف کوئی معمولی تکلیف نہیں ہوتی ہے جیزہ کے قید خانہ کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی ہے۔

کوٹھری میں ایک طرف کو بالٹی رکھی تھی جس میں وضو، پاخانہ، پیشاب کرنے کا حکم تھا اس بالٹی پر ڈھکنا بھی رہتا تھا کوٹھری کا دروازہ لکڑی کا تھا۔ جس میں کوئی سوراخ نہ تھا۔ کوٹھری میں پشت کی جانب سے ایک روشن دان بہت اونچائی سے تھا جس سے ہوا اور دن کو روشنی آتی تھی۔ صبح کو ایک گھنٹہ اور شام کو ایک گھنٹہ کوٹھری کھول کر ہوا کھلانے کے لئے نکالتے تھے (اسیر مالٹا صہ ۵۰)

غرضکہ اس طرح مالٹا کے موسم سرما کی صعوبتیں برداشت کیں اور حق خدمت ادا کر دیا

تعمیل حکم

ان مختصر اور نہایت مختصر حالات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک استاذ اور استاذ کے حکم کی کتنی بڑی عظمت ہوگی چنانچہ تعمیل حکم میں

بھی آپ نے مثال قائم کردی اور اپنی تمام مصلحتوں کو استاذ کے حکم کی تعمیل میں پامال کردیا. حضرت شیخ الہند کو کلکتہ مدرسہ عالیہ کے لئے ایک مدرس کی ضرورت تھی اور آپ چاہتے تھے کہ کوئی قابل مدرس پہونچ کر وہاں کے حالات سنبھالے. بہت سے خدام حاضر تھے سب سے کہا گیا : سب نے اپنے اعذار بیان کرکے معذرت چاہی. حضرت شیخ الاسلام نقشِ حیات میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ نے کلکتہ کی ضروریات ظاہر فرما کر حکم کیا کہ جو رائے اور عذر ہو ہر ایک لکھ کر دیدے. مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ اور مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے لکھا کہ ہماری مائیں کلکتہ جیسی دور دراز جگہ پر جانے کی اجازت نہیں دیتیں ہیں (حضرت شیخ الاسلامؒ) نے لکھا کہ میں امروہہ میں حضرت ہی کے حکم سے گیا تھا اور حضرت ہی کے حکم سے خدمت میں حاضر رہنے کی غرض سے ملازمت تدریس چھوڑ کر حاضر ہوا ہوں، کلکتہ جانے میں یہ مقصد عظیم فوت ہو جاتا ہے (حضرت شیخ الہندؒ ان ایام میں مریض اور صاحب فراش تھے اسی خدمت کی طرف اشارہ کیا ہے) علاوہ ازیں نہ میں تقریر کا ماہر اور عادی ہوں نہ تحریر کا. نہ مجھ میں ذکاوت ہے نہ حافظہ (منکسر المزاجی ملاحظہ ہو) آئندہ آپ کا جو حکم ہو اس کی امتثال کے لئے حاضر ہوں حضرت شیخ الہندؒ نے ہر ایک کی تحریر پر غور کیا، اور تھوڑی دیر سکوت کرکے فرمایا کہ اپنے ہی کی طرف جھکنا پڑتا ہے (قابل غور فقرہ ہے) تم چلے جاؤ، میری طرف خطاب کرکے فرمایا میں نے عرض کیا بہت اچھا میں حاضر ہوں (نقش حیات ص۲۶۳ ج - ۲)

اس کے بعد آپ ایسے کلکتہ پہنچے کہ پھر اپنے شفیق استاد کا دیدار بھی نہ کرسکے اس لئے کہ

چند دنوں کے بعد ہی حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ہو گیا۔

محبت مشائخ ان واقعات سے بالکل واضح ہے کہ آپ کو اپنے مشائخ سے کس قدر محبت تھی تاہم چند واقعات اور پیش کرتا ہوں تقسیم ہند سے پیشتر رمضان المبارک میں آپ سلہٹ قیام فرماتے تھے، جب وہاں سے رخصت ہوتے تو سینکڑوں فداکار جدائی کے صدمہ کی وجہ سے چیخ مار مار کر رویا کرتے تھے کسی نے حضرتؒ سے دریافت کیا کہ حضور آپ کو ہماری جدائی کا صدمہ بھی ہوتا ہے کہ نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے صدمہ کے سامنے دوسرے صدموں کی کوئی حقیقت نہیں اسی وقت تمام صدموں کے حصہ کا رونا رو چکا ہوں۔

استاذی مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ مدرس دارالعلوم دیوبند مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کے ساتھ گنگوہ شریف کے جلسہ میں جانے کا اتفاق ہوا جب رات کے دو بجے تو میں اس فکر میں تھا کہ دیکھوں حضرت آج رات کو کیا کرتے ہیں چنانچہ آپ اٹھے اور حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ میں دبے قدموں پیچھے ہو لیا مگر ذرا فاصلہ سے کہ معلوم نہ ہو، آپ جب مزار پہنچے تو اتنے اشکبار ہوئے کہ دور سے آپ کے رونے کی آواز سنی جاتی تھی۔ حضرتؒ نے اپنے مشائخ سے تعلق اور محبت کو اس شعر سے ظاہر فرمایا ہے ؎

قبر سے اٹھ کے پکاروں جو رشید و محمود ۔ بوسہ دیں لب کو مرے مالک و رضواں دونوں

(اسیر مالٹا)

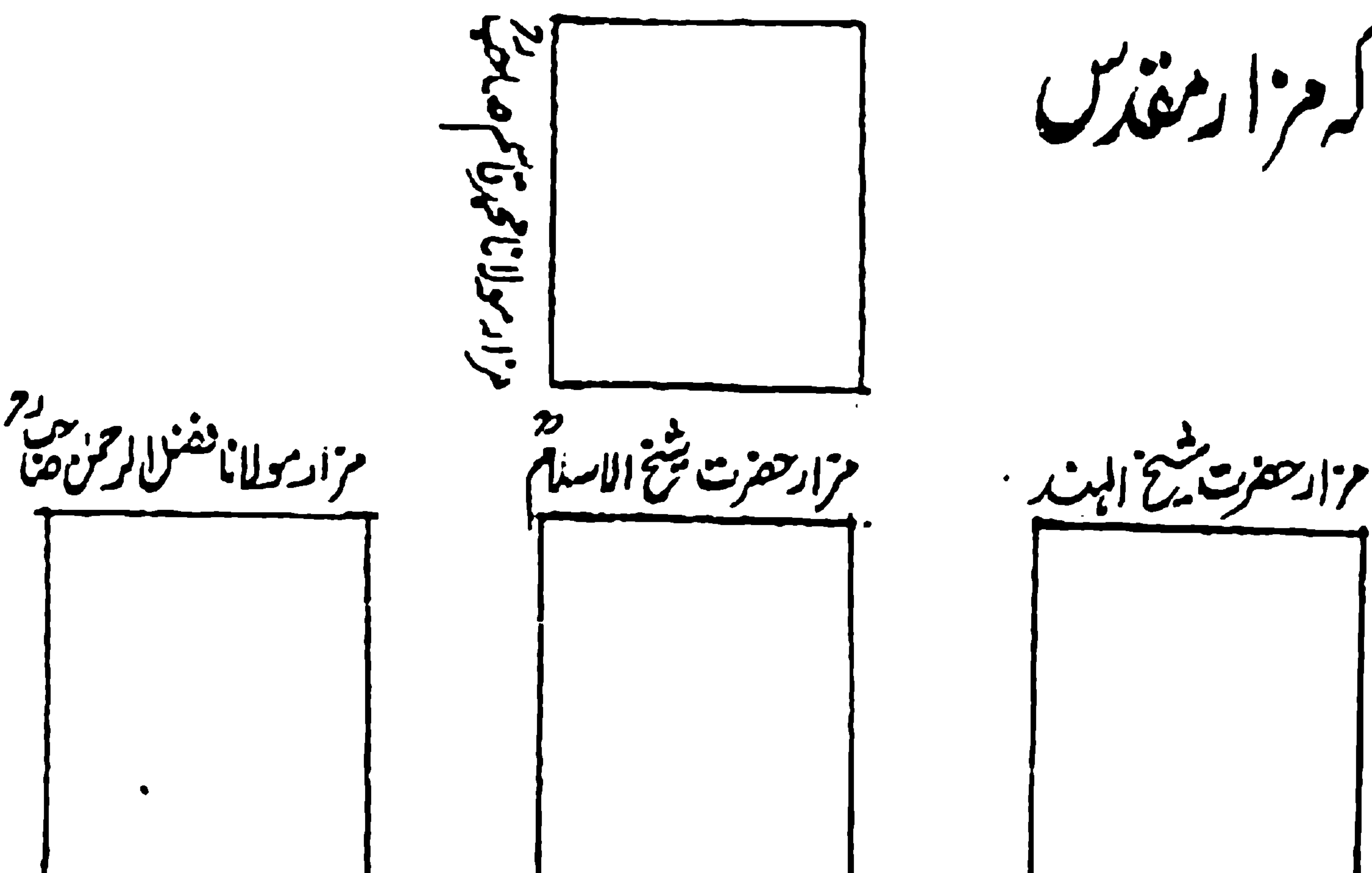
بہرحال آپ کو اپنے مشائخ سے بے انتہا تعلق اور عشق تھا اور فنافی الشیخ

کے اعلیٰ مقام کو آپ نے طے کیا تھا. چنانچہ نقشِ حیات ص۹۲ ج ۱ میں رقم طراز ہیں۔

ایک روز مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بانتظار جماعت کبھی ظہر یا عصر بیٹھا ہوا تھا۔ یکبارگی ایسا معلوم ہوا کہ میرا تمام جسم حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا جسم ہو گیا ہے یہ حالت اس قدر ہو گئی کہ میں اپنے جسم کو اپنا نہیں پاتا تھا اور تعجب سے ہاتھ کو دانت سے کاٹتا تھا کہ دیکھوں یہ میرا جسم ہے کہ نہیں اگر نہ ہوگا تو تکلیف محسوس نہ ہوگی یہ حالت تھوڑی دیر گھنٹہ دو گھنٹہ رہی پھر زائل ہو گئی میں نے اس حالت کو بھی لکھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ یہ حالت فنائی الشیخ ہونے کی ہے۔ (نقشِ حیات ص۹۲ ج ۱)

مشائخ سے اس بے پناہ تعلق اور محبت کے باعث آج آپؒ اپنے مربی و شفیق استاذ و شیخ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ آپ کے مزار کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

خاکہ مزار مقدس



دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا ہے کہ جس جگہ حضرت شیخ الاسلام کا مزار مقدس بنا ہوا

ہے اس جگہ اتنی جگہ نہیں تھی کہ کوئی قبر بنائی جا سکے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا شفیق اور مربی استاذ نے اپنے لاڈلے اور چہیتے جانشین کے لئے کروٹ لے لی ہو اور پہلو میں لٹانے کے لئے جگہ چھوڑ دی ہو جس طرح حیات میں آپ اپنے شفیق استاذ سے جدا ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ قدرت نے ایسا انتظام کیا کہ وصال کے بعد بھی شفیق استاذ کا پہلو عنایت فرمایا۔ یہ سب الحب فی اللہ کا نتیجہ ہے ؎

یہ کیفیت اسے ملتی ہے جس کے ہے مقدر میں
مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں

محبت سے ہوتے ہیں کار عجب — محبت مسبب، محبت سبب
محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا

محبت ہی ہے حاصل زندگانی — محبت ہی ہے مژدہ کامرانی
محبت نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا

توجہات مشائخ ان تمام مختصر حالات سے یہ چیز بھی بالکل صاف ہو جاتی ہے آپ کے مشائخ کی آپ پر کس قدر شفقتیں اور توجہات ہونگی کہ جن کی بدولت آپ کو دنیا اور آخرت کے اتنے بڑے مراتب نصیب ہوئے ان توجہات اور دعاؤں ہی کی برکت ہے کہ دنیا آپ کو شیخ الاسلام، قطب آخر الزمان کہتی ہے اور قرب خداوندی کے مقامات عالیہ جو آپ کو ملے ہوں گے ان کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ بہر حال ان توجہات کا مختصر تذکرہ کئے دیتا ہوں۔

(۱) جس زمانہ میں آپ بغرض تحصیل علم دیوبند تشریف لائے ان دنوں حضرت شیخ الہند صدر مدرس تھے اور بڑی کتابیں پڑھاتے تھے۔ لیکن حضرت کو ہونہار اور لائق فرزند

دیکھ کر ابتدائی کتابیں بھی آپ کو خود ہی پڑھائیں۔

(۲) جب آپؒ فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے بھائی کے ساتھ آستانہ عالیہ گنگوہ بھیج کر حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے بیعت کرا دیا۔

(۳) چونکہ حضرتؒ مدینہ منورہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے اس لئے قطب عالم مولانا رشید احمدؒ صاحب گنگوہی نے فرمایا کہ جاؤ حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی خدمت بابرکت میں رہکر تعلیم سلوک حاصل کرو، اور تزکیہ نفس کے لئے کوشاں رہو۔

(۴) یہاں سے رخصت ہو کر جب آپ بارگاہ امدادیہ میں پہونچے تو حضرت حاجی صاحب نے نہایت شفقت فرمائی اور مجلس میں حاضر ہو کر پاس انفاس کی اجازت دی چنانچہ حضرتؒ زیر تربیت حضرت حاجی صاحب راہ سلوک طے فرماتے رہے اور حاجی صاحبؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔

(۵) جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اور دوسری بشارتوں کے علاوہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اور گیارہ اور اولیاء کرام نے بشارتیں اور خوش خبریاں سنائیں۔

(۶) اس کے بعد آپ کو گنگوہ شریف بلا لیا گیا اور بارگاہ رشیدیہ سے اجازت ودستار حاصل ہوئی۔ حضرت گنگوہیؒ صرف اجازت ہی عنایت فرماتے تھے مگر حضرتؒ اقدس آپ کے بھائی پر ایسی توجہ فرمائی کہ دستار خلافت بھی مرحمت فرمائی۔

(۷) مدینہ منورہ سے ایک دفعہ آپ نے حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں خط لکھا کہ اس سال آپکے درس میں شریک ہونا چاہتا ہوں تو حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کی

وجہ سے درس کو اس وقت تک شروع نہیں کرایا جب تک کہ آپ مدینہ سے تشریف نہ لے آئے۔

(۸) حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹا سے واپس تشریف لا رہے تھے تو سمندر میں تلاطم آیا چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے ترجمہ قرآن شریف کو جو اسارت مالٹا میں کیا تھا اور جو مدینہ پریس بجنور سے عرصے سے شائع ہو رہا ہے، آپ کے سینہ مبارک سے باندھ دیا

(۹) حالت مرض الموت میں حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی خدمت کے لئے حضرتؒ کو امروہہ کی مدرسی سے واپس بلا لیا تھا۔

(۱۰) جب حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو کلکتہ کے لئے رخصت کیا تو آپ کا ہاتھ لے کر اپنے چہرے اور سر اور سینے سے لگایا گویا کہ اپنے تمام فیوضات و کمالات آپ کی طرف منتقل کر دیئے۔

(۱۱) اسارت مالٹا کے زمانہ میں حضرت شیخ الہندؒ کو تراویح میں قرآن شریف سُنانے کی غرض سے آپ نے قرآن شریف حفظ کیا اس طرح پر کہ دن کو یاد کرتے تھے اور رات کو تراویح میں سُنا دیتے تھے۔

(۱۲) ایکدن آپ اور میاں اصغر حسین صاحبؒ حضرت شیخ الہندؒ کے پیر دبا رہے تھے تو میاں اصغر حسین صاحب نے حضرتؒ سے فرمایا کہ آج تو میں مولانا حسین احمد صاحبؒ کے برابر ہو گیا ہوں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا میاں تم حسین احمد کی برابری کہاں کہاں کرو گے چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ الہندؒ کو مالٹا کے لئے گرفتار کیا گیا اس وقت معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ صحیح فرماتے تھے۔

یہ چند چیزیں ہم نے اپنی معلومات کے مطابق لکھی ہیں۔

مہمان نوازی

سنّت ابراہیمی (مہمان نوازی) پر جو کہ اس زمانہ میں ناپید ہو چکی تھی آپ اس مضبوطی سے عامل رہے کہ نظیر قایم کردی، دنیا میں سینکڑوں بزرگ اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے جو کہ ہمہ صفت موصوف تھے لیکن سنت ابراہیمی (مہمان نوازی) کا اتنا اہتمام جتنا ہمارے حضرتؒ کے یہاں تھا کسی کے یہاں نہیں ملتا۔ چراغ لے کر دنیا کے گوشہ گوشہ میں گھوم جائیے مہمان نوازی کی یہ عجیب و غریب شان کہیں نہ ملے گی۔

اس زمانہ میں جبکہ مہمان کی صورت دیکھ کر اچھے اچھوں کو بخار چڑھ آتا ہے۔ اور بغلیں جھانک کر کترانے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپؒ مہمان کی صورت دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے تھے حقیقتاً آپ مہمان کو محبوب (اللہ تعالیٰ) کا تحفہ سمجھتے تھے۔ مہمان کی ذرا سی تکلیف گوارا نہ تھی، آپ کا فرمانا تھا کہ جس نے میرے مہمان کو تکلیف پہونچائی میں اس کو معاف نہ کروں گا چاہے میرے علم میں آئے یا نہ آئے۔

آپ سفر میں ہوں یا حضر میں ہر وقت آپ کے دسترخوان پر مہمانوں کا ہجوم سا تھا جیل میں بھی (جب کچھ اور نہیں ہو پاتا تو) تمام قیدیوں کو اپنے دسترخوان پر بلا بٹھلا لیتے اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، چنانچہ آچاریہ کرپلانی نے رام لیلا گراؤنڈ کے تعزیتی جلسہ میں حضرت شیخ الاسلامؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"میں ان کے ساتھ جیل میں رہا ہوں ان کا ڈھنگ نرالا تھا، اکیلے کبھی کھانا نہ کھاتے تھے بلکہ دوسرے معمولی قیدیوں کو بھی شامل کر لیتے تھے۔

(الجمعیۃ ۶، دسمبر ۱۹۵۷ء)

پھر مہمانوں کے لئے نہ کوئی وقت تھا نہ قاعدہ (جیسا کہ بعض جگہ ہوتا ہے) جس وقت بھی مہمان آتا گھر میں جو کچھ موجود ہوتا مہمان کے سامنے لاکر رکھ دیا جاتا، عالم جاہل شہری دیہاتی غرض کہ ہر قسم کے مہمان آتے۔ آپ نہایت خندہ پیشانی سے ان کا خیر مقدم کرتے اور ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مہمان آیا جس کے کپڑوں میں بھی بدبو آتی تھی اور بے انتہا جوئیں اس کے کپڑوں میں تھیں جس جگہ بیٹھتا سو پچاس جوئیں چھڑ جاتیں، مہمان خانہ میں کوئی پاس نہ پھٹکنے دیتا، لیکن حضرتؒ نے اس کو اپنے برابر۔۔۔ بٹھا کر کھانا کھلایا اور منہ ہاتھ صاف کرنے کے لئے اپنا تولیہ عنایت فرمایا، چنانچہ حضرتؒ کے کپڑوں پر سینکڑوں جوئیں چڑھ گئیں جن کو آپ نے اندر تشریف لے جاکر صاف کرایا۔

دیکھا مہمانوں کی اتنی دلداری اور اتنا خیال کوئی کہہ سکتا ہے افسوس کہ دیوبند ہی نہیں بلکہ پورا ہندوستان ایک اعلیٰ میزبان سے خالی ہو گیا آنے والی نسلیں آئیں گی مگر ایسا میزبانؒ پائیں گی۔

دسترخوان اتنا وسیع تھا کہ دس بیس ہی نہیں بلکہ دفعتہً سو اور تین تین سو مہمان ہو جاتے تھے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے درِ دولت سے کوئی مہمان بھوکا آیا ہو، اگر کوئی مہمان کھانے کے وقت دسترخوان پہ نہ ہوتا تو تلاش کراتے تھے۔ آپ ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور آخر تک (سنت کے مطابق) کھاتے رہتے تھے اگرچہ

مشکل سے ایک یا دو چپاتی کھاتے ہوں گے، اپنے کھانے اور مہمانوں کے کھانے میں یکسانیت رکھتے تھے۔ اگر کبھی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے پرہیزی کھانا (بکری کا گوشت وغیرہ) تیار ہوتا تو اس کو بھی مہمانوں کے سالن میں ملا دیتے۔ مئی ۵۵ء میں جب آپ پر لو کا حملہ ہوا اور کئی دن پرہیزی کھانا کھاتے ہوئے ہو گئے تو ایک دن فرمایا کہ آج تو پرہیز توڑیں گے۔ مہمانوں کے ساتھ کھاتے ہوئے کئی دن ہو گئے ہیں ؎

میں جہاں ہوں ترے خیال میں ہوں
تو جہاں ہے مری نگاہ میں ہے!

ہر وقت مہمانوں کی راحت و آرام کا خیال رکھتے تھے، سردی و گرمی کے بستر، چادر، ہائیاں، مچھردانیاں تک مہمانوں کے لئے مہیا فرما رکھی تھیں مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایک مرتبہ سردیوں کے موسم میں مہمانوں کی اتنی زیادتی ہوئی کہ تمام لحاف و بچھونے ختم ہو گئے۔ تب آپ نے اپنے استعمال کے بستر … بھی مہمانوں کے لئے باہر بھیج دیا اور رات انگیٹھی کے سامنے گزاری۔

رمضان المبارک میں ٹانڈہ … میں آپ نے مہمانوں سے ارشاد فرمایا، یہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے اور آپ لوگ دور دراز سے آتے ہیں اور میں آپ کی کچھ بھی خدمت نہیں کر پاتا۔ چنانچہ مولانا اصغر علی صاحب مدظلہ نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ پر تو ان مہمانوں کا بھی احسان ہوگا، آپ نے ارشاد فرمایا بیشک ان حضرات کا مجھ پر بڑا احسان ہے جو یہ لوگ تشریف لاتے ہیں اور میں ان کی کچھ بھی خدمت نہیں کر پاتا۔

یہ حال اس وقت ہے جبکہ مہمانوں کے لئے بہترین قسم کی افطاری، برف کا پانی کھانے کے لئے اچھا کھانا، چائے وغیرہ سب چیزیں موجود ہوتی تھیں، ایک دفعہ رمضان شریف میں خدام میں سے کسی نے عرض کیا کہ آج کل خشکی اور گرمی زیادہ ہے سحری میں تھوڑا دودھ نوش فرما لیا کیجئے آپ نے ارشاد فرمایا کیا سب مہمانوں کے لئے دودھ کا انتظام ہو جائے گا۔

چونکہ ٹانڈہ میں اتنی کثیر مقدار میں دودھ فراہم ہونا مشکل تھا لہٰذا یہ طے پایا کہ سحری میں چاول یا کھیر وغیرہ تیار کرادی جائے اور اس میں کچھ دودھ بھی ڈالدیا جائے چنانچہ یہی انتظام ہوا حضرت بھی سحری میں یہی استعمال فرماتے تھے۔

جب کہیں سے کوئی کھانے پینے کی چیز بطور ہدیہ یا تحفہ آتی آپ فوراً ہی اسے حاضرین میں تقسیم فرما دیتے، سالانہ مدینہ منورہ سے کھجوریں آتیں آپ ہندوستان بھر میں اپنے متعلقین کو تقسیم کرادیتے اور سب مہمانوں کو اور طلباء کو عنایت فرما دیتے ریل گاڑی میں سفر کرتے وقت بھی ڈبہ میں جو دوسرے مسافر ہوتے آپ ان کو دسترخوان پر بلا کر بٹھلاتے اور کھانا کھلاتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ کسی دوسرے ڈبہ میں ہیں اور طلباء (زمانہ تعطیل میں گھر جاتے وقت) دوسرے ڈبے میں ہیں تو آپ طلباء کے لئے وہاں سے کھانا بھجواتے تھے اگر اسٹیشن پر کوئی صاحب آپ کے لئے چائے یا کوئی دوسری چیز لاتے۔ آپ طلباء کو اس میں برابر شریک کرتے تھے غرضکہ آپ کی مہمان نوازی ضرب المثل ہو گئی ہے جس کے بیان کرنے کے لئے بڑی عمر اور دفتر کی ضرورت ہے۔

احیاء سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

من احیاء من سنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید (او کما قال)
جس نے میری کسی سنت کو فساد امت کے وقت زندہ کیا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا

اس گئے گزرے دور میں جبکہ لوگ فرائض کو بھی فراموش کئے ہوئے ہیں۔ آپ نے نہ معلوم کتنی ایسی سنتوں کا احیاء کیا جن کو لوگ بالکل بھلا چکے تھے۔

جب کبھی آپ کو جمعہ کے روز نماز فجر پڑھانے کا اتفاق ہوتا تو سورۂ دہر اور سورۂ حم سجدہ ضرور تلاوت فرماتے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان بھر کے آئمہ مساجد نے اس سنت کو ترک ہی نہیں کیا بلکہ بھلا دیا ہے اس وجہ سے پڑھتا ہوں کہ آئمہ مساجد اس طرف توجہ کریں۔

رمضان شریف میں صلوٰۃ الوتر میں سورۃ اعلیٰ، سورۃ کافرون، سورہ اخلاص بالترتیب اکثر تلاوت فرماتے اسی طرح جمعہ کی نماز میں سورہ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ تلاوت فرماتے تھے۔

علاوہ ازیں داڑھی منڈانے پر (جو کہ زمانہ فیشن بن گئی ہے اور لوگ داڑھی منڈانے کو برا نہیں سمجھتے) سخت نکیر فرماتے کوئی داڑھی منڈا آپ کے پاس آتا تو بہت خفا ہوتے اور فرماتے، تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سے نفرت ہے تو حسین احمد کے پاس کیوں آتے ہو، تم نے سکھ کو داڑھی منڈاتے دیکھا ہے غرض کہ اسی طرح تنبیہ فرما کر ہزاروں مسلمانوں کو داڑھی مونڈنے کے گناہ سے باز رکھا۔

اسی طرح مہر فاطمی پر نہایت سختی سے عمل فرماتے تھے اس نکاح کو نہ پڑھاتے تھے جس میں مہر فاطمی نہ باندھا جاتا ہو، آپ فرماتے تھے کہ کیا آپ کی صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے زیادہ افضل ہے، چنانچہ ہزاروں نکاح مہر فاطمی

پر محض آپ کی بدولت ہوئے مہروں کی انتہائی بے تکی زیادتی کو آپ نے ختم کر کے مہر فاطمی کا طریقہ رائج کیا۔

ہمیشہ موٹا کپڑا پہننا پسند فرماتے تھے سردی گرمی ہر موسم میں گاڑھے کو استعمال کرتے تھے حتیٰ کہ جس میت پر گاڑھے کا کفن نہ ہوتا تھا اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے تھے (اس مسئلہ پر شرعی نقطہ نظر سے کسی دوسرے وقت بحث کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ) اور فرمایا کرتے تھے کہ گاڑھا استعمال کرنے میں غریبوں (جولاہوں وغیرہ) کا بھلا ہوتا ہے۔ غرضکہ حضرتؒ نے بہت سی سنتوں کو زندہ کیا ہے۔ تفصیلی بحث کسی دوسرے وقت ہوگی

اتباع سنت

آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ اتباع سنت سے خالی نہیں پایا جاتا اٹھنا، بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، پہننا، گفتگو کرنا غرضکہ جسم شریف کے کسی عضو کی حرکت خلاف سنت نہیں ہوتی تھی اور حقیقتاً یہ بڑے کمال کی چیز ہے۔ مجاہدہ و ریاضت، ذکر و فکر سے تزکیۂ نفس کر کے انسان کا ہوا پر اڑنا اور پانی پر چلنا اتنا دشوار نہیں ہے جتنا دشوار اتباع سنت ہے اور یہی جہاد اکبر ہے کیونکہ اپنے نفس کے تقاضے اور اپنی مرضیات کو فنا کر کے محبوب اعظم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا ہے آج جبکہ معمولی قسم کے انسان کی نقل اتارنے اور اس کی روش اختیار کرنے میں بڑی مشق اور نفس کشی کی ضرورت پڑتی ہے تو مافوق العظمت انسان تاجدار انبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خو بو اختیار کرنا کتنا بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن ہمارے جیسے حضرتؒ اگر ایک نظر حضرتؒ کی طرف دیکھ لیں تو وہ تمام احادیث کے ذخیرے جو بڑی بڑی کتابوں میں منتشر ہیں معہ شرح کے آپ کی زندگی میں پائیں گے جس کو کوئی حدیث یاد کرنی ہو وہ حضرتؒ

کو ایک بار دیکھ لیتا تو یقیناً حدیث معہ شرح کے یاد ہو جاتی۔

لہٰذا جس انسان کے اتباع سنت کا یہ حال ہو اس کی زندگی کے حالات لکھنا یا بیان کرنا اس کا مطلب بعینہٖ یہ ہوگا کہ احادیث رسولؐ کے تمام ذخیروں کو لکھ دیا اور بیان کر دیا جائے لیکن مضمون کے اس عنوان کو خالی رکھنے سے زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ کچھ نہ کچھ بطور نمونہ کے بیان کر دیا جائے۔

آپ کو خوشبو سے بہت زیادہ انس تھا ہر وقت کپڑے معطر رہتے تھے زیادہ تر گلاب کا عطر استعمال فرماتے تھے جس راستے سے گذرتے کافی دیر تک راستہ معطر رہتا تھا۔

بیٹھنے میں ہمیشہ دو زانو بیٹھتے تھے اسی طرح چلنے میں ہمیشہ نیچی نگاہ کر کے چلتے تھے۔ راستے میں اگر کوئی چیز گری پاتے تو ہٹا دیتے تھے، اگر راستہ میں ذرا سا کاغذ کا ٹکڑا پڑا ہوتا تو ادب سے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتے تھے۔

کبھی کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ حدیث پڑھا کر تشریف لا رہے تھے کہ ایک آدمی نے سوال کیا تو دس روپے کا نوٹ نکال کر عنایت فرمائے اپنی حاجت کے لئے کبھی کسی سے سوال نہیں کرتے تھے لوگ خواہش کرتے تھے کہ حضرت ہم سے کوئی کام لے لیں چنانچہ ایک مرتبہ مہاویر تیاگی (سابق وزیر دفاع ہند) حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میری خواہش ہے کہ آپ مجھ سے کوئی خدمت لیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا

تمہیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی

چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی!

ہر آدمی کے ساتھ نہایت محبت کا برتاؤ کرتے تھے، ہر آدمی یہی سمجھتا تھا کہ

حضرتؒ کو مجھ سے زیادہ تعلق ہے جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو لوگوں کو کھڑا ہونے سے سختی سے منع فرماتے اور فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے لا تقوموا کما تقوموا الاعاجم مجلس میں کبھی نمایاں جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے مجبوراً کوئی بٹھادے تو دوسری بات ہے کبھی کسی کو پنکھا کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پنکھا کرایا ہو۔ تقریر فرماتے وقت کبھی آپ کو ہاتھ ادھر ادھر پھینکتے نہیں دیکھا جیسا کہ آجکل مقرروں کا خلاف سنّت طریقہ ہے، بلکہ کبھی اگر زیادہ ضرورت ہوتی تو کرسی یا چھڑی پر رکھے ہوئے دست مبارک کی انگلیوں سے اشارہ فرمادیتے۔

آپ اندازہ لگائیں جب روزمرّہ کی عام زندگی میں اتباع سنّت کا یہ حال ہے تو عبادات میں کیا حال ہوگا۔

غیر اختیاری سنّت اس عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر کچھ سنّتوں کو اللہ تعالیٰ نے خود پورا کرنے کا انتظام کردیا یعنی علاوہ جیل اور پتھر اور گالیاں کھانے کی سنّتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ پر سحر بھی کرایا گیا، چنانچہ جس مرض میں حضرت کا وصال ہوا ہے اس میں آپ پر کئی مرتبہ سحر کرایا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اسوۂ حسنہ

یا

اخلاقِ ظاہرہ

اسوۂ حسنہ یا اخلاق ظاہرہ

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ

حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی اس آیت شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح فرمائی ہے کہ آپ کا خلق نہایت عظیم ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کان خلقہ القرآن (آپ کا خلق قرآن تھا) لہٰذا جس نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی اللہ تعالیٰ تعریف فرمائے اور جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہو اس کے اخلاق شریفہ کی مدح اور شمار قوت بشریہ وجنبیہ وملکیہ کی حد امکان سے باہر ہے لہٰذا جس انسان کا خلق نمونہ اور عکس ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور خلق مکرم کا اس کا بیان داخلی احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) وکتاب اللہ کی آیات وتفاسیر کے بیان کے مترادف ہو گا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے اخلاق ظاہرہ واخلاق باطنہ عکس ہیں خلق نبوی کا۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اس پرفتن دور میں حضرتؒ نے اصحاب خیر القرون اور سلف صالحین کی یاد تازہ کردی اور ان کی حیات طیبات کے نقوش نہیں بلکہ جیتے جاگتے اور چلتے پھرتے فوٹو پیش کر دیئے تو اس میں حسن عقیدت اور مبالغہ نہ ہو گا بلکہ اظہار حقیقت ہو گا۔ آپ کے ساتھ رہنے والے آپ کو شعبہ ہائے زندگی کے ہر موڑ اور ہر سطح پر ایسا محسوس کرتے تھے کہ اب سے پونے چودہ سو برس پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی

کے درمیان میں ہیں اور خیر القرون کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ شاگردان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبات ایسی تھیں۔

اس پرفتن اور فیشن پرست دور میں جبکہ اخلاق کی حدیں سمٹ رہی ہیں اور جدت و فیشن پرستی کے مقابلہ میں اسلامی اخلاق و کردار کو قدامت پرستی اور مذہبی مالیخولیا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ...... کسی انسان کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ وہ اسوۂ حسنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے تھامے رہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے اخلاق عظیمہ کے مختلف پہلوؤں کو پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

غربا و مساکین کے ساتھ

خاکساروں سے ملا کرتے ہیں جھک کر سر بلند
آسماں بھر تواضع ہی زمیں پر خم ہوا

غربا و مساکین، یتامی و اساری، ضعفا و نادار، تنگدست اور لاوارثوں کا وہی سہارا و ٹھکانا ہوتا ہے جس کے قلب میں مخلوق خداوندی کی ہمدردی اور دماغ میں الخلق عیال اللہ کا تصور اور کل بنی آدم اخوۃ کا جذبہ ہوتا ہے۔ کہنے کو تو سب ہی کہتے ہیں لیکن عمل کے میدان میں حضرت شیخ الاسلامؒ ہی کو پایا ہے مخلوق خدا سے ہمدردی اور ان کی نصرت و معاونت کا جذبہ آپ کی رگ و پے میں سمایا تھا۔ سب جانتے ہیں کہ آپ مالی اعتبار سے نہ زمیندار تھے اور نہ رئیس۔ حد یہ ہے کہ ہر ماہ آپ کو قرض لینا پڑتا تھا اس پر بھی کوئی سائل یا ضرورت مند آپ کے آستانہ سے محروم نہ جاتا

ایک روز آپ درس حدیث سے تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ایک سائل نے سوال کیا کہ میں ضرورت مند ہوں آپ نے فوراً ہی دس روپے کا نوٹ نکالکر حوالہ کیا (اسوقت یہی دس روپے آپ کے پاس تھے) اسی طرح ایکدن دیو بند کے ایک صاحب نے آکر اپنی ضروریات کا اظہار کیا حضرتؒ نے فوراً ہی پانچ روپے نکال کر عنایت فرمائے کسی نے عرض کیا کہ حضرت یہ آدمی تو علماء کو گالیاں دیتے تھے۔ آپؒ نے فرمایا اسی وجہ سے تو میں نے روپے دیئے ہیں کہ اس کو خیال ہوگا کہ علما سے روپے ملتے ہیں ان کو گالیاں نہ دینی چاہئیں۔ .... (از مولوی بشیر احمد)

دار العلوم دیوبند کا طلباء کے متعلق ایک دستور ہے کہ جو طالبعلم ۴۰ فیصدی نمبروں سے کامیاب ہوگا مدرسہ اسی کی کفالت کرے گا۔ چنانچہ فیل ہونیوالے غریب و نادار طلبا یا تو شہر کی مسجدوں سے وابستہ ہوتے یا پھر حضرت شیخ الاسلامؒ کے آستانہ سے وابستہ ہوتے۔ چنانچہ درمیانِ سال میں میرے ایک ساتھی کا دار العلوم نے ایک قصور کی بنا پر کھانا بند کردیا، وہ روتے ہوئے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا، اچھا آپ ہمارے یہاں کھانا کھایا کریں۔

ایسا بھی بارہا ہوتا دیکھا گیا ہے کہ آپ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ سائل نے سوال کیا تو آپ نے دوسروں سے قرض لے کر سائل کا سوال پورا کیا۔ کلکتہ اسٹیشن کا واقعہ ہے کہ ایک نوجوان سائل نے سوال کیا آپ نے دوسرے سے دو روپے قرض لے کر سائل کو عنایت فرمائے۔ (از سید احمد شاہ)

دیو بند کے ایک صاحب جو آج بھی حضرت کے دسترخوان پر کھاتے ہیں اور برسوں سے کھاتے چلے آرہے ہیں، ایک دن جب آپ نے اس کو دسترخوان پر نہ دیکھا

تو دریافت کیا کہ وہ صاحب کہاں ہیں۔ خدام میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت فلاں آدمی نے ان کو جھڑک دیا، پس پھر کیا تھا حضرت آگ بگولہ ہو گئے اور دسترخوان سے اُٹھ کھڑے ہوئے چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے حتیٰ کہ خود اس آدمی کے گھر تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ لا کر کھانا کھلایا۔ (از شبیر احمد)

گرمی کا موسم تھا آپ صحن مکان میں تشریف فرما تھے، باہر سے ایک گنڈھیلین نے طلباء سے کہا "مولبی جی پانی پلا دو" (دیوبندی عوام کی زبان)، مگر کسی نے نہ سُنا، حضرت چارپائی سے اُٹھے اور لوٹا لیکر نل کے پاس گئے۔ پھر کیا تھا تمام حاضرین دوڑ پڑے حضرت نے سب کو ڈانٹ دیا اور خود پانی بھر کر اس گنڈھیلین کو پلایا (از دامانی)

بعض مرتبہ حالت درس میں غرباء و مساکین اور کمزور لوگوں کی امداد کی طرف توجہ دلاتے وقت آپ اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے۔

هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم (رواه البخاري)

تم کو ضعفاء اور مردہ لوگوں کی وجہ ہی سے رزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری اعانت کی جاتی ہے۔

خدام کے ساتھ

حضرت انسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں فرماتے ہیں

خدمت النبي صلى الله عليه وسلم عشر سنين والله ما قال لي افٍّ قط ولا قال لشيءٍ لم فعلت كذا وهلا فعلت كذا وفي رواية كان النبي صلى الله عليه وسلم احسن الناس خلقاً فارسلني يوماً لحاجةٍ فقلت والله لا اذهب وفي نفسي ان اذهب لما امرني به فخرجت حتى امر على صبيان وهم يلعبون في۔

السوق فاذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قبض بقفائی من ورائی فنظرت الیہ وھو یضحک فقال یا انیس ذھبت حیث امرتک قلت نعم انا اذھب یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انس رض واللہ لقد خدمتہ تسع سنین ما علمت قال لشئی صنعتہ لم فعلت کذا وکذا ولشئی ترکتہ ھلا فعلت کذا وکذا (للشیخین وابی داؤد والترمذی)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دس سال تک کی خدا کی قسم کبھی آپ نے مجھے اُف تک نہیں کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا اور کیوں نہیں کیا دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ بہتر اخلاق والے تھے چنانچہ ایک دن مجھے آپ نے ایک ضرورت کے لئے بھیجا میں نے کہا میں نہ جاؤں گا حالانکہ دل میں یہی خیال تھا کہ میں چلا جاؤں گا جس کام کے لئے آپ نے مجھے حکم فرمایا ہے چنانچہ میں گیا، راستے میں میرا گذر کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے میں بھی اسی میں مشغول ہوگیا (اور بچوں کے ساتھ کھیلنے لگا) اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اس طرف ہوا آپ نے پیچھے سے میری گدی پکڑی۔ میں نے جو دیکھا تو حضور مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے محبت سے فرمایا اے انیس میں نے جس جگہ کے لئے تجھے حکم دیا تھا تو گیا کہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضور جاتا ہوں۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں خدا کی قسم میں نے آپ کی نو سال (اس روایت میں) خدمت کی میں یہ نہیں جانتا کہ آپ نے کسی کام کے کرنے پر یہ فرمایا ہو کیوں کیا اور نہ کرنے پر یہ فرمایا ہو کیوں نہیں کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا خدام اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ اور اخلاق ملاحظہ فرمائیں۔

آپؒ کا خادم محمد اکبر اندرون خانہ اور بیرون خانہ کے کام اور بچوں کے کھانے پر ملازم تھا لیکن دن بھر ادھر ادھر کھیلتا پھرتا تھا حضرتؒ درس حدیث سے آتے جاتے اس کو دیکھتے تھے کہ کھیل رہا ہے لیکن کبھی اس کو ڈانٹ پھٹکار نہیں کی چنانچہ ۷۲ھ یا ۷۱ھ کا واقعہ ہے کہ یہی خادم محمد اکبر حضرت کی چھوٹی صاحبزادی عزیزہ عمرانہ سلمہا کو چمن دارالعلوم میں اس جگہ کھلا رہا تھا جس جگہ ٹیوب ویل ہے ان دنوں ٹیوب ویل کا بورنگ ہو رہا تھا۔ چنانچہ محمد اکبر کی غفلت سے عمرانہ اندر گڈھے میں جا گری اور کسی ایسی چیز سے ٹکرائی کہ اس کا ہونٹ پھٹ گیا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ موت کے منہ سے بال بال بچی کیونکہ فوراً چند طلباء کنوئیں کے گڈھے میں کود پڑے اور عمرانہ کو کنوئیں سے باہر نکال لائے۔ حضرت نے محمد اکبر کو تب بھی اُف نہیں فرمایا۔ وہ لوگ جن کے یہاں نوکر چاکر کام کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ کو اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے اسوہ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں اور قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں کہ حضرتؒ کے اسوہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے کس قدر مطابقت ہے (اس واقعہ کے وقت یا یہ عین موقعہ پر راقم الحروف موجود تھا)

حضرت زید بن حارثہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنہ اور خادم ہیں، زیادتی شفقت کی بنا پر تمام اہل مدینہ حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہنے لگے تھے جس کی وجہ سے حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے خادم خاص اور ملازم جناب سلیم اللہ سلمہٗ ہیں۔ حضرت کا برتاؤ میاں سلیم کے ساتھ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ میاں اسعد و ارشد سلمہ (دونوں صاحبزادوں) کے ساتھ تھا بال برابر فرق نہیں، چنانچہ دیکھنے والے جانتے ہیں، سلیم کو کوئی ملازم نہیں سمجھ پاتا تھا بلکہ باہر سے آنے والے یہی جانتے تھے کہ میاں سلیم بھی گھر کے افراد میں سے کوئی ہیں۔

باہر سے گھر کے افراد کے لئے جہاں سامان گھڑیاں، چادریں، صدریاں آئیں سلیم میاں بھی اس میں شریک ہوئے گھر کے افراد حج کے لئے گئے تو میاں سلیم بھی ساتھ گئے۔ سلیم میاں سے کتنا ہی بڑا نقصان ہوا ہو کبھی حضرتؒ نے باز پرس نہیں کی سلیم میاں بیمار ہوئے تو حضرتؒ نے فرمایا۔ سلیم! اگر تو کہے تو دہلی علاج کے لئے بھیج دوں۔ لکھنؤ کو کہے تو لکھنؤ بھیجدوں ہائے افسوس اب ایسا آقا سلیم کو کیا کسی کو بھی میسر نہ آئے گا ؎

لٹی ہے ایسی بہارِ گلشن کہ کوئی غنچہ نہ کھل سکے گا
ہزار ہا باغباں تو ہوں گے حسینؒ احمدؒ نہ مل سکے گا

بچوں کے ساتھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ لیس منا من لم یرحم صغیرنا و یوقر کبیرنا (رواہ الترمذی) کہ جو آدمی ہمارے چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش نہ آئے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے، چنانچہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے وصال سے دو تین گھنٹہ پیشتر صاحبزادہ مولوی اسعد صاحب اور گھر کے دیگر افراد کو اپنے پاس بٹھا کر وصیت فرمائی۔

دیکھو ہمیشہ بڑوں کا احترام کرنا اور چھوٹوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کرنا اور اگر کوئی حادثۂ عظیم پیش آئے تو اس پر صبر کرنا (اپنے وصال کی طرف اشارہ تھا)

آپ تا حیات طیبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عامل رہے اور بعض دفعہ تو ایسا ہوا ہے کہ دربارِ رسالت کا نقشہ کھینچ دیا، چنانچہ ایک مرتبہ آپ درس سے تشریف لا رہے تھے کہ چھوٹی صاحبزادی عزیزہ فرحانہ سلمہا ان دنوں چلنا سیکھ رہی تھا، راستہ میں گرتی پڑتی آ گئیں، حضرتؒ نے فوراً ہی آغوش محبت میں اٹھا لیا یہی نہیں بلکہ ہائیلکنڈی (آسام) میں مولانا مصدر علی صاحب کی چھوٹی بچی نہ معلوم کہاں سے پہونچ گئی آپ نے فوراً ہی گود میں اٹھا لیا۔

ان واقعات کے ساتھ ساتھ ذرا ذہن کو دربارِ رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر کیجئے۔ مسجد نبوی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں، اثنائے خطبہ میں دونوں صاحبزادوں حضرات حسنینؓ پر نظر پڑ جاتی ہے کہ لانبے لانبے کرتوں کے دامنوں میں الجھتے، گرتے پڑتے نانا جانؐ کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ منظر دیکھ کر خطبہ چھوڑ کر دونوں شہزادوں کو آغوش محبت میں اٹھا لیتے ہیں، اور دفورِ محبت میں فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ۔

ایک دن حضرتؒ جمال خانہ میں تشریف رکھتے تھے۔ تینوں چھوٹی صاحبزادیاں آ گئیں، دو صاحبزادیاں دونوں زانوئے مبارک پر آ کر بیٹھ گئیں اور ایک صاحبزادی سامنے ہو کر مچلنے لگی اور ضد کرنے لگی۔ اچھے ابا جی مکلے کی کہانی سنا دو، اچھے ابا جی مکلے

کی کہانی سنا دو. حالانکہ مہمان خانہ بھرا ہوا تھا اور حضرت کوئی خاص کام فرما رہے تھے لیکن آپ نے بچوں کو جھڑکا نہیں جیسا کہ ہم لوگ ایسے موقعوں پر ہشت ہشت کر دیتے ہیں بلکہ فرمایا "اری بچی. مولانا صاحب بیٹھے ہیں کہیں مار نہ دیں،

دوستوں کے ساتھ دوستی، اخوۃ، بھائی چارگی کی مٹی پلید جتنی اس زمانے میں ہوئی ہے شاید کسی زمانے میں نہ ہوئی ہو، یا تو اتنی بے تکلفی کہ شرعی حدود سے تجاوز کر کے ننگا ناچ شروع کر دیا جاتا ہے یا اتنا تکلف کہ الاماں الحفیظ، یا اتنی بے رخی کہ گویا شناخت نہیں کرتے حقیقت یہ ہے کہ تکلفات بیجا سے دوستی اور اخوت کا منشا فوت ہو جاتا ہے۔ قال بعض الحکماء من جعل نفسه عند الاخوان فوق قدره اثم و اثموا و من جعل دون قدره سلم و سلموا فتمام التخفیف بطی بساط التکلیف حتی لا یستحیی منه فما لا یستحیی من نفسه الخ (احیاء) چنانچہ حکماء کا کہنا ہے جس نے دوستوں کے سامنے اپنے کو بڑا اور برتر سمجھا خود بھی گنہگار ہوا اور دوست بھی آثم ہوئے (شاید اس وجہ سے کہ ایسے دوست سے کیوں دوستی کی جو متکبر ہے) اور جس نے اپنے آپ کو دوستوں کے سامنے کمتر پیش کیا تو یہ بھی سلامت رہا اور وہ بھی سلامت رہے (آگے فرماتے ہیں) کہ پوری تخفیف یہ ہے کہ بساط تکلف کو کم کیا جائے حتیٰ کہ جس حالت سے خود نہیں شرماتا دوستوں سے بھی نہ شرمائے یعنی جس کمزور دُبلی حالت اور غریبانہ شان سے خود رہتا ہے دوستوں کے سامنے جاتے وقت شرم محسوس نہ کرے۔

اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایک طائرانہ نظر ڈال لیجئے آپ

کی پوری حیاتِ طیبہ تکلفات سے خالی ملے گی۔ دوستوں کے ساتھ مزاح فرمانا، ان کے گھروں پر بلا تکلف جاکر کھانا تناول فرمانا (چنانچہ اس روایت کو پیشِ نظر لائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جو بازار میں کچھ فروخت کر رہے تھے آپ نے چپکے سے جاکر ان کی آنکھوں کو اپنے دستِ مبارک سے بند کر دیا (جس طرح سے آج کل بھی بچے بتاؤ کون والی آنکھ مچولی کھیلتے ہیں)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا یہ مبارک گوشہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی حیاتِ طیبہ کے اس گوشہ میں جلوہ گر پائیں گے۔ دوستوں سے وہی بے تکلفی جو گھر میں موجود سامنے لاکر رکھدیا، وہی مزاح کہیں دوستوں سے مٹھائی کی چھین جھپٹ ہو رہی ہے تو کہیں دوستوں کے گھر جاکر مٹھائی کے مطالبے ہو رہے ہیں۔ نہ معلوم کتنی مرتبہ وہ عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا ہے کہ حضرتؒ اپنے دوستوں کے ساتھ بے تکلف نظر آتے تھے۔

دوستوں کے گھروں پر جانا اور ان کی مزاج پرسی کرنا آپ کی عادت میں داخل تھا چنانچہ حضرت استاذی مولانا محمد جلیل صاحب فرماتے ہیں کہ حضرتؒ جب کبھی سفر سے تشریف لاتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے دولت کدہ پر تشریف لیجانے اور اہلِ خانہ کی مزاج پرسی فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ سفر سے تشریف لاتے تو حضرتِ فاطمہؓ کے گھر ضرور تشریف لے جاتے۔

یہ تو قیامِ دیوبند کا حال ہے، دیوبند سے باہر بھی آپ ہمیشہ دوستوں کے یہاں قیام فرمانے کو ترجیح دیتے تھے، بڑے بڑے خدام ہوتے تھے۔ جن کے یہاں اللہ کا دیا دنیا کے آرام و راحت کا ہر سامان موجود ہوتا تھا مگر آپ نے ہمیشہ دوستوں کی

ٹوٹی چارپائی اور خس پوش گھر کو ترجیح دی ہے چنانچہ میرے وطن ہٹنورہ میں حضرت کا قیام مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم کے یہاں ہوتا تھا اور آپ کی ٹوٹی چارپائی پر پھولوں کی سیج سے زیادہ آرام محسوس کرتے تھے۔ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ، مکتوبات شیخ الاسلام رح حصہ دوم کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سیاسی رہنماؤں اور مندوبین کی قیام گاہ لکھنؤ میں عموماً بڑے ہوٹل قیصر باغ کے پرانے محلات یا امراء کی کوٹھیاں ہوتی تھیں۔ مولانا کو اس ماحول سے کبھی مناسبت نہیں رہی۔ ان کو ایک سادہ بے تکلف مخلصانہ قیام گاہ جہاں سے مسجد قریب ہو اور جہاں معمولات آسانی سے پورے ہو سکتے ہوں اور جہاں رہنے اور کھانے میں تکلفات نہ ہوں۔ ہر اور جہ پسند ہے۔ ہمارا محلہ (بازار جھاؤ لال) ہمیشہ سے اس بارے میں ممتاز رہا ہے کہ وہاں صحیح العقیدہ غریب مسلمان رہتے ہیں (والد صاحب مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب) کی وجہ سے اور ندوہ کے تعلق سے یہ محلہ اور اس کی مسجد ہمیشہ علماء و فضلاء کا مرکز رہی ہے۔ مولانا رح نے اس محلہ اور ہمارے مکان کو لکھنؤ کے قیام کے لئے منتخب فرمالیا اور آج برس ہوتے ہیں کہ ایک مرتبہ بھی اس وضعداری اور معمول میں فرق نہیں آیا۔ الخ (مکتوبات شیخ الاسلام ندا ج ۲)

یہ ہی نہیں بلکہ حضرت رح نے اپنے احباب کی بڑی بڑی خدمتیں کی ہیں، آپ نے دنیا کو سبق دیدیا کہ دوستوں کی خدمت اس طرح کی جاتی ہے چنانچہ کراچی جیل کا واقعہ ہے کہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم کو پیشاب کا عارضہ تھا جس کی وجہ سے آپ نے پیشاب کا برتن اپنے کمرہ ہی میں رکھوا لیا تھا ارات بھر کا جو پیشاب ہوتا تھا آپ یعنی حضرت

شیخ الاسلامؒ اس کو کہیں لوٹ آتے تھے اور دھو کر اسی جگہ رکھ دیتے تھے کافی عرصے تک کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک دن رات کو مولانا محمد علی صاحب کی آنکھ کھل گئی تب پیشاب کے برتن صاف ہونے کا راز معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ مخدوم جہاں خادم بنے ہوئے ہیں (مدینہ وقومی آواز) مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی نے مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول ص۲۶ میں تحریر فرمایا ہے۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے روایت ہے کہ یوپی میں میری تقریر تھی رات کو تین بجے تقریر سے فارغ ہو کر لیٹ گیا۔ بین الیقظہ والنوم مجھ کو محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاؤں کو دبا رہا ہے میں نے کہا خیر مجھ کو عادت بھی ہے کوئی دوست ہوگا مگر اس کے ساتھ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ سیٹھی تو عجیب قسم کی ہے باوجود راحت کے نیند رخصت ہوتی جا رہی ہے سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضرت شیخ مدنیؒ ہیں۔ الخ ص۲۶

افسروں سے کیسا تعلق اولاً تو آپ افسروں اور حکام کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتے تھے اور نہ ان سے ربط وضبط و تعلق ہی ایسا رکھتے تھے جو آپ کی درویشانہ اور عالمانہ شان کے منافی ہو ذیل کے واقعہ سے آپ کا استغناء عن الحکومت ظاہر ہوتا ہے غالباً فروری ۵۵ء کا واقعہ ہے۔ اسا تحصیل غازی آباد میں جلسہ تھا حضرتؒ وہاں تشریف لے گئے تھے۔ بندہ راقم الحروف بھی موجود تھا۔ تو دہلی کے ایک صاحب نے عرض کیا حضور یہاں سے فارغ ہو کر دہلی تشریف لے چلئے۔ حضرت نے فرمایا کیوں انھوں نے کہا کہ صدر جمہوریہ کے پاس چلنا ہے تو حضرت نے فرمایا مجھے کیا ضرورت ہے کہ وہاں جاؤں۔ وہ بادشاہ میں فقیر میرا ان کا کیا جوڑ۔ اب وہ

پہلے سے راجندر پرشاد نہیں ہیں اب تو وہ بادشاہ ہیں۔

میں نے بڑے بڑے افسروں اور وزیروں کو دیکھا ہے کہ حضرت کے پیچھے ہاتھ باندھے پھرا کرتے تھے۔ مصر سے کرنل انوار السادات آئے تو وہ بھی پیچھے پیچھے ہاتھ باندھے پھرتے تھے۔ موصوف نے اپنی ایک خواہش ظاہر کی کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ فوٹو کھنچواؤں۔ حضرتؒ نے سختی سے منع فرمایا ...... اور وہ تمام حدیثیں سُنا ڈالیں جن میں تصویر کشی کی وعیدیں آئی ہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا۔ حضرت میرا یہ کام اٹکا ہے آپ فلاں وزیر کے پاس سفارشی خط لکھ دیں۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا۔

میری ان کی رسم الفت مٹ گئی
مدتیں گذریں، زمانہ ہو گیا

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ افسروں کے معاملہ میں خشک اخلاق تھے توبہ توبہ، بلکہ جب کوئی افسر یا حاکم آپکے درِ دولت پر حاضر ہوتا آپ حتی المقدور اس کی خاطر مدارات کرتے تھے۔ چنانچہ گذشتہ سال ۱۹۵۶ء میں ایک دن مہابیر تیاگی (سابق وزیر دفاع) آئے آپؒ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور چائے اور مٹھائی پیش کی چلتے وقت تیاگی صاحب نے عرض کیا کہ حضور میری خواہش ہے کہ کوئی خدمت میرے سپرد کر دیں۔ تب حضرت نے ارشاد فرمایا۔

تمھیں غیروں سے کب فرصت ہم اپنے غم سے کب خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

ابو الکلام آزاد اور صدر جمہوریہ ہند تشریف لائے تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے ارشاد (اذا اتاکم زعیم القوم فاکرموہ ۔ جب کسی قوم کا سردار آئے تو اس کا استقبال و اکرام کرو ۔) کے مطابق عمل کیا۔

اس موقعہ پر چند بہت خیال . . . . . . اخباروں اور رسالوں نے اپنی پوری نازاتقیت کا ثبوت دیا تھا کہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر نے نعوذ باللہ حرام کا ارتکاب کیا ہے اس وقت ان کی نکتہ چینی کا جواب دینا ان کی نام آوری کے لئے مفید ہوتا . . . .

ایسے . . . . اخباروں اور رسالوں کی خدمت میں مذکورہ حدیث کے علاوہ سورہ عبس کی تفسیر، مختلف وفود کا مدینہ منورہ میں آنا، آں حضرتؐ کا یہودی مہمان کو مسجد نبوی میں ٹھہرانا وغیرہ وغیرہ احادیث پیش ہیں۔

رفقاءِ جیل کے ساتھ

رفقاء جیل کے ساتھ حضرت کا کیسا برتاؤ تھا اس کا صحیح نقشہ تو وہی پیش کر سکتے ہیں جن کو حضرت کے ساتھ رہ کر یہ سعادت اور سنت یوسفی کی ادائیگی کی توفیق ہوئی ہے لہٰذا بندہ ان ہی رفقاء کے حوالہ سے کچھ عرض کرے گا جناب اچاریہ کرپلانی صاحب نے رام لیلا گراؤنڈ دہلی کے تعزیتی جلسہ میں حضرت شیخ الاسلامؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

میں ان کے ساتھ جیل میں رہا ہوں ان کا ڈھنگ نرالا تھا اکیلے کبھی نہ کھاتے تھے بلکہ دوسرے معمولی قیدیوں کے ساتھ مل کر کھاتے تھے اور بھائیوں جیسا سلوک کرتے تھے۔ (مدینہ ۲۱ر دسمبر ۵۷ء)

بلا تفریق وامتیاز ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا یہ صرف اسلام ہی کا . . طریقہ

ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جس کے متعلق زیرِ عنوان مہمان نوازی لکھ چکا ہوں۔ ہاں دوسری چیز جو اچاریہ صاحب نے فرمائی ہے کہ "سب کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرتے تھے۔" یہ بات تو آج کل حقیقی بھائیوں میں بھی موجود نہیں ہے۔ لیکن حضرت الخلق عیال اللہ اور کل بنی آدم اخوۃ کے ماتحت بلا تفریق مذہب و ملت سب انسانوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے تھے۔ جیل کی زندگی میں جہاں ہر انسان اپنی ہی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے وہاں بھی آپ کی انسانی ہمدردیاں سب کے ساتھ یکساں ہوتی تھیں۔ اس موقعہ پر ہم آپ کے رفیق جیل جناب سیتا رام شنکل کے تاثرات و مشاہدات پیش کرتے ہیں۔ شنکل صاحب فرماتے ہیں۔

"بھائی بھائی برابر ہیں یہ کہتے بہتوں سے سنا ہے لیکن برابری کا برتاؤ صرف مولانا کو کرتے دیکھا ہے، کھانا پکاتے وقت باورچی باورچی رہتا تھا اور آپ مالک رہتے تھے۔ لیکن کھانا کھاتے وقت باورچی اور مالک ایک ہوتے تھے۔"

سبحان اللہ حضرتؒ نے اسلام کو صحیح معنی میں پیش کیا ہے۔ شنکل صاحب آگے فرماتے ہیں

"یہ ہی نہیں صرف ایک پاؤ گوشت مولانا کو ملتا تھا لیکن کھانے کے وقت جو بھی آکر کھاتے وقت بیٹھ جائے اس کو کھانے میں حصہ مل جاتا تھا۔ جیل کی میعاد نہیں تھی یہ پتہ نہیں تھا کہ جیل میں کب تک رہنا ہے۔ لیکن اگر کوئی معمولی قیدی کھانے کے وقت آگیا تو اس کا کھانا اور اپنا کھانا ملا کر اس کو اپنے ساتھ کھلاتے تھے، تندرستی گرنے لگی تو میں نے جیل کے ڈاکٹر سے کہا کہ مولانا اپنا کھانا تقسیم کردیتے ہیں اس لئے تندرستی گرتی جارہی ہے

تو انھوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں کیا کروں قاعدہ یہی ہے پاؤ بھر گوشت مل سکتا ہے۔ لیکن دوسرے دن آکر وزن کیا اور تندرستی گرتے دیکھ کر پاؤ بھر گوشت اور بڑھا دیا۔ اس کے مطابق مولانا کا خرچہ اور بڑھ گیا اور لوگ بھی کھانے میں شریک ہونے لگے۔

"ایک روز ایک قیدی نے آکر فریاد کی کہ نماز پڑھتے وقت میرے پاس فلاں قیدی بھی تھا اس نے میری اٹھنی چرالی (کیونکہ اس وقت جیل کی اٹھنی پندرہ روپے کے برابر تھی) مولانا نے کہا کہ میں بھی تو تمھاری طرح قیدی ہوں لیکن جب اسے زیادہ رنجیدہ دیکھا تو اپنے پاس سے اٹھنی دے کر رخصت کیا اسے دیکھ کر میں نے مولانا سے برجستہ عرض کیا کہ آپ میں اس بارک میں آپ کے ساتھ نہ رہوں گا کیونکہ آپ کا اخلاق اتنا وسیع ہے اگر میں تھوڑے دنوں اور رہا تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا تو انھوں نے فرمایا کہ تم تو بہت دنوں سے مسلمان ہو تم کیا مسلمان ہوگے۔" جیل میں سیاسی قیدی گرمی کے مہینے میں جان بوجھ کر دیر میں بند ہوتے تھے جس سے جیل والوں کو تھوڑی سی پریشانی ہوتی تھی لہٰذا انھوں نے سیاسی قیدیوں کی بیرک کو دیر میں کھولنا شروع کر دیا نتیجہ یہ نکلا کہ گرمی کے مہینے میں پاخانہ صاف نہ رہنے کی وجہ سے ۸ بجے صبح تک بھنگی نہیں جانے پاتا تھا جس سے سیاسی قیدیوں کو پریشانی اٹھانی پڑتی تھی اس پریشانی کو دیکھ کر میں نے مولانا سے عرض کیا کہ آج میں اس بیرک میں بند ہوں گا اور سیاسی قیدیوں کا پاخانہ صاف کروں گا مولانا نے ارشاد فرمایا میں بھی چلوں گا تم اکیلے

کیوں جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ہی جانے سے جیل والوں کی عقل ٹھیک ہو جائے گی آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں (قومی آواز ۳۰ر دسمبر ۵۷ء)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرتؒ قید و بند کی حالت میں بھی اپنے اعلیٰ اخلاق سے پیش آتے اور جہاں تک ہو سکتا اپنے رفقاء کار کا ساتھ دیتے اور ان کی خدمت کرتے (جیسا کہ کراچی جیل کا واقعہ پیش کر چکا ہوں) یہی وجہ تھی کہ فسکل صاحب کو جب حضرت کی بیرک سے علیحدہ کرنے کا آرڈر آیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں مولانا کو چھوڑ کر تنہا بہشت میں بھی جانا پسند نہیں کروں گا جیل کے حالات پر زیر عنوان "معمولات جیل" ذرا تفصیلی بحث کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

رفقاء سفر کے ساتھ

سفر انسان کے اخلاق کے لئے کسوٹی ہے۔ سفر سے جہاں اور دوسرے فوائد ہیں وہاں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا اخلاق نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ کون کس معیار کا انسان ہے چنانچہ حضرت عمرؓ کے حضور میں ایک صاحب نے دوسرے کے لئے شہادت دی اور عرض کیا کہ یہ نہایت پاکباز ہے تب حضرت عمرؓ نے فرمایا

ھل صحبتہ فی السفر الذی	کیا تم اسکے ساتھ سفر میں رہے ہو کہ جس سے
یستدل بہ علی مکارم اخلاقہ	ان کے مکارم اخلاق پر استدلال کیا جا سکے
فقال لا فقال ما اراک تعرفہ	چنانچہ انھوں نے عرض کیا کہ مجھے ان کے ساتھ

سفر کا اتفاق نہیں ہوا تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ تم نے اس کو پہچانا ہے۔

غرض کہ سفر سے لوگوں کے اخلاق کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے، لہٰذا جن لوگوں کو حضرتؒ کے ساتھ رفاقت سفر کی سعادت حاصل

ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت کا اخلاق کتنا وسیع تھا۔

آج کل گو ذرائع سفر میں نہایت سہولت اور فراخی ہوگئی ہے لیکن لوگوں کے اخلاقوں میں بدستور تنگی موجود ہے اس کا مظاہرہ ریلوے اسٹیشن پر گاڑی میں سوار ہوتے وقت بخوبی ہو سکتا ہے کہ ایک مسافر ڈبہ میں نہایت سہولت و آرام سے بیٹھا ہے لیکن باہر سے آنے والے مسافر کے لئے پسند نہیں کرتا کہ اس کو جگہ مل جائے حضرتؒ کے ساتھ بارہا سفر کی سعادت حاصل ہوئی ہے، آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ مسافروں کی آمد سے کبیدہ خاطر ہوئے ہوں بلکہ نہایت خندہ پیشانی سے اپنے پاس جگہ دیتے اور جب کھانے کا وقت آتا تو بہ اصرار کھانے میں شریک کرتے، یہ ہی نہیں بلکہ رفیق سفر کی ہر مشکل کو آسان کرنے اور ہر ممکن خدمت کو انجام دینے کی سعی فرماتے تھے ذیل میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جس سے رفقاء سفر کے ساتھ آپ کا اخلاقی معیار معلوم ہو جائے گا۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری سے روایت ہے کہ جب حضرت مولانا مدنیؒ حج سے تشریف لا رہے تھے تو ہم لوگ اسٹیشن لاہور پہ زیارت کی غرض سے حاضر ہوئے حضرت کے متوسلین میں صاحبزادہ محمد عارف ضلع جھنگ بھی موجود تھے جو دیوبند تک ساتھ گئے تھے ان کا بیان ہے کہ ٹرین میں ایک ہندو جنٹلمین بھی موجود تھے جن کو ضرورت فراغت لاحق ہوئی وہ رفع حاجت کے لئے گئے اور الٹے پاؤں بادلِ ناخواستہ واپس ہوتے حضرت مولانا مدنیؒ سمجھ گئے فوراً چند سگریٹ کی ٹوٹی ہوئی ڈبیاں اور پانی کا لوٹا لے کر اس پاخانے میں گئے اور پاخانہ دھو کر صاف کر دیا اور پھر ہندو دوست

سے فرمانے لگے۔ جائیے پاخانہ تو بالکل صاف ہے، شاید آپ کو رات کی وجہ سے صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔ نوجوان نے عرض کیا مولانا میں نے دیکھا ہے پاخانہ بالکل بھرا ہوا ہے قصہ مختصر وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو پاخانہ بالکل صاف تھا، نہایت متاثر ہوا۔ (از مقدمہ مکاتیب شیخ الاسلام نجم الدین اصلاحی)

اس واقعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہودی مہمان والی حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے اور غور کیجئے کہ حضرتؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا کتنا بڑا نمونہ پیش کیا ہے۔ حضرتؒ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر مولانا نصر اللہ خاں عزیز، سابق ایڈیٹر مدینہ اور موجودہ ایڈیٹر ایشیا لاہور، باوجود اختلاف شدید کے فرماتے ہیں۔

(مولانا) ایک عظیم المرتبت عالم، محدث اور فقیہ ہونے کے باوجود وہ ایک ایسے رفیق سفر ہیں جو خدمت لینے کے بجائے خدمت کرتے ہیں، ریل گاڑی کے سفر میں وہ شدید سردی کے موسم میں بھی پہلے خود وضو کرتے ہیں اور پھر اسٹیشنوں پر اتر اتر کر رفقا کے لئے لوٹے میں پانی بھر بھر کر لاتے ہیں اور ان کے پاؤں دبا کر ان کو بیدار کرنے اور وضو کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں، عام طور پر علماء اپنی یبوست مزاج اور غیر ضروری سنجیدگی کے لئے بدنام ہیں مگر عالم اسلام کی یہ سب سے بڑی شخصیت ہر وقت مسکراتی رہتی ہے۔ الخ

(شریعت حسین احمد نمبر بھوٹو مرتبہ حافظ یوسف صاحب ۴۸ء)

عالت سفر میں ریل گاڑی میں ہر قسم کا آدمی سوار ہوتا ہے چنانچہ آپ ہر مزاج اور ہر قسم کے آدمی سے اس کے مزاج کے مطابق گفتگو کرتے تھے کوئی آپ سے دنیا کے بارے میں مثلاً تجارت، دوکانداری، کاشتکاری، غرض کہ ہر قسم کی بات چیت کرتا۔

آپ بھی اسی قسم کی بات چیت کرتے، بعض دفعہ تو میں نے خود ایسا دیکھا ہے۔ کہ رفقار سفر میں سے کسی نے ایسا سلسلہ گفتگو شروع کیا کہ ان کو نہ شروع کرنا چاہیئے تھا مگر آپ سب کچھ نہایت ہی ---------------------------- خندہ پیشانی سے سنتے اور نہایت مناسب جوابات عنایت فرماتے تھے۔

غرض کہ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ نہایت مکمل ہے جس گوشہ کو اٹھا کر دیکھئے۔ اپنی نظیر آپ ہوگا۔

رفقار کار کے ساتھ

دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ آپ کے محبوب ترین ادارے تھے ان دونوں اداروں کے کارکنان حضرتؒ کی رفاقت پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے ان دونوں اداروں کے کارکنان حضرت کی وجہ سے مطمئن تھے تقسیم کار تو ضرور ہوتی تھی لیکن تکمیل کار حضرت کے دم قدم سے تھی، جو کام بھی ادارہ آپ کے سپرد کرتا اس کی انجام دہی میں دن رات ایک کر دیتے تھے، چنانچہ جمعیۃ نے تحریک آزادی کے سلسلے میں متعدد قرار دادیں منظور کیں، ان سب کو پایہ تکمیل کو پہونچانے والے آپ ہوتے تھے، اگر خدام کبھی عرض کرتے حضرتؒ کچھ آرام کر لیجئے یا اس وقت غنڈوں کی طرف سے خطرہ ہے کہ کہیں آپ پر حملہ کر دیں (متعدد بار آپ پر حملہ ہوئے اور قتل کرنے کی ناپاک کوششیں کی گئیں) لیکن آپ یہی فرما دیتے تھے میں جمعیۃ کا ادنیٰ خادم ہوں جمعیۃ نے جو کام میرے سپرد کیا ہے اس کو انشاء اللہ ضرور پورا کروں گا چاہے جو کچھ ہو۔

کسی ادارہ میں جب بہت سے آدمی کام کرنے والے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے پہ کام کو ٹالنے لگتے ہیں اور طرح طرح کے اعذار پیش کرنے لگتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

کہ ابھی ابھی اسکیمیں فیل ہو جاتی ہیں اوّل تو آپ نے کبھی ایسا موقعہ پیدا نہیں ہونے دیا۔ اور اگر کبھی ہو بھی گیا تو بڑھ کر آپ نے خود اس کام کو پورا کر دیا۔ تقسیم ہند سے پیشتر ضلع گونڈہ گاؤں میں جمعیۃ کا جلسہ تھا حضرتؒ نے فرمایا کہ فلاں فلاں چلا جائے، چنانچہ ان لوگوں نے اپنے اپنے اعذار بیان کر دیئے۔ تب حضرتؒ نے فرمایا کہ جب کوئی نہیں جاتا تو میں جاتا ہوں اور دیکھوں کہ جلسہ کامیاب ہوتا ہے کہ نہیں۔ یہ دیکھ کر سب ہی ساتھ ہو لئے اور جلسہ نہایت شاندار طریقہ پر کامیاب ہوا۔ (از مولانا سلطان الحق)

۱۳۷۱ھ میں دارالعلوم کی مجلس علمیہ نے طے کیا کہ مدرسین رات کو طلبا کے حجروں کا گشت کیا کریں اور پتہ لگائیں کہ طلبا رات کو پڑھتے ہیں یا سو جاتے ہیں چنانچہ مدرسین کی جماعتیں بنا دی گئیں، چنانچہ حضرت بھی باوجود رات کو دیر تک درس دینے کے اور مدرسین کی طرح گشت کیا کرتے تھے۔ چند دن کے بعد تمام اساتذہ نے عرض کیا۔ حضرتؒ آپ ضعیف ہیں آپ گشت نہ کیا کریں۔ آپ کی باری میں ہم لوگ کام کیا کریں گے چنانچہ بڑی مشکل سے اس کو منظور کیا۔

اگرچہ آپ کے سپرد صرف درس ہی کی خدمت تھی لیکن دارالعلوم کے تمام شعبوں کا خیال رکھتے تھے اور اسفار سے ہزاروں روپیہ وصول کر کے دارالعلوم کے لئے لاتے تھے۔ لیکن آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں دارالعلوم کا اتنا کام کرتا ہوں۔

علاوہ ازیں عمر اور فضل و کمال کے اعتبار سے آپ سب سے بڑے تھے۔ لیکن بایں ہمہ آپ مہتمم صاحب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ ہمارے افسر ہیں اور میں تو ان کا ادنیٰ درجے کا خادم ہوں، غرض کہ ہر دو ادارے آپ کے دم قدم سے تر و تازہ تھے۔ گویا کہ آپ ان دونوں اداروں کی روح رواں تھے، ہر دو ادارے اپنے اس

مردِ مجاہد کو تا بقا و قیام یاد رکھیں گے ؎

دِل ہمارے یاد عہدِ رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں

مخالفین کے ساتھ اس عنوان کو پیش کرنے میں مجھے غیر معمولی الجھنوں اور کش مکش کا سامنا کرنا پڑا ہے جس کی وجہ سے اس عنوان کو کافی تاخیر سے لکھا۔ حضرتؒ کی سیرت کا تقاضہ تھا کہ اس عنوان کو پیش کرنا چاہیئے لیکن حضرت شیخ الاسلام کے اخلاق اور تعلیمات اسلامی کا تقاضہ تھا کہ مخفی رہے چونکہ حضرت نے اپنے مخالفین و معاندین کو راحت اور نفع پہونچایا ہے اس لئے سیرت نگار کو بھی لازم ہے کہ حضرتؒ کے اس گوشہ حیات کو پیش کرنے میں ایذا رسانی کا سبب نہ بنے اس وجہ سے ہم نے ان تمام واقعات کو حذف کر دیا ہے کہ جن سے ادنیٰ درجہ کی ایذا رکا وہم بھی تھا۔ لیکن واقعات اور حالات کی نوعیت بیان کرنے کے سلسلہ میں ملک کے مایۂ ناز عالم مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کے بیان کا اقتباس پیش کرتا ہوں مولانا فرماتے ہیں۔

> مولانا کی اس صفت اور خصوصیت کا اندازہ انکے مکارم اخلاق سے ہوتا کہ دوسروں کو حتیٰ کہ معاندین و مخالفین کو نفع پہنچانے کی کوشش کرتے خود تکلیف برداشت کر رہے ہیں لیکن دوسروں کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی فکر کر رہے ہیں...... اور یہ ہی نہیں جنھوں نے ان کو تکلیفیں پہونچائیں مولانا نے ان کے ساتھ سلوک اور احسان کیا اور ہمیشہ نفع رسانی اور خدمت کی فکر میں رہتے اور جب بھی اور جس طرح بھی موقعہ ملا اس کو نفع اور آرام

پہونچایا ہے دوسروں سے اگر اسکو کام پڑا ہے تو سفارش کی ہے خود جا سکے تو جا کر کی ہے۔ پیغام کے ذریعہ ممکن ہوا تو پیغام بھیجا ہے — براہ راست مخالفین کو ضرورت پڑی تو ان کی ضرورت پوری کی اور ایکے عزیزوں میں سے کسی کو ضرورت ہوئی تو ان کی کاربرآری کی اور ان کے واسطے اپنے معاندین کی راحت رسانی کی انھوں نے اپنے مخالفین و معاندین کو معاف بھی کیا ہے اور ان کے لئے دعا رہبی کرتے تھے۔ (مدینہ ۹ رجنوری ۵۸ء)

مولانا ندوی صاحب نے اس مختصر عبارت میں اس باب کے سینکڑوں واقعات کی طرف اشارہ کر دیا ہے حضرت شیخ الاسلامؒ کے مخالفین کی شرمناک اور مجنونانہ ریشہ دوانیاں اسقدر ہیں کہ ان پر مستقل ایک رسالہ مرتب ہو سکتا ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ان واقعات کو دیکھا جائے تو ہر واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے سانچہ میں ڈھلا ہوا ملے گا، وہی عفو وکرم وہی خیر خواہی ویسی ہی دعا اور راحت رسانی اور کاربرآری کے اچھوتے نمونے حضرت شیخ الاسلام کی حیات میں ملیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس باب میں بھی حضرت شیخ الاسلامؒ حضور علیہ السلام کی سنت کے کامل متبع ہیں۔

جنات کے ساتھ

ایک دن صبح کی نماز میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کی ایک جماعت ادھر سے ہو کر گذری۔ صبح کے سہانے وقت میں قرآن پاک کے دلکش الفاظ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری آواز نے انکے دلوں کو موہ لیا اور خدائی کلام نے ان کے دل میں گھر کر لیا اس واقعہ کو قرآن پاک نے اس طرح بیان کیا ہے۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (الآیۃ)

آپ فرمادیں کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ اس کلام کو جنات کی ایک جماعت نے سُن کر کہا کہ ہم نے قرآن عجیب کو سُنا جو کہ بھلائی کی ہدایت کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں۔

لوگ آج کل جنات کے مسخر کرنے کے لئے طرح طرح کے عملیات کرتے ہیں اور مشقتیں اٹھاتے ہیں مگر کچھ نہیں ہوتا لیکن اللہ والوں کے یہاں جنات خادمانہ حاضر ہوتے ہیں اور رشد و ہدایت پاتے ہیں حضرت شیخ الاسلامؒ کے درس حدیث میں جنات بھی شریک ہوتے تھے۔ چند مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہے کہ کسی حدیث پر تقریر کرتے کرتے حضرت پشت کی جانب رُخ کرکے فرماتے "لا، ایں" گویا کہ کسی کا سوال سُن رہے ہیں۔

مولانا محمد فاروق صاحب بجنوری فرماتے ہیں کہ میرے کمرے میں محمد عُمر مونگیری نام کا ایک جن رہتا تھا اس کے جن ہونے کا انکشاف اس طرح ہوا کہ ایک دن میں نے طاق میں رکھی ہوئی ماچس اس سے اٹھوائی تو اس نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے بہت زیادہ لمبا ہاتھ کرکے اٹھادی، میں یہ دیکھ کر ڈر گیا اور بھاگ کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب ماجرا کہہ سُنایا تب آپ نے ارشاد فرمایا اچھا آج اس نے اپنے آپ کو ظاہر کردیا خیر گھبرانے کی بات نہیں وہ بھی تم ہی جیسا طالب علم ہے اسکے بعد جب میں اپنے کمرے میں آیا تو وہ غائب تھا اور اس کے بعد اس کو دارالعلوم میں نہیں دیکھا

اس قسم کے متعدد واقعات ہیں لیکن ان کی سندیں ضعف ہونیکی وجہ سے بیان نہیں کیا ہے۔ انشاء اللہ کبھی وقت تحقیق کرکے پیش کیا جاسکے گا۔

مقاماتِ عالیہ

یا

اخلاقِ باطنہ

مقامات عالیہ یا اخلاق باطنہ

اخلاقِ باطنہ مذکورہ سطور میں ہم نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے چند اخلاق ظاہرہ کا تذکرہ بقدر اپنی معلومات کے مختصراً کیا ہے مندرجہ ذیل سطور میں اخلاقِ باطنہ کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا ہے۔

اخلاق باطنہ دراصل ایک قوت ہے جو قلب انسانی پر منجانب اللہ نائز کی جاتی ہے جس کی وجہ سے اچھے اطوار، خوش معاملگی اور دوسرے اخلاقِ ظاہرہ کا ظہور ہوتا ہے۔ گویا کہ اخلاقِ ظاہرہ پرتو اور عکس ہوتے ہیں اخلاقِ باطنہ کا۔ سخاوت، شجاعت، عدل و انصاف۔ شرم و حیا۔ ہمت و صبر و استقلال۔ خودداری و استغنا وغیرہ وغیرہ اور بہت سی صفاتِ محمودہ ہیں جن کو میں نے اخلاقِ باطنہ میں شمار کیا ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے جہاں اور اوصاف جلیلہ ہیں وہاں آپ کے اخلاقِ باطنہ کا وہ مقام ہے کہ اس کا ادراک کرنے کے لئے بھی انہی جیسی استعداد اور کمالات کا آدمی ہونا چاہیئے چنانچہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری (جو بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں) ارشاد فرماتے ہیں۔

بھائی حضرت شیخ مدنیؒ کا ذکر کیا پوچھتے ہو۔ پہلے تو ہم یوں ہی سمجھتے رہے مگر وقت کی نزاکتوں اور ہنگامہ آرائیوں میں جب ہم نے اس مردِ مجاہد کو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو جہاں شیخ مدنیؒ کے قدم تھے وہاں اپنا سر پڑا دیکھا۔ اجی! حضرت اس وقت ہر دو منصب پر فائز المرام ہیں (تکوینیات و تشریعات) (مقدمہ مکتوباتِ شیخ الاسلام)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

اپنی جماعت میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے حسن تدبر کا اور مولانا حسین احمد صاحب کے جوشِ عمل کا معتقد ہوں (آگے فرماتے ہیں) بھائی میں ان جیسی ہمت مردانہ کہاں سے لاؤں (الخ مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلامؒ)

زہد و تقویٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے لئے رخصت کرتے ہوئے فرمایا۔

اِنَّ اولی النّاس بی المتقون	قریب ترین مجھ سے متقی حضرات ہیں خواہ وہ
من کانوا وحیث کانوا (الحدیث)	کوئی ہوں اور کہیں بھی ہوں

اسی طرح قرآن پاک کی متعدد آیات اور احادیث رسول صلعم میں زہد کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم حضرت شیخ الاسلامؒ کے زہد و تقویٰ کو بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت زہد اور تعریف زہد کو بیان کر دیا جائے تاکہ حضرتؒ کی زاہدانہ اور متقیانہ زندگی آسانی سے سمجھ میں آسکے اور زہد و تقوے میں آپ کا مقام بھی معلوم ہو جائے۔

عام طور سے یہ چیز ذہنوں میں جگہ پکڑے ہوئے ہو کہ نہ کھانا نہ سونا۔ نہ شادی بیاہ کرنا اور نہ اچھا لباس ہی پہننا یہی زاہدانہ زندگی ہے اگر کسی نے یہی سمجھا ہے تو سخت غلطی کی ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

وقد قال قائلون لا معنی	کہنے والوں نے کہا ہے کہ اصل نکاح اور کثرت نکاح
للزھد فی اصل النکاح و	زہد کے منافی نہیں ہے یہی مذہب سہل بن عبداللہ کا ہے
لا فی کثرتہ والیہ ذھب	فرماتے ہیں جب کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام

سہل بن عبد اللہ وقال
قد حبب الی سید الزاھدین
النساء فکیف نزھد فیھن
ووافقه علی ھذا القول ابن عیینة
وقال کان ازھد الصحابة علی ابن
طالب رضی اللہ عنه وکان له اربع
نسوة وبضع عشرة سریة الخ

زاہدوں کے سردار پر یہ کچھ عورتیں مرغوب تھیں تو ہم کس طرح
سے ان سے پرہیز کریں اور اس کے خلاف کرنے کو زہد
سمجھیں اسی قول سے ابن عیینہ نے موافقت کی ہے
اور فرمایا ہے کہ تمام صحابہ رض میں زہد میں حضرت علی رض بڑھے ہوئے
تھے لیکن آپ کے نکاح میں چار بیویاں رہیں اور ساتھ
ہی دس سے زائد باندیاں بھی تھیں۔

اسی طرح سے شاید گھر بار نہ بنانے میں زہد ہو تو حضور علیہ السلام نے بھی اہل بیت
کے لیے حجرے تعمیر کرائے ہیں، غرض کہ تارک الدنیا ہو جانا اور مخلوق الٰہی سے کنارہ کشی
کا نام زہد نہیں ہے. بلکہ امام غزالی رح فرماتے ہیں۔

ھو عبارة عن انصراف الرغبة عن
الشیٔ الی ما ھو خیر منه فکل من
عدل عن شیٔ الی غیرہ بمعاوضة
وبیع وغیرہ فانما عدل عنه
لرغبته عنه وانما عدل الی غیرہ
لرغبته فی غیرہ الخ احیاء ص ۲۱۱ ج ۴

زہد نام ہے کسی چیز سے اپنی رغبت ہٹا لینے کا اس چیز
کی طرف جو اس سے بہتر ہے لہٰذا جو آدمی کسی چیز کی طرف
سے رغبت ہٹا کر معاوضہ یا بیع وغیرہ کے ذریعہ سے
دوسری چیز کی طرف رغبت کرے تو وہ اپنی رغبت سے
ایک چیز کو چھوڑ کر اپنی دوسری مرغوب فیہ چیز کی طرف
گیا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی مرغوب فیہ چیز کو محض آخرت کے نفع کے لئے ترک کر دینا اور
دنیاوی مفاد کو دل میں جگہ نہ دینا یہ زہد ہے۔ لہٰذا اس مختصر تمہید کے بعد حضرت شیخ
الاسلام رح کی زاہدانہ زندگی ملاحظہ فرمائیے

آپ نے جہادِ حریت میں برسوں جہاد کیا اور ایسی خدمات انجام دیں کہ

کسی دوسرے لیڈر کو اس کی ہوا بھی نہ لگی ہوگی لیکن جب حکومت کے عہدے تقسیم ہونے کا نمبر آیا تو سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی اور بقول سید احمد شہید رح حکومت کے عہدے ان کو ملیں جن کو حکومت کی طلب ہو... آپ نے حکومت کے مقابلے میں دلق پوشی اور بوریہ نشینی کو پسند کیا، بلکہ حکومت کی طرف سے اعزاز کی پیش کش کی گئی اور آپ کو پدم بھوشن کا خطاب دیا تو حضرت رح نے شکریہ کے ساتھ اس کو واپس کردیا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں یا مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رح کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دربار خلافت سے پیش کیا گیا لیکن آپ نے صاف انکار کردیا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، اس کے مقابلہ میں برسوں کی قید و بند کی مصیبت برداشت کی لیکن دنیاوی اعزاز کو قبول نہ کیا، بلکہ آخرت کے اعزاز کے متلاشی رہے، ایسے ہی حضرات کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا (الآیۃ)	یہ آخرت کا گھر ان ہی لوگوں کے لئے ہم نے منتخب کیا ہے جو زمین میں کسی بلندی کے خواہاں نہیں اور نہ اس میں فساد کرتے ہیں۔

آپ جب تک حیات رہے دارالعلوم سے بقدر کارگذاری تنخواہ لیتے بلکہ حق خدمت سے بھی کم جتنے دن پڑھانا اتنے ہی ایام کی تنخواہ لینا۔ اور بہت سے مہینے ایسے گذر جاتے تھے کہ ان میں ایک پیسہ بھی تنخواہ نہیں ملتی تھی۔

دارالعلوم دیوبند کا دستور ہے کہ اگر ملازم بیمار ہو تو اس کو ایک ماہ کی رخصت مع تنخواہ ملتی ہے اور پھر نصف تنخواہ کے حساب سے ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ الاسلام رح تقریباً ۴ ماہ یا اس سے کچھ زائد بیمار رہے لیکن ایک پیسہ تنخواہ کا نہ لیا

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ہر چند چاہا کہ قبول فرمالیں لیکن صاف انکار کر دیا۔ ابوسلیمانؒ فرماتے ہیں۔ فکل من ترک الدنیا شیئًا مع القدرۃ علیہ خوفًا علی قلبہ وعلی دینہ فلہ مدخل فی الزھد (احیاء)

جس نے تھوڑی سی دنیا بھی باوجود قدرت کے اپنے قلب اور دین کا خوف سمجھتے ہوئے ترک کر دی۔ پس اسی کو زہد میں دسترس ہے اور وہ زاہد ہے

آپ ہمیشہ ضرورت کے مطابق دنیا کی اشیاء کو اختیار کرتے اور باقی سب راہ خدا میں مہمانوں پر اور غرباء اور مساکین پر صرف کر دیتے تھے اور حقیقتاً یہ زہد کا نہایت اعلیٰ درجہ ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زندگی کو ملاحظہ فرمایئے خلیفہ وقت ہیں لیکن اپنے لئے کچھ نہیں حتیٰ کہ ایک خادمہ بھی گھر کے کام کاج کے لئے نہیں اس کا نام زہد ہے یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔

علامۃ الزھد السخاء بالموجود (احیاء)

جو کچھ موجود ہو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا زہد کی علامت ہے۔

زہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد!

زہد کی یہ شان حضرت شیخ الاسلامؒ کے یہاں ملے گی، دنیا پرست زاہدوں یا زاہدانِ خشک میں نام کا زہد ہوتا ہے کہ اپنے زہد میں دنیا کو لے ڈوبتے ہیں بقدر کفاف لینا یہ زہد کا اعلیٰ معیار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

من طلب الدنیا حلالًا استعفافًا عن المسئلۃ وسعیًا علی اھلہ وتعطفًا علی جارہ

جس نے دنیا کو حلال ذریعے سے سوال سے بچنے کی غرض سے اپنے اہل وعیال اور پڑوسیوں کی امداد کے لئے حاصل کیا وہ قیامت میں اس حالت اللہ سے ملاقات

لقی اللہ تعالیٰ یوم القیمۃ ووجھہٗ مثل القمر لیلۃ البدر (الحدیث) (رواہ البیہقی) کرے گا کہ اس کا چہرہ بدر کامل کی طرح منور ہوگا۔

اس حدیث کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا مقام زہد ملاحظہ فرمایئے اور حضرت کی مدینہ منورہ کی زندگی ملاحظہ فرمایئے۔ غربت کی وجہ سے گھر بھر کی حالت یہ ہے کہ صرف تین پاؤ مسور کی دال کا پانی اور ایک درجن سے زائد کھانے والے اسی حالت میں مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ کے والد صاحب کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ٹیوشن قبول کر لیا جائے لیکن برابر انکار کرتے رہے۔ بالآخر مفت پڑھانا گوارہ کیا اور تعریف یہ کہ کسی کو اس حالت کا علم نہ ہوا۔ حضرتؒ کی مدینہ منورہ کی یہ زاہدانہ زندگی حضور علیہ السلام کی اس زندگی میں ملاحظہ فرمائیں۔

قالت عائشۃؓ کانت تاتی علینا اربعون لیلۃ وما یوقد فی بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصباح و لا نار قیل لھا فیما کنتم تعیشون قالت بالاسودین التمر والماء (طبرانی) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہمارے اوپر چالیس چالیس راتیں گذر جاتی تھیں کہ نہ گھروں میں چراغ جلتا تھا اور نہ آگ۔ کسی نے سوال کیا کہ پھر کس طرح گذران ہوتی تھی فرمایا۔ کھجوروں اور پانی پر۔

چنانچہ حضرت شیخ الاسلام کے گھر میں بھی کافی عرصہ تک تربوز کے چھلکے، مسور کی دال کا پانی اور کھجوروں پر ہی گذر اوقات کی گئی ہے یہ ہے زہد و تقویٰ کہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہیں میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلام کے بارے میں طے کر لیا تھا کہ ان کو فنا فی الرسول کا اعلیٰ مقام عنایت فرمانا ہے۔ سو اس قسم کے حالات پیدا کر دیئے اور ایسا ہی زہد عنایت فرمادیا! ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کے بعد میں ہر خاص و عام سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ غور فرمائیں اور مندرجہ ذیل علامات زہد کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے زہد کا مقام دریافت کریں

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔

علامۃ الزھد ثلاثۃ عمل بلا علاقۃ و قول بلا طمع وعز بلا ریاسۃ (احیاء العلوم ص۲۳۰ ج ۴)

زہد کی علامتیں تین ہیں۔ عمل بلا کسی علاقہ کے ہو قول بلا لالچ کے ہو اور عزت بلا ریاست کے ہو یعنی حکومت ہو (احیاء العلوم ص۲۳۰ ج ۴)

آیئے ان تینوں علامتوں کی روشنی میں ذرا حضرت شیخ الاسلامؒ کو دیکھیں برسوں جنگ آزادی لڑی۔ تقریریں کی لیکن کیا حکومت کے لالچ کی وجہ سے؟ ہرگز نہیں۔ پھر رہا اد عزت کہ کسی بادشاہ کو بھی میسر نہ ہوگی۔ سب جانتے ہیں کہ والی حجاز ابن سعود، جواہر لال، صدر جمہوریہ کس طرح آپ کے سامنے گردن جھکائے رہتے تھے۔ حضرتؒ جس طرف کو نکل جاتے تھے بلا اطلاع کے اسٹیشنوں پر پرے کے پرے موجود، غرض کہ ایسی عزت و مقبولیت عامہ صدیوں گذرنے کے بعد کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے ؎

قبولیت اس کو کہتے ہیں، مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسفؑ ثانی

توکل

مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔

جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کفالت کرتا ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت شریفہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ توکل اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے کا نام ہے اور یہ بات اس کو میسر ہوگی جس کا ایمان نہایت کامل ہوگا یوں

چھوٹا سا توکّل تو ہر انسان کو حاصل ہوتا ہے، ہماری غرض معمولی توکّل سے نہیں بلکہ اس توکّل سے ہے جو محمود اور مطلوب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

عجباً لامر المؤمن ان امرہ کلہ خیر ولیس ذٰلک لاحد الا للمؤمن ان اصابتہ سرآء شکر فکان خیراً لہ وان اصابتہ ضرآء صبر فکان خیراً لہ۔ الحدیث (رواہ مسلم)

اس مومن کے تمام افعال قابل ستائش ہیں جو سب کے سب خیر ہی ہوں اور یہ بات اسی مومن کو حاصل ہوتی ہے کہ اگر کوئی راحت اس کو حاصل ہو تو شکر ادا کرے اور کوئی تکلیف یا مصیبت آئے تو صبر کرے ایسے مومن کے تمام امور خیر ہی ہوتے ہیں۔

توکل کا یہ مقام اسی آدمی کو میسر آتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ پر اتنا اعتماد اور یقین ہو کہ خوشی و رنج غرضکہ ہر حالت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہوئے راضی برضائے معبود حقیقی رہے۔ توکّل کا یہ اعلیٰ مقام حضرت شیخ الاسلامؒ کے یہاں پایا جاتا ہے۔

سید پور بھاگلپور کے دو مشہور واقعات جنکو آگے چل کر بیان کروں گا ہیں کہ دشمن جان لینے کی فکر میں ہیں لیکن دنیا کی یہ عظیم ترین ہستی اس وقت بھی مسکرا رہی تھی کسی خادم نے عرض کیا حضرت اب سفر کرنا موقوف فرمادیں۔ فرمایا کیوں، عرض کیا کہ حضور لیگی غنڈے آپ کی جان کے دشمن ہیں فرمایا ایک دفعہ مرنا ہے بار بار نہیں جس کی جان ہے جب چاہے لے لے ہم کو کیا عذر ہے۔

۱۹۴۶ء سے پیشتر جو غنڈہ گردی رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں حضرتؒ جس طرف جاتے تھے لیگی غنڈے، گالیوں، پتھروں اور لاٹھی ڈنڈوں سے استقبال کرتے تھے لیکن اس مجاہدِ اعظم مردِ جلیل نے کبھی جان کا خوف نہیں کیا بلکہ سر کو ہتھیلی

پر لئے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے پھرتے رہے۔ پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے سوا کوئی حفاظت کا سامان نہیں، نہ فوج نہ پولیس، نہ تلوار نہ بندوق بے سرو سامان اللہ کے بھروسے پر پھرتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کا یہ توکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زندگی میں یہ ملاحظہ فرمایئے۔

مکہ معظمہ ہے۔ ہر طرف جان کے دشمن ہیں نہ کوئی یار ہے نہ مددگار حتیٰ کے عزیز واقارب اور دوست واحباب نے ساتھ ہی نہیں چھوڑا بلکہ جان کے دشمن ہو گئے کوئی آدمی بیت اللہ میں نماز پڑھنے نہیں دیتا کوئی سجدہ کی حالت میں گردن پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال جاتا ہے۔ طائف جاتے ہیں تو وہاں پتھروں اور دیوانوں کو پیچھے لگا دیا جاتا ہے غرضیکہ جدھر جاتے ہیں جان کا خطرہ ہے کسی کا سہارا نہیں ہے صرف اللہ پر بھروسہ اور تکیہ کئے پھر رہے ہیں۔ اور فرائض رسالت انجام دے رہے ہیں

حضرت شیخ الاسلامؒ کی ۱۳۴۷ھ سے پیشتر کی متوکلانہ زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے کس قدر مشابہ ہے اس کا نام ہے فنا فی الرسول ہونا اور توکل علی اللہ، جب جان جیسی عزیز چیز کے بارے میں اتنا توکل ہے تو توکل علی المال کا کیا ٹھکانا ہو گا۔

سب جانتے ہیں کہ آپ کے یہاں سینکڑوں مہمانوں کا ہجوم ہوتا تھا لیکن کبھی گھبراہٹ نہیں برابر کھلاتے پلاتے اور لٹاتے رہتے تھے، پھر نہ کوئی جائداد ہے نہ حکومت نہ کسی حکومت سے وظیفہ مقرر ہے نہ جاگیر۔

میں نے بارہا دیکھا ہے ذرا سی چیز بھی سب کو بانٹ کر کھاتے تھے اور کبھی یہ

خیال نہیں کرتے تھے کہ چیز تھوڑی ہے کس طرح کافی ہوگی لیکن آپ کا توکل اتنا اونچا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسی میں برکت کرتا یا پھر کوئی دوسرا غیب سے انتظام فرما دیتا توکل کی یہ شان شاید دوسری جگہ نہ مل سکے گی۔

غالباً ۱۹۵۰ء یا ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب خزانچی و منتظم حضرت شیخ الاسلامؒ نے بقرہ عید کے موقعہ پر تقریباً تین سو روپیہ قربانی اور دیگر اخراجات کے لئے پس انداز کیا تھا اتفاق سے کوئی چور صندوقچی کو اٹھا کر لے گیا۔ جب حضرت کو اس کا علم ہوا تو فرمایا "قاری صاحب آپ نے توکل کے خلاف کیا تھا جب ہی تو چوری ہوئی، ملاحظہ فرمائیے۔ آج جبکہ ایک پیسہ کے گم ہو جانے پر ہم زمین آسمان ایک کر دیتے ہیں۔ تو تین صد روپیہ کی رقم اس فقیر آدمی کے لئے کتنی بڑی ہے جس کی آمدنی محدود ہے لیکن شانِ توکل یہ ہے کہ حرفِ شکایت زبان پر نہیں آیا۔ آخری حج آپ کے توکل کا اعلیٰ ثبوت ہے چنانچہ آپ نے جب حج کا ارادہ کیا تو صرف آپ ہی حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے بلکہ گھر کے تقریباً ایک درجن افراد آپ کے ہمراہ گئے اور سب کا انتظام اللہ تعالیٰ نے کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے جس کام کا ارادہ کر لیتے تھے اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرما دیتا تھا خواہ اس کے لئے پہلے سے اسباب ہوں یا نہ ہوں۔

اس قسم کا توکل اسی مومن کو حاصل ہوتا ہے جس نے ہر طرح سے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا ہو اور من کان للہ کان اللہ لہ - کا مصداق بن گیا ہو۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کا مقام توکل اس آیت کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ

اللہ تعالیٰ توکل کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔

جب کبھی آپ کی طبیعت ناساز ہوتی، اوّل تو آپ اس کو اتنا چھپاتے کہ کسی کو پتہ نہ چلتا، نہ معلوم کتنی مرتبہ طبیعت ناساز ہوئی مگر کسی کو علم نہ ہوا، فالج کا حملہ ہوا تو بہت دیر کے بعد جاکر علم ہوا ایسے ہی لو کا حملہ ہوا تو اس وقت علم ہوا جبکہ آزار نجاست سے گندہ ہوگیا ایسی ہی مرض الوفات کا معاملہ ہے خدام اور متعلقین دوا کے لئے اصرار کرتے بمشکل تمام دوا استعمال فرماتے اور یہ فرمادیا کرتے تھے کہ کیا آپ لوگ علاج کے ذریعہ موت کو روک سکتے ہیں کیا ضرورت ہے دوا کی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ علاج ہی نہیں کرتے تھے اتباع سنت کی غرض سے علاج بھی کرتے تھے مگر بہت اصرار پر۔ اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نام نہاد متوکلین کی غلط فہمی کو دور کردوں امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

وقد یظن ان معنی التوکل ترك الکسب بالبدن وترك التدبیر بالقلب والسقوط علی الارض کالخرقة الملقاۃ وھذا ظن الجاھلین فان ذلك حرام فی الشرع	گمان کیا جاتا ہے کہ توکل ترک کسب اور ترک تدابیر کا نام ہے اور بوسیدہ کپڑے کی طرح جو زمین پر گرجائے ... کا نام ہے غلط ہے یہ جاہلوں کا گمان ہے اور یہ شریعت میں حرام ہے۔
احیاء العلوم صفحہ ۲۵۵ جزء ۴	(احیاء العلوم صفحہ ۲۵۵ جزء ۴)

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے کسب کرکے روزی حاصل کی ہے اور جو کچھ کمایا اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی صرف کیا اور اہل وعیال پر بھی صرف کیا یہی طریقہ حضرت شیخ الاسلامؒ کا تھا، انبیاء علیہ السلام کی اتباع کی غرض سے ملازمت کی اور سب جانتے ہیں کہ آپ کو ملتا ہی کیا تھا جو ملتا تھا اس کا کئی گنا قرض لینا پڑتا تھا، اپنے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے۔ بہرحال

حضرت شیخ الاسلامؒ اعلیٰ مقام کے متوکلین میں سے تھے۔

تسلیم و رضاء یہ وہ مقام ہے کہ جس کو صوفیا اپنی اصطلاح میں فنافی اللہ کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی معمولی مقام نہیں ہے لہٰذا قبل اس کے کہ ہم حضرت شیخ الاسلامؒ کے مقام فنائیت یا تسلیم و رضاء کو بیان کریں ضروری ہے کہ مقام فنائیت یا تسلیم و رضا کی ضروری تشریحات کر دیں تاکہ حضرت شیخ الاسلامؒ کا مقام فنائیت عقیدت سے نکل کر حقیقت کے درجے میں آجائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مقام فنائیت یا تسلیم و رضا کو اس طرح بیان فرمایا ہے ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین الآیۃ میری نماز اور قربانی۔ میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔

صوفیا کرام رحمہم اللہ نے اسی چیز کو اپنی زبان میں اس طرح بیان کیا ہے۔

ویقال الشوق نار اللہ اشعلها فی قلوب اولیائه حتے تحرق بها مافی قلوبهم من الخواطر والارادة والعوارض الحاجات الخ احیاء جلد ۳ صفحہ ۳

شوق (تسلیم و رضا) اللہ تعالیٰ کی محبت کی آگ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب میں جلاتا ہے کہ اسکی وجہ سے قلوب میں اللہ کے سوا ارادے اور وساوس اور حاجتیں وغیرہ جل جاتی ہیں یعنی ختم ہو جاتی ہیں

جب مشاہدہ حق میں یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو وہ انسان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق ہو جاتا ہے۔

کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به ۔ رواہ البخاری

میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے اسی مقام کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا ہے

۱؎ متشرعین حضرات اس ترجمہ سے ناراض نہ ہوں یہی ترجمہ امام غزالی نے کیا ہے

وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ ۔ الآیۃ۔ — جب آپ نے دشمنوں کی طرف ایک مٹھی ریت پھینکا وہ آپ نے نہیں پھینکا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا

الحاصل مقام تسلیم و رضا یا فنا فی اللہ نہایت اونچا اور بلند مقام ہے اور انسان کے غایت درجہ تقرب الی اللہ پر دلالت کرتا ہے، اسی مقام کو شریعت کی اصطلاح میں مقام عبودیت کہتے ہیں جب کسی انسان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی عظمت رچ جاتی ہے تو اس کو اپنی بندگی کا احساس ہر آن رہنے لگتا ہے اور اس کا کوئی فعل یا عمل مرضیات باری کے خلاف نہیں ہوتا۔ اور یہ کیفیت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تصور ہمہ وقت اور اپنی مجبوری ہمہ وقت مستحضر رہے یہی انسان کی معرفت ہے جس کے بارے میں فرمایا ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ ۔ — جس نے اپنی عبدیت کو محسوس کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی۔

اور یہ بات اسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ نہ اپنا سونا، سونا نہ اپنا جاگنا جاگنا نہ اپنی راحت راحت نہ اپنی حاجت، حاجت نہ اپنا ارادہ ارادہ، اسی چیز کو ان صلاتی و نسکی محیای ومماتی للہ رب العالمین میں بیان کیا ہے۔ جب یہ حالت اور کیفیت کسی بندہ کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے اعلان ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون — خبردار ہو جاؤ کہ اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

اس مختصر تمہید کے بعد قدرے تفصیل کرامات کے ذیل میں ملاحظہ فرمائے گا۔

اب حضرت شیخ الاسلامؒ کے مقام تسلیم و رضا یا فنا فی اللہ یا مقام عبودیت کو ملاحظہ فرمائیے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے تو انھوں نے عرض کیا کہ

نصبر علی البلاء ونشکر علی الرخاء — بلایا پر صبر کرتے ہیں اور فراخی میں شکر کرتے ہیں اور

ونرضی بمواقع القضاء الحدیث — اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہتے ہیں۔

بادی النظر میں صبر اور شکر نہایت معمولی چیز معلوم ہونگے لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ بلایا اور مصائب میں صبر حقیقی کرنا اور فراخی و کشادگی میں شکر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر اظہار رضامندی کرنا نہایت ہی دشوار ہے میں ان تینوں الفاظ کا ترجمہ غلامانہ ڈیوٹی کے انجام دینے سے کرتا ہوں اور میرے خیال میں یہی ترجمہ صحیح معلوم ہوتا ہے جسکو احیاء العلوم کی مذکورۃ الصدر عبارت میں بیان کر چکا ہوں۔

چنانچہ حضرت شیخ الاسلام رح نے مصائب اور بلایا پر جس طریقہ سے صبر کیا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مصائب اور بلایا میں مسکراتے ہوئے آپ ہی کو دیکھا ہے۔

آپ مالٹا میں مقید تھے کہ مدینہ منورہ میں لخت جگر اور محرم راز کا انتقال ہو گیا۔ اور برادر حقیقی اور والد محترم کا انتقال اڈریانوپل میں ہو گیا تب اُف نہ کیا۔

قیام مدینہ منورہ میں بھوکے پیاسے رہے لیکن کسی سے اظہار نہ کیا اور اپنی وضع داری پر قائم رہے، ہندوستان کی جنگ آزادی میں قید و بند کی سختیاں برداشت کیں، کبھی کسی سے ان مصائب کا تذکرہ بھی نہ کیا لیگی غنڈوں نے پتھروں اور تلواروں سے حملہ کیا تب مسکراتے رہے، اس کا نام ہے بلایا اور مصائب پر صبر، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا اور رجوع عامہ کا

کا سلسلہ شروع ہوا تو ہمہ وقت شکر پروردگار اور ذکر و شغل میں اور درس و تدریس میں مشغول رہے اور قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق بن گئے۔

یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ	اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور ذکر و فکر میں دن رات مشغول
وَلَا یَفْتُرُوْنَ (الآیۃ)	رہتے ہیں اور کسی وقت اس سے غافل نہیں ہوتے۔

نہ حضرت کو طول طویل اسفار اس سے مانع رہے اور نہ لوگوں کا اژدہام ہی حائل ہوا۔ دو دو تین تین بجے تک تقریر کا سلسلہ رہا، دنیا بستروں کو تلاش کرتی یہ مجاہد جلیل ہاتھ باندھ کر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو جاتا۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب قلب پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آدمی مقام رضا کو حاصل کرتا ہے اس حالت میں وہ اپنی تکلیف کو تکلیف محسوس نہیں کرتا بلکہ:

اَحَدُھُمَا ان یبطل الاحساس	اس کا احساس الم کا ادراک کرنے سے باطل ہو جاتا
بالالم حتی یجری علیہ المولم	ہے یہاں تک کہ اس کو کوئی تکلیف پہونچی ہو تو اس کا
ولا یحس وتصیبہ جراحۃ	احساس نہیں ہوتا اور کوئی زخم پہونچا ہے تو اس کا
ولا یدرک الالم (احیاء ج ۴ ص ۳۳۷)	ادراک ہی نہیں ہوتا

جیسا کہ انتہائی خوف کی حالت میں یا غصہ کی حالت میں کوئی زخم ہو جائے یا چوٹ لگ جائے تو پتہ ہی نہیں چلتا بلکہ اس وقت معلوم ہوتا ہے جب خون نکل آتا ہے چنانچہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں منقول ہے کہ حالتِ نماز میں ہیں، دشمن تیر پہ تیر مارتا ہے، مگر مشاہدہ حق میں اس قدر مشغول ہیں کہ تکلیف کا احساس ہی نہیں چنانچہ حضرت علیؓ کے بارے میں منقول ہے کہ تیر نماز کی حالت میں لگتا پتہ نہیں چلتا تھا۔

جب نماز سے فارغ ہوتے تو معلوم ہوتا اور درد محسوس ہوتا۔ ایسے ہی دوسرے صحابہؓ کے بارے میں ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السّلام کے مشاہدہ جمال میں مستغرق ہو کر اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ   انھوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ زنانِ مصر کو زلیخا نے مدعو کیا تھا۔ اور ایک ایک پھل اور چھری ہر ایک کے ہاتھ میں دیدی اور پھل تراشنے کو کہا اور ادھر یوسف علیہ السّلام کو پردہ سے باہر نکالا تو زنانِ مصر ایسی مبہوت ہوئیں کہ اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور احساس نہ ہوا۔

لہٰذا اندازہ لگائیے کہ جب انسانی حسن وجمال میں مستغرق انسان اپنے احساس اور ادراک کو کھو بیٹھتا ہے تو جن حضرات کو اللہ تعالیٰ کے حسن وجمال وتجلیات وانوار کا مشاہدہ حاصل ہے ان کا کیا عالم ہوگا، ظاہر ہے ان کی حالت ہمارے خیال ووہم میں بھی نہیں آسکتی۔ جیسا کہ ابھی آپ نے صحابہ کرامؓ کے واقعات میں ملاحظہ فرمایا۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے ایک مرتبہ میرٹھ اسٹیشن پہ مغرب کی نماز ادا کی۔ اِدھر نماز کی نیت باندھی اُدھر گاڑی نے سیٹی دیدی جو جلد باز حضرات تھے نیت توڑ توڑ کر گاڑی میں سوار ہوگئے۔ لیکن حضرت نے نہایت اطمینان سے نماز ادا فرمائی اور دعا مانگ کر گاڑی میں سوار ہوئے۔ خدام میں سے کسی نے حضرت سے سوال کیا۔ حضرتؒ! ہم لوگوں کو سیٹی کی آواز سنکر اتنی ہیبت اُبی کیوں ہوگئی تھی؟ حضرتؒ نے فرمایا بھائی اگر میں بھی سیٹی کی آواز سنتا تو میری بھی ایسی ہی حالت ہو جاتی۔

ملاحظہ فرمایئے۔ نماز میں اتنا استغراق کہ سیٹی کی آواز ہی کان میں نہیں پہونچی اس کا نام ہے جو اس کا مشاہدہ الٰہی میں معطل اور بیکار ہو جانا ہے۔

ان المحبۃ للرحمٰن اسکرنی ٭ وھل رایت محبا غیر سکران

امام غزالیؒ نے مذکورۃ الصدر عبارت میں فرمایا ہے کہ اس مقام پر پہونچ کر انسان اپنے ارادہ پر بھی قادر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث اور آیت شریفہ سے ظاہر ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رائے پوری صاحب مدظلہٗ اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ دیوبند حضرت کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ دونوں حضرات نے حضرت سے درخواست کی کہ حضرت اب آپ بہت ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں اسفار بند کر دیجئے۔ حضرت نے جواب دیا کہ اگر میرے بس کی بات ہو تو اسفار بند کر دوں۔

ملاحظہ فرمایئے اسفار بند کرنے پر بھی آپ کو اختیار نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری طاقت اسفار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں

واما الثانی فھو ان یحس بہ ویدرک المہ ولکن یکون راضیا بہ بل راغبا فیہ احیاء ج ۴	دوسری قسم یہ ہے کہ درد اور تکلیف کا احساس تو ہو لیکن اس تکلیف سے راضی ہو بلکہ وہ درد اور تکلیف اسکی مرغوب فیہ بن گئی ہو۔

چنانچہ ایک مرتبہ خدام نے عرض کیا کہ حضرت اب آپ اسفار بند کر دیں اس لئے کہ لیگی غنڈے آپ کو اذیتیں اور تکالیف پہونچاتے ہیں اور جان کے دشمن ہیں تو فرمایا۔

بھائی تم کہتے ہو اس میں بڑی اذیتیں اور تکالیف ہیں، لیکن یہ اذیتیں اور

مصائب جو دی جاتی ہیں یا اٹھانی پڑتی ہیں میرے لئے عین راحت ہیں۔

(حیات شیخ الاسلام ص۲۲۶)

آخری زمانے میں مستقل گھٹنوں میں درد رہتا تھا لیکن برابر درس کے لئے دارالحدیث کی بالائی عمارت پر تشریف لیجاتے تھے اور کسی پر اپنی تکلیف کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔

جس سال فالج ہوا ڈاکٹر نے ٹھنڈی ہوا سے بچنے حتیٰ کہ گرمیوں میں بجلی کا پنکھا بھی استعمال نہ کرنیکی ہدایت کی لیکن جب درس حدیث میں تشریف لے جاتے تو طلبا سے فرماتے کہ آپ لوگ پنکھے کھول لیا کریں۔ مرض الوفات میں تین چار مہینہ مبتلا رہے اور تکلیف کا اثر . . . . . . چہرے . . . . . سے معلوم ہوتا تھا لیکن جب راقم الحروف عیادت کے لیئے حاضر ہوا تو فرمایا کہ میں تو بہت اچھا ہوں۔

ایک مرتبہ ٹانڈہ . . . . میں رمضان المبارک کے موقع پر دو ڈھائی گھنٹہ رات کو تراویح میں قرآن شریف تلاوت فرمایا اور حالت یہ کہ شدت کا بخار چڑھا ہوا تھا لیکن اسی مخصوص انداز اور اسی آواز سے تلاوت فرمایا جیسا کہ حالت صحت میں پڑھتے تھے۔ لوگوں کو اس وقت بخار کا احساس ہوا جب حضرت تراویح ختم کر کے زنان خانہ میں تشریف لیجانے لگے۔ تو قدموں میں معمولی سی لغزش تھی۔ اسی طرح مرض الوفات میں ڈاکٹر نے منع کر دیا کہ آپ باہر تشریف نہ لے جایا کریں لیکن باوجود انتہائی ضعف کے آپ مہمان خانہ میں تشریف لا کر نماز جماعت سے ادا فرماتے تھے ڈاکٹروں کا کہنا تھا ہمکو تعجب ہے کہ حضرتؒ کس طاقت کے ذریعے زندہ ہیں اس لیے کہ ہمارا فن یہ کہتا ہے کہ اس حالت میں آدمی زندہ نہیں رہتا لیکن حضرتؒ باوجود اس

حالت کے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ جماعت کے لئے تشریف لاتے تھے؛ کوئی عیادت کے لئے آتا اس سے ملاقات کرتے اور بات چیت کرتے تھے، حضرتؒ کے اس گوشۂ زندگی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے اس گوشے میں ملاحظہ فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں مبتلا ہیں، شدت کا بخار چڑھا ہوا ہے غش پر غش آرہے ہیں لیکن مسجد نبوی میں تشریف لا رہے ہیں۔

یہ ہے تکلیف کا احساس ختم ہو جانا اور معبود حقیقی کی رضا میں فنا ہو جانا اس کا نام ہے فنا فی اللہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خلیفہ حضرت شیخ الاسلامؒ سے روایت ہے کہ جیل کے ساتھیوں نے حضرت سے عرض کیا حضرت کوئی وظیفہ بتا دیجئے تاکہ یہاں سے رہائی ملے؛ چنانچہ حضرت جس کو وظیفہ بتلاتے وہ آزاد ہو جاتا؛ چنانچہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ حضرت آپ اپنے لئے بھی دعا کیجئے تو فرمایا کہ تسلیم و رضا بھی کوئی چیز ہے (از سید احمد شاہ)

میں عرض کر چکا ہوں کہ مقام تسلیم و رضا میں نہ اپنی خوشی، خوشی، نہ اپنا غم غم، بلکہ ہر حال میں محبوب حقیقی کی خوشی مدنظر ہوتی ہے اور ان کی تعمیل حکم ہی اپنا مقصود حیات ہوتی ہے ان کا ارادہ ہی اپنا ارادہ ہوتا ہے۔ یہ چیز بھی حضرت شیخ الاسلامؒ کی زندگی میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے؛ دنیا کے ماں باپ کا دستور ہے بلکہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اولاد کا شادی بیاہ کریں اور اس کی خوشی اپنی آنکھوں سے دیکھیں، چنانچہ مولانا محمد میاں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ حضرتؒ نے زمانہ اسارت ہی میں صاحبزادہ عالیجاہ مولانا محمد اسعد صاحب کا عقد کر دیا تھا۔ حضرت سے وجہ دریافت کی گئی تو مشکوٰۃ شریف کی مندرجہ ذیل حدیث سنادی

من ولد له ولد فلیحسن	جس شخص کے بچہ پیدا ہو اس کا فرض ہے کہ اس کا
اسمہٗ و ادبہ فاذا بلغ	اچھا نام رکھے اور ادب سکھائے اور جب بالغ ہو جائے
فلیزوجہٗ الخ (الحدیث)	تو اس کا نکاح کر دے۔ (ماخوذ حسین احمد منہج تربیت محمدیؐ)

ملاحظہ فرمایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کا کتنا بڑا اہتمام کیا ہے کہ اپنی خوشی کو حضور علیہ السلام کی خوشی میں اور حکم میں فنا کر دیا۔ اس کا نام ہے عبدیت اور فنائیت

تواضع وانکساری

مقام تسلیم و رضا اگرچہ تمام اوصاف حمیدہ کو محیط ہے لیکن ہم جن چیزوں کو اس عنوان کے ماتحت ذکر نہیں کر سکے ان کو یہاں ذکر کئے دیتے ہیں۔

سب سے پہلے آداب طعام کے سلسلہ میں عرض ہے، بڑے بڑے تعلیم یافتہ ان چیزوں سے واقف نہیں اور اگر واقف ہیں تو عامل نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات دوزانوں بیٹھ کر
ربما جثا للاکل علی رکبتیہ وجلس	کھانا تناول فرماتے اور کبھی کبھی ایک پیر کھڑا کر لیتے اور
علی ظہر قدمیہ وربما نصب رجلہ	بائیں پیر پر بیٹھ جاتے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں
الیمنٰی وجلس علی الیسریٰ وکان یقول لا اکل متکئا وانما انا عبد اکل	تکیہ لگا کر نہ کھاؤں گا میں تو عبد ہوں عبد کی طرح کھاتا ہوں
کما یاکل العبد واجلس کما یجلس العبد	اور عبد کی طرح بیٹھتا ہوں

معلوم ہوا کہ آداب طعام یا آداب نشست کو ملحوظ رکھنا یہ بھی آداب بندگی میں سے ہے اور عبدیت کی شان ہے، چنانچہ حضرت شیخ الاسلامؒ ہمیشہ دوزانوں بیٹھ کر

کھانا تناول فرماتے تھے اور بیٹھنے میں بھی اسی نشست کو اختیار کرتے تھے جو حدیث میں مذکور ہے، عام لوگ اگرچہ اس چیز کو معمولی تصور کریں گے لیکن عمل کے میدان میں اتر کر آئیں تو معلوم ہو جائے گا کہ اس فعل میں کتنی تواضع ہے۔

اسی طرح سے کھانا کھانے کے بعد برتن کو انگلیوں سے صاف کرنا اور چاٹنا اور دسترخوان پر طعام کے جو ریزے گر جاتے ہیں ان کو اٹھا کر کھا لینا، اس میں بھی انتہائی درجہ کی تواضع کے ساتھ اظہار احتیاج و بندگی ہے

قال صلے اللہ علیہ وسلم اذا وقعت لقمۃ احدکم فلیاخذھا ولیمط ما کان بھا اذی ولا یدعھا للشیطان ولا یمسح یدہ بالمندیل حتی یلعق اصابعہ الحدیث	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اس کو صاف کر کے کھا لیا کرو اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑو اور ہاتھ کو اس وقت تک رومال سے صاف نہ کرو جب تک اسکو چاٹ نہ لو

ملاحظہ فرمائیے تواضع و انکساری پیدا کرنے کی عجیب و غریب تعلیم ہے، حضرت شیخ الاسلامؒ کے ساتھ ریل میں بھی کھانے کا اتفاق ہوا ہے اور بارہا اس چیز کو دیکھا ہے کہ اگر کوئی ریزہ دسترخوان سے نیچے جا گرا تو آپ سبقت کر کے صاف کر کے کھا لیتے تھے یہ بات بظاہر معمولی ہے مگر حقیقت اس کی ظاہر اس وقت ہو گی جب بڑا مجمع بھی ساتھ ہو اور ایسا کیا جائے۔ چلنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ نیچی نظریں کئے چلتے اور اگر ہجوم ساتھ ہوتا تو صحابہ کرامؓ کو حکم فرماتے کہ وہ آگے چلیں۔

کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا مشٰی مشٰی اصحابہ امامہ (الحدیث)	جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو آپ کے اصحابؓ آگے چلتے تھے اور آپ پیچھے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کو بارہا دیکھا ہے کہ آپ طلباء کا اپنے پیچھے چلنے والے ہجوم کو ڈانٹتے اور پیچھے چلنے سے منع فرماتے یہ حالت ایک متواضع آدمی ہی کی ہو سکتی ہے ورنہ ہم جیسے انسان تو لوگوں کو اپنے آگے چلتا دیکھ کر بگڑ پڑتے ہیں، چنانچہ ہاپوڑ کا واقعہ ہے کہ آپ ہاپوڑ کی جامع مسجد سے تشریف لا رہے تھے۔ مسجد چونکہ اونچائی پر ہے اس وجہ سے مدرسہ والوں نے رکشا کا انتظام کیا۔ اتفاق سے حضرت مولانا ابوالوفا صاحب بھی ساتھ تھے چنانچہ حضرتؒ نے مولانا ابوالوفا صاحب کو باصرار اپنے ساتھ رکشہ میں سوار کیا اور گوارا نہ کیا کہ ایسا متبحر عالم پیدل چلے۔

ہدایا کے سلسلہ میں حضرتؒ کا یہ طریقہ تھا کہ جو بڑی بڑی رقمیں پیش کرنے والے ہوتے تھے ان سے فرما دیتے تھے کہ بھائی کسی غریب آدمی کو دیجئے میں تو پانچسو روپیہ تنخواہ پاتا ہوں یہ بھی تواضع کی عجیب شان ہے، مراد آباد کا تذکرہ ہے کہ ایک دفعہ مراد آباد کے ایک مجذوب شمس الدین صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک روپیہ پیش کیا حضرت نے فوراً ہی قبول فرما لیا اور کچھ بھی نہ فرمایا، حالانکہ اگر ہم جیسے پیٹ کے سنگنے کو کوئی ایک روپیہ دے تو اس کے قبول کرنے میں توہین محسوس کریں گے لیکن ایک متواضع آدمی کے یہاں یہ نہیں ہوتا وہ محسوس ہی نہیں کرتا کہ اس میں بھی کوئی توہین ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت کے یہاں فیض آباد سے ایک بزرگ حاجی عبدالرحیم صاحب تشریف لائے۔ آپا جی (حضرت کی اہلیہ محترمہ) نے حضرت سے عرض کیا کہ حاجی صاحب

بچوں کے لئے تعویذ لادیجئے۔ چنانچہ حضرت نے حاجی صاحب سے آکر فرمایا حاجی صاحب بچوں کے لئے تعویذ لکھ دیجئے (اس وقت مہمان خانہ بھرا تھا)

ملاحظہ فرمایئے جس کے آستانے سے روزانہ ہزاروں تعویذ تقسیم ہوتے ہوں وہ دوسرے سے سوال کرے اور ذرا بھی دل میں خیال نہ لائے۔ ہم جیسے حضرات تو کبھی بھی ایسا فعل کرنے پر آمادہ نہ ہوتے ملاحظہ فرمایئے اس میں حضرت کی کس قدر کسر نفسی ہے۔

گذشتہ سال ۱۳۷۶ھ میں حضرتؒ راقم الحروف کی درخواست پر مدرسہ مدینۃ العلوم یتیم خانہ بجنور میں تشریف لائے۔ خادم نے حضرتؒ کی نشست کے لئے ایک جگہ مخصوص کردی اور باقی تمام جگہ کو ایسا مسدود کر دیا کہ حضرتؒ دوسری جگہ نہ بیٹھ سکیں لیکن جب حضرتؒ تشریف لائے تو جس جگہ دم بھی نہیں جا سکتا تھا وہاں آکر بیٹھ گئے۔

قیام آسام کا واقعہ ہے کہ ایک دن تراویح سے فارغ ہو کر آپ اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ ہم .. خدام .. کمرہ سے باہر آپس میں گفتگو کرنے لگے جا کر دیکھا تو حضرتؒ دسترخوان بچھا رہے ہیں (تراویح کے بعد حضرتؒ حاضرین کو آسام کے پھل کھلایا کرتے تھے اسی کے لئے روزانہ دسترخوان بچھایا جاتا تھا)

غور فرمایئے کہ جہاں سینکڑوں خدام حاضر ہوں ان سے خدمت لینے کے بجائے الٹی ان ہی کی خدمت کیجائے، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

ایک دفعہ دیوبند کا واقعہ ہے کہ میدو پلہ دار (جو زندہ ہے) نے ایک مرتبہ حضرت کی دعوت کی۔ اور عرض کرنے آیا حضرتؒ کھانا تیار ہے، تشریف لے چلیئے

حضرتؒ کے یہاں اس وقت مہمانوں کا کافی ہجوم تھا اور کوئی خاص کام کر رہے تھے حضرت نے فرمایا میرا اس وقت جانا نہیں ہو سکتا تم کھانا یہیں بھیج دو چنانچہ میدو دیگ لے کر حاضر ہو گیا۔ اگلے دن صبح کی نماز کے بعد خلاف معمول حضرتؒ میدو کے یہاں پہونچ گئے اور دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی، میدو نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت کھڑے ہوئے ہیں دیکھ کر رونے لگا اور اندر لے گیا، حضرتؒ نے فرمایا۔ بھائی تم غریب آدمی ہو میں نے اس وجہ سے منع کر دیا تھا کہ خواہ مخواہ تم زیر بار ہو گئے

(از دامانی صاحب)

اس واقعہ سے حضرتؒ کی کتنی بڑی تواضع وانکساری ظاہر ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی غلام بھی میری دعوت کریگا میں اس کو قبول کروں گا۔ ارشاد نبوی کی روشنی میں حضرتؒ کا میدو کے یہاں جانا ملاحظہ فرمایئے۔

جب مہتمم صاحب پاکستان سے تشریف لائے تو مہتمم صاحب کے استقبال میں دارالحدیث میں ایک جلسہ ہوا۔ حضرتؒ نے مہتمم صاحب سے فرمایا۔ ہم تو آپ کے نوکر ہیں اور آپ ہمارے آقا ہیں، آپ ہمیں حکم دیں ہم تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں ملاحظہ فرمایئے ایک بڑے مجمع میں کتنی بڑی تواضع وانکساری کا اظہار ہے غرضکہ حضرتؒ کی جو شان بھی تھی نرالی تھی، کس کس بات اور کس کس ادا کا ذکر کیا جائے۔ حضرتؒ کی ہر ادا اور ہر ہر چیز اس قابل ہے کہ دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے جائیں تب بھی کمی محسوس ہوتی رہے گی۔

صبر وتحمل

وعن سعد قال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا

سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینہ فان کان فی دینہ صلباً اشتد بلاؤہ

کہ کن لوگوں کو بلایا اور مصائب میں زیادہ مبتلا کیا جاتا ہے فرمایا انبیاء کو حسب مراتب لہٰذا جو آدمی دین میں زیادہ پختہ ہوگا اتنا ہی اس کو زیادہ آزمایا جائے گا اور جو جتنا کچا ہوگا اتنا ہی کم آزمایا جائے گا۔

یہ حدیث دینداری اور خدا پرستی اور مقام ولایت کے لئے کسوٹی ہے بغیر اس امتحان میں کامیابی حاصل کئے تقرب خداوندی حاصل کرنا ممکن نہیں، ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا "کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتا ہوں۔ تو ارشاد فرمایا بلایا اور مصائب کی چادر کو اوڑھ لو۔ چنانچہ امام غزالیؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

واذا احب اللہ تعالی عبداً ابتلاہ فان صبر اجتباہ فان رضی اصطفاہ الحدیث احیاء صفحہ ۳۳۴/۴

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کو مصائب میں مبتلا کرتے ہیں پس اگر وہ صابر رہا تو اس کو منتخب کر لیتے ہیں اور اگر اس پر رضامندی ظاہر کی تو مقرب بنا لیتے ہیں۔

لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ صبر سے مراد ہمارا جیسا صبر نہیں بلکہ صبر وہ ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے

من اصیب بمصیبۃ فی مالہ او فی نفسہ فیکتمہا ولم یشکہا الی الناس کان حقاً علی اللہ ان یغفر لہ الحدیث (اوسط)

جو آدمی مال یا جان کی مصیبت میں مبتلا کیا گیا پس اس نے اس کو چھپایا اور لوگوں سے رونا نہیں رویا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت فرما دے۔

معلوم ہوا کہ صبر اور تحمل وہی محمود ہے جس میں اظہار اور شکوہ، شکایت نہ

ہو. صبر وتحمل کا یہ معیار معلوم ہونے کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ کے صبر وتحمل کو ملاحظہ فرمائیے
دنیا جانتی ہے کہ جنگِ آزادی میں آپ کو کتنے مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے. لیکن
آجتک کسی سے نہیں سُنا کہ مصائب کا شکوہ تو درکنار ان کا اظہار بھی کیا ہو۔ بلکہ
ان پر اظہار رضامندی فرمایا. چنانچہ نقشِ حیات میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس کے بعد کراچی کے مشہور جلسہ میں حاضر ہونا پڑا جس پر کراچی کا تاریخی مقدمہ
چلا اور دو سال قید با مشقت کی عزت مجھے اور مولانا محمد علی مرحوم اور مولانا شوکت
علی وغیرہ میرے ساتھیوں کو حاصل ہوئی (نقش حیات ج۲ ص۲۷۳–۲۰۷)

یہی صبر وتحمل ہے کہ جس کو امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کی مذکورہ حدیث سے ظاہر کیا ہے
حضرتؒ کا مقام صبر وتحمل بیان کرنے کے لئے صرف اتنا ہی عرض کردینا کافی تھا لیکن
چند واقعات اور ان کے اجزا پر روشنی ڈالے دیتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔
اسارتِ مالٹا کراچی. مرادآباد. مظفر نگر اور نینی جیل (الہ آباد) کی سختیوں
کے علاوہ وہ ایذائیں نہایت لرزہ خیز اور روح فرسا ہیں جو آپکو اپنے ہم وطنوں
اور اپنے ہم مذہبوں کے ہاتھوں پہونچی ہیں چنانچہ مولانا سید محمد میاں صاحب اپنے
رسالہ حیات شیخ الاسلام میں رقم ہیں۔

سید پور اور بھاگلپور میں جس توہین سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب
مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند کی ذات بابرکات
پر قاتلانہ اور وحشیانہ حملے ہوئے وہ ہر سنجیدہ شخص کے لئے انتہائی رنج وقلق کا
موجب ہیں۔

حضرت مولانا ریاض الدین صاحب سید پوری جو کہ حضرت شیخ مدظلہٗ کے میزبان

اور سید پور لانے کا باعث تھے وہ کلکتہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ موصوف نے راقم الحروف کو نماز جمعہ سے قبل نماز یان مسجد کو لوٹولہ کی موجودگی میں اپنی درد بھری داستان سُنائی کہ حضرت مدنی صاحبؒ اپنے خادم احسان الحق صاحبؒ مرحوم کی تعزیت میں قصبہ سونار تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور میری درخواست پر شام کا کھانا تناول فرمانے کے لیے سید پور اسٹیشن پر اُترے تھے اور افسوس کہ ممدوح کو میرے غریب خانہ تک پہونچنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ دفعتہ تقریباً ۱۰۰ لوگوں کا انبوہ لیگی نعرے لگاتا ہوا اسٹیشن پر آدھمکا اور حضرت شیخ کو عریاں دشنام دہی شروع کردی، ہاتھوں میں لاٹھیاں، ڈنڈے اور چھریاں تھیں، بے تمیزی سے نام لے کر قتل کر ڈالو، مار ڈالو، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو، یہ غدار ہے ایسا ہے ویسا ہے جو کچھ منہ پر آرہا تھا بکواس کی۔ ہم برائے استقبال صرف دس پندرہ آدمی تھے اور ان لوگوں میں برابر ایک شخص کے ناقوس پر ناقوس بجانے پہ زیادتی ہورہی تھی، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً تین ہزار غنڈے سید پور ورکشاپ اور مضافات سے جمع ہوگئے اور پھر کربلا کا منظر حسین احمد بن حسین کے سامنے آگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مار دھاڑ شروع کردی اور ہم چند لوگ جو شیخ مدظلہٗ کو حلقہ میں لیے ہوئے تھے کچھ مجروح اور کچھ مضروب ہورہے تھے اور خدا جانے ہم لوگوں میں آیا فرشتے آگئے تھے یا کیا بات تھی کہ بے انتہا قوت ہمارے اندر پیدا ہورہی تھی اور ہم کانّھم بنیان مرصوص بنے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں ایک فرعون بے سامان نے اپنی فرعونیت کا شدید ترین مظاہرہ کیا، مدنیؒ صاحب کو زمین پہ پچھاڑنے کی کوشش کی اور بے دردی سے گریبان اور آخر میں سخت مدافعت کے باوجود کلاہ سر مبارک سے

اتار لی، بے ہودہ کلمات بکتے ہوئے پانوں سے روند اور پھر اس کو جلا دیا۔ ہم میں سے بعض اشخاص نے ایک مسلمان سب انسپکٹر کو جو قریب ہی تھا امداد کے لئے متوجہ کیا مگر افسوس اس نے لیگی ذہنیت کی وجہ سے ابتداً لطائف الحیل سے کام لے کر کچھ دیر بعد صاف و صریح انکار کر دیا کہ میں اس بڑے مجمع کو قابو میں لانے سے معذور ہوں جب اس پولیس افسر نے اپنی شرعی و قانونی ذمہ داری کا قطعی احساس نہیں کیا تو ہم میں سے بعض مایوسانہ طریقہ پر ورکشاپ کے اینگلو انڈین افسر کے پاس پہونچے وہ فوراً اسٹیشن پر آیا اور فی الواقع امن و امان قایم کرنے کی بہت کچھ کوشش کی اپنے ماتحت مزدوروں سے یہاں تک کہا کہ خبردار! یہ تم کیا... کرتے ہو۔ ہم جانتے ہیں یہ شخص تمہارا بہت بڑا پوپ ہے زبردست پادری ہے۔ نہایت نیک آدمی ہے کیا تم اسی طرح غنڈہ پن سے شراب پی پی کر پاکستان لینا چاہتے ہو، دور ہو جاؤ دفع ہو جاؤ۔ تمہارے منہ سے شراب کی بو آتی ہے، غرض اس افسر نے سب کو سمجھایا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور مدنی صاحب اسی درمیان میں بمشکل تمام ویٹنگ روم میں داخل کئے جانے کے بعد حضرت عثمان غنی کی طرح مظلومانہ محصور تھے اس ناکامی کے بعد اسٹیشن افسران وغیرہ کی سعی کے ذریعے یہ طے پایا کہ مولانا کو اس صورت میں چھوڑا جا سکتا ہے کہ یہ اسی شب دارجلنگ میل سے واپس ہو جائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت شیخ ۸½ بجے شام سے لیکر ۱½ بجے شب تک ۵ گھنٹہ اس مصیبت عظمیٰ میں مبتلا رہ کر دارجلنگ میل سے بھاگلپور کے لئے روانہ ہو گئے پھر بھاگلپور میں پہونچ کر دوبارہ جو مصیبت آئی وہ بھی اخبارات میں مجملاً آ چکی ہے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ۲۳۴،۲۳۳)

اب اس واقعہ کے اجزا پر نظر ڈالیے اور غور کیجیے یہ ایذا رسانی کس قسم کی ہے دنیا میں اولیاء اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کو بڑے بڑے شدائد کا مقابلہ کرنا پڑا ہے. بعض ایسے بھی ہوئے کہ جن کو توپ کے دہانے پر اڑا دیا گیا بعض کو چوبیجا کر کے مارا گیا، لیکن حضرتؒ کی ایذا رسانی جس شان کی ہے اس کی مثالیں شاذ و نادر ہی دستیاب ہونگی، غزوہ احد کی طرف ذہن کو منتقل کیجیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سینکڑوں کفار نے نرغے میں لے لیا تھا اور جان سے مارنے کی کوشش کرنی شروع کر دی ... اس وقت آپ کے ساتھ حفاظت کے لئے کتنے آدمی تھے، امام نسائی نے حضرت جابرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ لما کان یوم احد وولی الناس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ناحیۃ فی اثنا عشر رجلاً

جنگ احد میں جب مسلمان ہزیمت کھا کر بھاگنے لگے تو آپؐ صرف بارہ آدمیوں کے درمیان میں تھے

علاوہ ازیں اسی طرح غزوہ حنین کا واقعہ ملاحظہ فرمایئے، اسی طرح واقعہ شہادت عثمان غنیؓ ملاحظہ فرمایئے کہ وہ اپنے گھر میں مظلومانہ محصور ہیں اور یہاں حضرت سینکڑوں غنڈوں کے نرغے میں ویٹنگ روم میں محصور ہیں، واقعی حضرت گنگوہیؒ کا وہ ارشاد حضرتؒ کے بارے میں کہ آپکو عثمانی نسبت حاصل ہے گویا ایک پیش گوئی تھی اور ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے وقت کیا فرمایا تھا۔

کیف یفلح قوم شجوا نبیہم

کہ وہ قوم کس طرح فلاح پا سکتی ہے کہ جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا ہو۔

یہاں حضرتؒ کے الفاظ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

یہ تو کچھ بھی حالت نہیں آئندہ ملک کی اس سے زیادہ خراب حالت

ہونے والی ہے

چنانچہ تاریخ شاہد ہے اور ہر ہندوستانی جانتا ہے کہ ملک کی کیا حالت ہوئی یہ حضرت شیخ رح کی کرامت ہے پاکستان کی موجودہ حالت ملاحظہ فرمایئے کہ کیسی غنڈہ گردی اور وزارتی بحران ہے، بھلا وہ ملک کیا ترقی کرسکتا ہے کہ جس کی بنیاد حضرت شیخ کی عزت ریزی پر قایم ہوئی ہو۔ پھر جس طرح حضرت عثمان رض سے زمانہ محاصرت میں اجازت لی گئی کہ آپ محاصرین کی سرکوبی کے لئے فوج کو حکم دیجئے تو آپ نے انکار کردیا، چنانچہ حضرت شیخ الاسلام رح سے سید پور کے واقعہ کے وقت بعض لوگوں نے اجازت طلب کی جس کو مولانا محمد میاں نے اپنے رسالہ حیات شیخ الاسلام رح میں اس طرح بیان کیا ہے۔

> حملوں اور سب وشتم کے وقت حضرت شیخ کی کیا حالت تھی ؟ مولانا ریاض الدین صاحب فرماتے ہیں کہ چہرہ پر قطعاً خوف وہراس نہ تھا اور مدنی صاحب اکثر مراقبہ کی حالت میں ہو جاتے تھے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت مد ظلہ سے دیگر اشخاص نے تحریری طور پر اجازت طلب کی کہ ہم غنڈوں کے قلع قمع کے لیے حاضر ہیں مگر مولانا رح نے بلوہ کے اندیشہ اور اپنے اعتماد علی اللہ کی بنا پر اجازت نہیں دی۔ (حیات شیخ الاسلام رح ص ۲۳۵)

ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت رح کے واقعات، حالات اور قول، فعل کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات سے کس قدر مشابہت ہے میرا منشا اس سے یہ نہیں کہ (نعوذ باللہ منہا) کہیں آپ صحابہ کرام

کے مرتبے کے تھے تو یہ تو یہ۔ امت کا بڑے سے بڑا ولی اور قطب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا، ہاں کسی ولی اللہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خو بو، اخلاق و عادات اختیار کرنا، پھر منجانب اللہ اس کے لئے اس قسم کے حالات اور واقعات مہیا ہو جانا کہ جس قسم کے حالات اور واقعات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ پڑ چکا ہے، واقعی اس ولی اللہ اور بندہ خدا کے علو مرتبت پر ایک کھلی دلیل ہے کہ جس کو کسی دوسری دلیل کی احتیاج نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کمر پر وہ داغ دیکھے گئے ہیں جو حکومت برطانیہ کے ظالم ہاتھوں نے ریشمی رومال کے راز کو دریافت کرنے کے لئے لوہا آگ میں سرخ کر کے دیئے تھے۔ ہائے ان داغوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ان داغوں کی یاد تازہ کردی جب ان کو کلمہ حق سے پھر جانے کے لئے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جاتا تھا یہ ایذائیں اور مصیبتیں وہی ہستی برداشت کر سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں مدہوش ہو۔

ان المحبۃ للرحمٰن اسکرنی — اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھے مدہوش کر دیا ہے اور کوئی

وھل رأیت المحب غیر سکران۔ — محب بغیر مدہوشی کے نہیں دیکھا۔

اس کا نام ہے صبر و تحمل۔ اندازہ لگایئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کتنے اونچے مقام کے انسان تھے، علاوہ ازیں چند واقعات اور ملاحظہ فرمایئے، مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے صاحبزادے مولوی حبیب اللہ صاحب دورہ حدیث شریف میں شریک تھے کسی گستاخ نے ایک رقعہ بھیجا جس کا جواب امام عصر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری نشست میں نہایت

نرم اور شائستگی سے دیا اور فرمایا کہ کسی دوست نے مجھ کو رقعہ لکھا ہے کہ تو اپنے
باپ سے نہیں ہے تمام مجلس میں ہیجان برپا ہو گیا اور ہر طالبعلم غیظ و غضب
میں بھر گیا آپ نے فرمایا کہ خبردار کسی کو غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے میرا حق
ہے کہ میں اس کی تسلی کر دوں، فرمایا میں ضلع فیض آباد قصبہ ٹانڈہ محلہ الہداد
پور کا رہنے والا ہوں اس وقت بھی میرے والد کے نکاح کے گواہ زندہ ہیں
خط بھیج کر دریافت کر کے سمجھ لیا جائے۔ الخ صـ۴۲

ملاحظہ فرمائیے حد ہے تحمل و برداشت کی، خدا کی قسم اس قسم کی نظیریں صحابہ کرامؓ اور اصحاب خیر القرون کے علاوہ اور لوگوں کے یہاں ملنی بہت دشوار ہیں۔

جس وقت آپ آخری حج سے تشریف لائے تو ایک دن بعد ظہر کے مہمان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مظفر نگر سے ایک ڈاکٹر صاحب تشریف لائے۔ جب کافی دیر انھیں بیٹھے ہوئے ہو گئی تو انھوں نے اپنی طرف حضرت کو متوجہ کیا چنانچہ حضرت نے فوراً ہی داڑھی کے سلسلے میں ٹوکا اور نصیحت فرمائی (حضرت کی عادت تھی کہ جب کوئی داڑھی منڈا آپ سے مصافحہ کرتا یا کوئی مقصد ظاہر کرتا تب ہی ٹوکتے تھے۔) اس نے نہایت اونچی آواز سے فرمایا۔

مولانا! آپ کو کیا معلوم کہ ہمکو کس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔
بہت سے موقعہ ایسے آتے ہیں اور آئے ہیں کہ اس داڑھی کے نہ ہونے سے جان بچی ہے (بس یہ کہہ کر چل دیا، حضرت نے فرمایا کہاں جاتے ہیں کچھ تو آپ نے مزہ تو لے جائیے اور فوراً ہی باصرار ہر دو چیز عنایت فرمائیں۔

ملاحظہ فرمائیے کوئی معمولی ظرف کا انسان تو فوراً ہی جوتے مار کر مکان سے

نکلوادیتا۔ اسی طرح مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی نے مکتوبات جلد ثانی کے مقدمہ میں ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے۔

(حضرت نے) جمعہ کی نماز ایک جامع مسجد میں پڑھی۔ خطیب صاحب حضرات دیوبند کی تکفیر کرنے والوں میں تھے۔ انھوں نے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر بعض بزرگوں کے متعلق بہت کچھ کہا، مولانا سنتوں سے فارغ ہو کر خاموش بیٹھے تھے نماز ہوئی خاموش تشریف لے آئے۔ سفر کے آخر تک کبھی بھول کر بھی خطیب صاحب کا تذکرہ نہیں کیا۔ ص ک

ٹانڈہ کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کے موقع پر۔ حضرت کا ایک مرید جناب قاری اصغر علی صاحب کے پاس پہونچا اور قاری صاحب سے جاکر عرض کیا کہ حضرتؒ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ۔ غلط پڑھتے ہیں، قاری صاحب نے غصہ سے فرمایا کہ تم کیسے مرید ہو کہ پیر پر اعتراض کرتے ہو اور سوال کیا کہ کیا تم نے شاطبیہ اور سراج القاری، رایہ وغیرہ کتابیں پڑھی ہیں، اس نے عرض کیا نہیں، تب قاری صاحب نے فرمایا کہ تو کیوں اعتراض کرتے ہو، قصہ مختصر کہ قاری صاحب نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ آپ قرآن شریف غلط پڑھتے ہیں تو حضرتؒ نے عشاء کی نماز کے بعد فرمایا کہ بھائی میں نے کسی قاری سے باقاعدہ نہیں پڑھا ہے بس کوئی قاری نہیں ہوں البتہ میں قرآن شریف حرمین شریفین کی قراء کی طرز پر پڑھتا ہوں۔

قابل غور یہ امر ہے کہ کوئی معمولی آدمی تو اس پر بھڑک اٹھتا اور پوری خانقاہ کو مارے غصہ کے سر پر اٹھا لیتا اور سی، آئی، ڈی مقرر کر دیتا کہ معترض کو

تلاش کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔

عزم و استقلال یہ مصائب اور شدائد ایسے ہیں کہ بڑے سے بڑا جری اور باحوصلہ انسان شکستہ خاطر ہو کر ہمت ہار دیتا لیکن حضرت شیخ الاسلام رح نے ان حوادث اور مصائب آلام کا مقابلہ ہنس کر کیا اور دنیا کو دکھلا دیا کہ ؎

پھرتا ہے سیل حوادث سے کہیں مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

ہندوستان کی آزادی حضرت رح کے عزم و استقلال کی نشانی ہے، لہذا حضرت رح کے عزم و استقلال کے واقعات لکھنے کے لئے ہندوستان کی جنگ آزادی کی پوری تاریخ دہرانا لازمی ہے لیکن ہم مضمون کو نقش حیات، اسیر مالٹا، علماء حق اور حیات شیخ الاسلام کا حوالہ دیتے ہوئے چند واقعات و حالات پیش کرتے ہیں۔

۱۹۳۶ء میں مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے لئے حضرت شیخ نے طوفانی دورہ کیا۔ مسلم لیگ کے امیدواران کو کامیاب کرایا لیکن الیکشن ختم ہوتے ہی مسلم لیگی سیاست کا اصل چہرہ سامنے آگیا ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمت شکن وقت تھا کہ کوہ استقلال بھی ڈگمگا جاتا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ حضرت رح نے جمعیۃ کے مشن کو کامیاب کرنے کے لئے پھر کمر ہمت باندھی، چنانچہ اسی زمانہ کے حالات بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب حیات شیخ الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

البتہ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ نے مسلسل دو ماہ شب و روز دورہ کر کے لیگ کے نظام کو زندہ کیا اور اس کے امیدواروں کو کامیاب بنایا، لیکن

افسوس کہ کامیاب ہونے کے بعد مسٹر جناح اور ان کی جماعت نے حد درجہ عیاری اور غداری کا ثبوت دیا اور قوم پرور جماعتوں کی رفاقت کے تمام وعدے گاؤ خورد ہو گئے اور انگریز کے خلاف محاذ بنانے کے بجائے یہ جماعت اور اس کے قائد انگریزوں کے اشاروں پر رقص کرنے لگے حضرت مدظلہ العالی کے لئے یہ صورت حال غیر قابل برداشت تھی چنانچہ آپ نے اس جماعت سے علیحدگی اختیار کی اور اعلان کر دیا "خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم" الخ (ماخوذ حیات شیخ الاسلام)

اس کے بعد کیا ہوا یہ تمام حالات ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ۱۹۳۶ء کے بعد کا زمانہ جمعیۃ العلماء اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے لئے نہایت صبر آزما وقت تھا اگر اس وقت حضرتؒ عزم و استقلال سے کام نہ لیتے تو ہندوستان کبھی آزاد نہ ہوتا آپ کے عزم و استقلال کے متعلق سیند رام سوکل لکھتے ہیں۔

۱۹۴۲ء کی بات ہے نینی جیل میں جب یہ خبر آئی کہ تحریک فیل ہونے کے باوجود مہاتما گاندھی نے اپنے ۹ اگست والے رزولیوشن کو واپس نہیں لیا ہے تو بڑے بڑے دیش بھگتوں کا چہرہ اداس ہو گیا لیکن مولانا مدنی صاحب مسکرائے اور کہا مہاتما جی نے ٹھیک کیا ہے کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ کسی جیل میں میری قبر بن جائیگی (قومی آواز ۳۰ دسمبر ۵۸ء)

ملاحظہ فرمایئے حضرتؒ کے الفاظ میں کتنا بڑا عزم اور استقلال ہے ؛ ان تمام حالات سے زیادہ سخت دور اگست ۱۹۴۷ء کے بعد کا ہے ؛ اس سلسلہ میں مولانا ابو الحسن صاحب ندوی فرماتے ہیں :-

مولانا کا ایک بہت بڑا کارنامہ جس کی اہمیت کا احساس بہت کم لوگوں کو

ہے یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے اور اس کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی بقا و قیام کا ایک بڑا ظاہری سبب مولانا ہی کی ہستی تھی، یہ وہ وقت تھا کہ جب بڑے بڑے کوہ استقلال جنبش میں آگئے تھے، سب یہی سمجھتے تھے کہ اب ہندوستان میں مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہیں، مسلمانوں کی تاریخ میں دو ہی چار ایسے دور گذرے ہیں جب مسلمانوں کے اور اسلام کی بقا کا سوال آگیا ہے ۱۹۴۷ء کا ہنگامہ ہندوستان کے مسلمانوں کے حق میں اسی نوعیت کا تھا اصل مسئلہ سہارنپور کے مسلمانوں کا تھا سارا دار و مدار ان پر تھا، یہ اپنی جگہ چھوڑتے تو یوپی کے مسلمانوں کے قدم لغزش میں آجاتے اور سہارنپور کے مسلمانوں کا انحصار سارا کا سارا دو ہستیوں یعنی حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری مدظلہٗ اور حضرت مولانا مدنیؒ پر تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ جمنا کے کنارے ہونا تھا لیکن یہ دو صاحب عزم مجاہد بندے وہاں جمع رہے اور انھوں نے گھٹنے ٹیک دیئے ایک رائے پور کی نہر کے کنارے بیٹھ گیا اور ایک دیوبند میں آپ کو معلوم ہوگا یہ رائے پور اور دیوبند مشرقی پنجاب کے ان اضلاع میں سے ہیں جہاں کشت و خون کا ہنگامہ گرم تھا...... لیکن یہ اللہ کے بندے پورے عزم و استقلال سے جمے رہے اور انھوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اسلام کو یہاں رہنا ہے اور رہے گا، انھوں نے کہا مسلمانوں کا یہاں سے نکلنا صحیح نہیں، اگر تم مشورہ چاہتے ہو تو ہم مشورہ دیتے ہیں اور اگر فتویٰ کی ضرورت ہے تو ہم فتویٰ دینے کو تیار ہیں کہ اس وقت یہاں سے

مسلمانوں کا جانا درست نہیں، اس وقت جو ہندوستان میں اسلام اور مسلمان قایم ہیں یہ انھیں بزرگوں کا احسان ہے۔ ہندوستان میں اس وقت جو مسجدیں قایم ہیں اور ان میں جو نمازیں پڑھی جارہی ہیں اور پڑھی جاتی رہیں گی یہ انہی کا طفیل ہے، ہندوستان میں جتنے مدرسے اور خانقاہیں اور ان سے جو فیوض و برکات صادر ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے انھیں کے رہین منت ہوں گے اور ان سب کا ثواب ان کے اعمالنامے میں لکھا جاتا رہے گا اس سلسلہ میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب نے سارے ملک کا دورہ بھی کیا، ایمان آفریں اور ولولہ انگیز تقریریں بھی کیں، اور اپنے ذاتی اثر و رسوخ، اپنی تقریروں اور اپنے طرز عمل سے مسلمانوں کو اس ملک میں رہنے اور اپنے ملک کو اپنا سمجھنے اور حالات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا الخ (مدینہ ۹ جنوری ۱۹۵۸ء)

مولانا ابوالحسن صاحب نے اوپر ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں دو ہی چار ایسے دور گزرے ہیں جب مسلمانوں کی اور اسلام کی بقا کا سوال آگیا ہے" اور سنہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کو اسی قسم کے ادوار میں سے شمار کیا ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان میں سے ایک دور اور اس کے رہنمائے اعظم کی طرف اشارہ کردوں تاکہ حضرت شیخ الاسلامؒ کے عزم اور استقلال کا مقام سامنے آجائے۔

ان ہی قیامت خیز انقلابی ادوار میں سے سب سے پہلا دور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کا ہے اور یہ وہ وقت تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ جن میں حضرت فاروق اعظمؓ بھی ہیں اس صدمہ جانکاہ سے اس

قدر متاثر تھے کہ ان کی سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مر سکتے ہیں ایسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے سب کو ہوش دلایا اور اعلان کر دیا

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں آپ سے پہلے
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ	بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں اگر وہ مر گئے یا قتل
اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ	ہو گئے تو کیا بے دین ہو جاؤ گے، لہٰذا جو بھی بے دین
وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ	ہو جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر نقصان نہیں
فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا (الآیۃ)	پہونچا سکتا۔

اس کے بعد قبائل عرب کا مرتد ہو جانا اور دشمنان اسلام کا مدینہ منورہ کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ کر سر اٹھانا اور اسی قسم کے دوسرے واقعات ایسے تھے کہ مسلمانوں اور اسلام کی بقا کا سوال اٹھنے لگا تھا چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں۔

> قسم ہے وحدہٗ لاشریک کی کہ اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ نہ ہوتے تو روئے زمین پر کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا الخ (رواہ بیہقی وابن عساکر)

چنانچہ ۴۷ء کے بعد ہر مسلمان کی زبان پر یہی سوال تھا کہ "مسلمان کیا کریں" ایسے نازک وقت میں حضرتؒ نے نہایت عزم و استقلال سے کام لیا اور پورے ملک کا دورہ کر کے مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنے کے لیے آمادہ کیا۔

....

....

اخلاص و للہیت:۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کا سب سے بڑا کمال اور سب سے

زیادہ بلند مقام ان کا خلوص ہے حضرت کی یہ ایک ایسی صفت ہے کہ جس کا اعتراف ان کے دشمن اور مخالف بھی کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے، یوں تو سب ہی انسان اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ وہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں مخلص ہیں لیکن یہ دعویٰ صرف زبان سے کہہ دینے سے پورا نہیں ہوتا کیونکہ اخلاص فعل قلبی ہے نہ کہ فعل لسانی تا وقتیکہ کسی آدمی کا قلب درست نہ ہو اخلاص پیدا نہیں ہو سکتا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے ہم لڑکوں کو جلالین شریف ختم کرائے وقت دستر کار جلالین شریف نے اور حضرت استاذی مولانا سید فخر الحسن صاحب نے حضرت سے درخواست کی تھی کہ جلالین شریف کی آخری عبارت پر کچھ ارشاد فرما کر دعائے ختم کرادی جائے حضرت نے اس درخواست کو منظور کرلیا تھا ارشاد فرمایا تھا کہ قرآن پاک کی یہ آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ ایک ایسی جامع آیت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ بتاتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کی عبادت تین طرح سے کی جاتی ہے (۱) ثواب کے لالچ اور عذاب کے خوف سے (۲) رضاء الٰہی کے لیے (۳) اللہ تعالیٰ کو مستحق عبادت و بندگی اور پرستش سمجھتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا اسلام میں یہ تینوں طریقے محمود ہیں لیکن تیسرا طریقہ یعنی اللہ تعالیٰ کی بلا کسی غرض و لالچ کے عبادت اور تابعداری کرنا یہ نہایت اونچا مقام ہے جو بعض مخلصین ہی کو حاصل ہوتا ہے گویا کہ اخلاص کی آخری منزل یہی ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ رضاء باری کے لئے بندگی کرنا یہ بھی لالچ کی

بندگی ہے اس میں بھی اخلاص نہیں ہے کیونکہ خدا مالک ہے اور حاکم ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے راضی ہو یا نہ ہو اور اگر وہ راضی نہیں ہوتا ہے تو اس کے معنی کیا یہ ہو سکتے ہیں کہ اس کی عبادت ترک کر دی جائیگی۔ ہاں بندے کی یہی شان ہے کہ وہ اس کی عبادت اور تابعداری کرنے میں اللہ تعالیٰ کے راضی رکھنے کا خیال بھی دل سے مٹا دے اور یہ سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں بندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ قرآن کہتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اس میں اسی عبادت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو میں تیسرے نمبر میں بیان کر چکا ہوں یعنی انسان کو پیدا ہی عبادت اور بندگی کے لئے کیا ہے اس میں انسان اگر اپنی کوئی غرض رکھتا ہے چاہے وہ ثواب کی غرض ... ہو یا رضاء الٰہی کی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ بندگی کے منافی ہے اگرچہ اسلام نے سب کو پسند کیا ہے اور محمود قرار دیا ہے مگر میں اخلاص فی العبادت کے اصلی معنی بیان کر رہا ہوں جس کو شریعت میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے

اخلاص کی اس تعریف کے بعد اب حضرت شیخ الاسلامؒ کے اخلاص اور للّٰہیت کو پیش کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ حضرتؒ کی بیان فرمودہ تعریف کی روشنی میں حضرتؒ کے اخلاص کو ملاحظہ فرما کر حضرتؒ کا مقام اخلاص و احسان دریافت کریں

اس مقام کو دریافت کرنے سے پیشتر یہ معلوم کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ حضرت شیخ الاسلامؒ نے تیسرے نمبر کو کیوں ترجیح دی ہے۔ وجہ غالباً اس کی یہی ہے کہ بلا غرض جو کام کیا جاتا ہے اس کو مداومت حاصل ہوتی ہے اور وہ گنڈے دار نہیں ہوتا کہ کبھی کیا اور کبھی نہ کیا دوسرے یہ کہ کام میں حسن اور خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ

کسی کام کو مداومت اور اس کام کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے نہایت اچھے طریقہ سے انجام دینا، کام کرنے والے کے اخلاص کے اعلیٰ مقام پر دال ہوتا ہے کیونکہ جو کام اجرت یا یکسوئی کی نیت سے کیا جاتا ہے کام تو ہو جاتا ہے لیکن بے حسن ہوتا ہے اور اگر کچھ حسن بھی پیدا ہو گیا تو اتنا کمالِ حسن نہ پیدا ہو گا جو بے لوثی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کے احساس کے ماتحت کیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ نے جنگِ آزادی میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے حتیٰ کہ ملک کو آزاد کرالیا اور دینی خدمات، درسِ حدیث، تبلیغی دورے اور دوسرے تعمیری کام بھی انجام دیئے۔ ان تمام امور میں حضرتؒ اخلاص کے اونچے مقام (۳) کو اختیار کئے ہوئے تھے۔

جنگِ آزادی میں متعدد تحریکیں فیل ہوئیں، مسٹر جناح نے دھوکا دیا اور کلکتہ میں موقعہ پاکر اعلان کر دیا کہ میں نے مسلمانوں کو علماء کے ہاتھ سے چھین لیا ہے جیل میں بھی برسوں رہے لیکن قدم پیچھے نہ ہٹا حتیٰ کہ جس وقت آپ نینی جیل میں تھے آپ کو تحریک کے فیل ہونے کی اطلاع ملی تو ارشاد فرمایا اب زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ میری قبر کسی جیل میں بن جائیگی آپ کے اس مجاہدانہ عزم میں وہی اخلاص کارفرما تھا۔ جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، جب آپ جہادِ حریت میں کامیاب ہو گئے تو یہ فرما کر علیحدہ ہو گئے۔

"حکومت کے عہدے ان کو ملیں جن کو اس کی طلب ہو" اور فوراً ہی سیاست سے کنارہ کش ہو گئے حتیٰ کہ حکومت نے پدم بھوشن کا خطاب دیا تو اس کو بھی شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا اور جب آزادی کا پھل کھانے کا نمبر آیا تو سیاست

سے علیحدگی اختیار کی اور دوسرے رہنماؤں کی طرح حکومت کے عہدے اختیار نہیں کئے کتنا بڑا اخلاص ہے اس اخلاص کا اندازہ اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ خدمات دوسرے لیڈروں نے بھی انجام دی ہیں مشقتیں دوسرے لیڈروں نے بھی اٹھائی ہیں مسلسل قید و بند کی سختیاں بھی برداشت کرتے رہے ہیں لیکن اخلاص کا یہ منور چہرہ اور اخلاص کی یہ خوشبو کسی لیڈر کی خدمات میں موجود نہیں صرف حضرت شیخ الاسلام ہی اس میدان کے وہ تنہا سپاہی اور سالار اعظم ہیں کہ جن کی خدمات کو مخلصانہ کہا جا سکتا ہے حضرت کی سیاسی خدمات کو اخلاص کی مذکورہ تعریف کے میزان میں تول کر دیکھئے بال برابر فرق نہ ہوگا جہادِ حریت میں عنداللہ آپ کا وہی مقام ہے جو ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا ہوتا ہے آپ کو سیاسی تقریروں اور تحریروں میں وہی اجر و ثواب ملے گا جو ایک مجاہد کو تلوار چلانے میں ملتا ہے (انشاء اللہ) ؟

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام کے تبلیغی دورے اور اسفار دیکھئے . . . کہ ان میں کتنا اخلاص ہے، آپ کے تبلیغی دوروں کی ابتدا ہندوستان کے صوبہ آسام کی ہوئی ہے. آسام ایک ایسا مقام ہے کہ جس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس کو انسانوں نے اپنے قیام کے لئے کس طرح منتخب کر لیا چاروں طرف پہاڑ اور دریا ہیں، آندھی اور زلزلہ کا یہ عالم کہ تصور سے روح کانپتی ہے، بانسکنڈی کے قیام کے دوران میں راقم الحروف نے ان لرزہ خیز طوفانوں کے تھپیڑے کھائے ہیں. ان طوفانوں میں حضرت تبلیغی دورے کرتے ہوئے دریا اور پہاڑوں کو کھوندتے ہوئے پھرتے رہے ہیں.

آج کل اگر کسی مقرر کے جلسہ میں مجمع زیادہ نہ ہو تو ان کے منہ سے بات نکلتی ہی نہیں حالانکہ زبان سے یہی کہتے ہیں کہ ہماری تقریر اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب

آخرت کے لئے ہے مگر جب عمل کا نمبر آتا ہے تو چپ ہو جاتے ہیں۔

حضرتؒ نے دس دس اور پندرہ پندرہ آدمیوں کے سامنے اسی جوش اور انداز سے تقریر کی ہے کہ جس طرح ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں فرماتے تھے اس مخلصانہ جد و جہد کا نتیجہ ہے کہ آج مشرقی پاکستان اور آسام میں حضرتؒ کے ۹۶ خلفا موجود ہیں

ایک دن حضرتؒ کے یہاں شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہ رائے پوری اور حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ تشریف لائے اور دونوں حضرات نے حضرتؒ سے درخواست کی کہ اب آپ کمزور ہو گئے ہیں اسفار بند فرما دیں حضرت نے فوراً ہی ارشاد فرمایا کہ جن کی صدائیں ابھی میرے کانوں میں گونجتی ہے میرے بس کی بات نہیں ہے کہ اسفار بند کر دوں حضرت شیخ الاسلام کے اس اتباع کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی جد و جہد اور طائف کی تکالیف بدر و احد کے میدان کی زندگی میں ملاحظہ فرمایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ دوستو رشتہ داروں کی بیوفائیوں سے اپنے کام سے باز رہے اور نہ مصائب و آلام ہی نے آپکا قدم ڈگمگایا یہانتک کہ فتح مکہ ہوا وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا - کی بشارت دیکر آپکو کامیابی پر مبارکباد پیش کی گئی اب جب دین کا کام ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا تاکہ کوئی بدبخت یہ نہ کہہ دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم میں حکومت کرنا چاہتے ہیں یا ملک گیری کی ہوس رکھتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے حضرت شیخ الاسلامؒ کا مقام خلوص اور فنائی الرسول ہونا کس قدر مشابہت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے کہ کسی کام میں بھی ادنیٰ درجہ کی خود غرضی کا شائبہ نہیں ہے

این سعادت بزور بازو نیست … تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

جس سال آپ آخری حج سے تشریف لائے تو دیوبند تقریباً ۳ بجے شب پہونچے اسی وقت اعلان کر دیا کہ صبح کو سبق ہوگا دنیا سفر سے آکر ایک ایک ہفتہ . . . . مہینہ مہینہ بھر آرام کرتی ہے لیکن یہاں راحت و آرام کا نام ہی نہیں ہر وقت اپنی ڈیوٹی اور فرضِ منصبی کا خیال کیا یہ کیفیت بغیر اخلاص کامل کے حاصل ہو سکتی ہے ہرگز نہیں مہتمم صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ایکدن حالت مرض میں آپکی خدمت میں تنخواہ تقریباً ڈیڑھ ہزار روپیہ پیش کی گئی تو آپنے فوراً ہی انکار فرما دیا کہ جب میں نے کام ہی نہیں کیا تو کیوں لوں ہم جیسے لوگوں کی تو ڈیڑھ ہزار روپیہ دیکھ کر رال ٹپک جاتی لیکن ایک فنا اخلاص کے یہاں ان چیزوں کا خیال تو درکنار اس قسم کے عالات سے انکو تکلیف ہوتی ہے دارالعلوم میں جتنے ایام پڑھایا اتنے ہی دن کی تنخواہ لی حالانکہ کام سب سے زیادہ کرتے تھے۔ رات کے بارہ بجے تک اسباق پڑھاتے رہتے تھے۔ عبادات میں اخلاص کا یہ عالم کہ سفر حضر اجلسہ میں . . . ہوں یا اسٹیشن پر جہاز میں ہوں کہ ریل میں جماعت اور صلوٰۃ اللیل کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے، روزانہ ایک بجے سونا ہوتا فوراً ہی دو بجے بیدار ہو جاتے ایسے ہی جلسوں میں رات رات بھر مصروف، لوگ آرام کے لئے بستر تلاش کرتے یہ مردِ مجاہد مصلیٰ تلاش کرتا اور ہاتھ باندھ کر خدا کے حضور میں حاضر ہو جاتا۔

ہم جیسے لوگ تو یہی تاویل گھڑیں گے کہ میاں نفس کا بھی حق ہے کچھ آرام بھی کرنا چاہیے اور تقریر بھی تو خدا کے لئے ہی کی ہے اب تہجد کی کیا ضرورت ہے لیکن وہ حضرات جن کو اخلاص کا اعلیٰ مقام حاصل ہے ان کے یہاں تاویلات نہیں ہوتیں بلکہ وہ ان تمام امور کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں، بیشک حضرت شیخ الاسلامؒ کی لغت میں فرائضِ منصبی اور مخلصانہ بندگی کے مقابلے میں راحت و آرام کا لفظ موجود نہیں تھا۔

سلوک

اور

تصوّف

سلوک اور تصوّف

آج کل لوگوں نے تصوّف اور سلوک کو یا تو سمجھا ہی نہیں یا اگر سمجھا تو اس کا استعمال نہیں جانتے یہی وجہ ہے کہ ایک باطل جماعت کے افراد کا خیال ہے کہ سلوک اور تصوّف نہایت ہی لغو چیز ہیں اسی وجہ سے وہ اس کو افیمچیوں کے نشہ سے تعبیر کرکے اپنی نادانی اور جہالت کا ثبوت دیتے ہیں اور ضل فاضل کا مصداق بنتے ہیں۔

دوسرا بڑا گروہ ایسا ہے کہ انھوں نے ہر بدعملی اور بے عملی اور اعمال و افعال مشرکانہ اور حرکات خبیثہ کا نام تصوّف اور سلوک رکھا ہے۔

دوستو! سلوک اور تصوّف کے نہ الفاظ ہی جدید ہیں اور نہ ان کے افعال و اعمال ہی خارج از شریعت ہیں۔ بلکہ شریعت کی عملی زندگی کا نام تصوّف اور سلوک ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسا کہ فقہا اور محدثین نے اپنے اپنے فنون کے نام اور اصطلاحیں منتخب کرلی ہیں اسی طرح سے عاملین کتاب و سنّت نے اپنی جماعت کا نام سالکین وصوفیا کی جماعت رکھ لیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے سلوک کے بارے میں فرمایا ہے۔ طریقت و تصوّف نئی چیز نہیں ہیں بلکہ پرانی ہیں اور عرصے سے چلی آتی ہیں (تقریر ملسلک)

سلوک اور تصوّف کیا ہے؟ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے عوارف المعارف کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں جن سے مذکورۃ الصدر دونوں خیالات کی بخوبی تغلیط ہو جائیگی اور اصلیت کا منور چہرہ سامنے آجائے گا۔

(۱) سئل ابومحمد الجریری عن ابومحمد جریری سے سوال کیا گیا کہ تصوّف کیا ہے۔ فرمایا

التصوف فقال الدخول فی کل خلق سنی والخروج عن کل خلق دنی
اخلاق سنیہ (حسنہ) کو اختیار کرنا اور اخلاق رذیلہ کو ترک کرنا۔

(۲) وقال جنید وقد سئل عن التصوف فقال ان تکون مع اللہ بلا علاقۃ
حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بلا کسی غرض کے ہو۔

(۳) قال ابو حفص التصوف کلہ اداب لکل وقت ادب ولکل حال ادب ولکل مقام ادب۔
ابو حفص کہتے ہیں تصوف مودبانہ زندگی کا نام ہے ہر وقت ہر حال اور ہر مقام کے ادب ہیں۔

(۴) قال رویم التصوف استرسال النفس مع اللہ تعالیٰ علیٰ مایرید
رویم فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ڈالدیے کہ وہ جو چاہے کرے تصوف کہتے ہیں

(۵) وقال الجنید الصوفی کالارض یطرح علیہا کل قبیح
جنیدؒ فرماتے ہیں صوفی زمین کی طرح ہے کہ اس پر گندگیاں ڈالی جاتی ہیں مگر بے حس و حرکت رہتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کامل اور مخلصانہ مودبانہ بندگی و عبدیت کا نام تصوف ہے اور جس راستے پر چل کر یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کا نام سلوک ہے۔

حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں۔

احسان کا ذکر قرآن میں متعدد جگہ کیا گیا ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ

دوسری آیت یہ ہے ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَان

اسی طرح اور بھی آیتیں ہیں آگے سرکار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فھو یراک

کہ احسان نام ہے اس چیز کا کہ خدا کی عبادت مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ

انجام دو اور اس طرح عبادت کرو جس سے ظاہر ہو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔
جیسے غلام آقا کو دیکھتا ہے تو نہایت توجہ سے کام کرتا ہے کوتاہی نہیں کرتا
ہر عبادت کی تکمیل اس طرح کرو جیسے تم اپنے آقا و مالک کے دیکھنے کے وقت
کرتے ہو۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

اسی احسان کے حاصل کرنے پر تمام تر تصوف کا مدار ہے آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضور کی مجلس میں ایمان کے ساتھ حاضر ہوتے ہی احسان حاصل ہو جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت اتنی قوی تھی کہ جو حاضر ہوتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی تھی۔ (تقریر مدراس)

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد سوائے صحابہ کرامؓ تابعین اتبع تابعین اور مشائخ و اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کئے بغیر مرتبہ احسان حاصل کرنا نہایت ہی دشوار بلکہ ناممکن تھا لہٰذا طالبان مولیٰ نے ان مبارک صحبتوں اور مجالس حسنہ کو اختیار کیا اور مرتبہ احسان حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کے سچے اور مخلص بندے بنے۔
یہ ایک حقیقت ہے کہ جس سے سوائے ہٹ دھرم کے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ

صحبت صالح ترا صالح کند　　　　صحبت طالح ترا طالح کند

جبکہ وہ زمین کہ جس پر گلاب اور چنبیلی کے پھول گرتے ہیں معطر اور خوشبودار ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح سے اولیاء اللہ کی توجہات اور صحبت سے انسان کی زندگی ایک سچے اور مخلص بندے کی زندگی بن جاتی ہے اور اخلاق رذیلہ ختم ہو کر

اخلاق حسنہ پیدا ہو جاتے ہیں، اسی کے لئے مشائخ اور اولیاء اللہ نے ذکر اللہ مراقبہ اور چلہ کشی کو تجویز کیا ہے۔

لہٰذا ذکر اللہ مراقبہ اور چلہ کشی کو ایک لغو فعل نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اولیاء اللہ نے ان اعمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غارِ حرا اور رمضان المبارک کی معتکفانہ حیات طیبہ سے اخذ کیا ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے حضرت شیخ الاسلامؒ کے سلوک اور تصوف کو سلاسل طیبہ سے ذکر کرتے ہیں حضرتؒ فرماتے ہیں

ان گرانمایہ نعمتوں میں سے یہ عظیم الشان نعمت بھی ہے کہ ۱۳۱۶ھ ماہ شعبان میں جبکہ میں تقریباً تمام کتب درسیہ اور ان کے آخری امتحان سے فارغ ہوا تھا اور اسی مہینہ کی آخری تاریخوں میں حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور نے سفر حجاز کا مع اپنے جملہ متعلقین کے اعلان کر دیا تھا باشارہ حضرت شیخ الہندؒ قدس اللہ سرہ العزیز و بامراد برادر بزرگ مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم آستانہ حضرت قطب الاقطاب سرگروہ اولیاء اللہ سید العارفین امام زماں مولانا رشید احمد صاحب حنفی الشافعی چشتی صابری نظامی نقشبندی قادری سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز پر حاضر ہوا اور بوسیلہ حضرت استاذ جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی مرحوم و مغفور استدعائے بیعت طریقت و ارشاد پیش کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بالا چوں و چرا درخواست قبول فرما کر سلاسل اربعہ میں بیعت فرما لیا اور ارشاد فرمایا کہ چونکہ تو مکہ معظمہ جا رہا ہے اور وہاں حضرت مرشد قطب العالم سید العارفین مولانا الحاج امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز موجود ہیں انہیں سے ذکر و شغل کی تلقین حاصل کر لینا، چنانچہ اسی روز وہاں سے

روانہ ہوکر دیوبند ہوتا ہوا وطن مالوف پہونچا خدا کے فضل و کرم سے اس بیعت مبارکہ کے آثار اسی دن سے میں اپنے میں پانے لگا روٴیائے صالحہ کا سلسلہ بھی جب ہی سے شروع ہوگیا۔

چونکہ اس زمانہ میں سفر حجاز کے لئے صرف بندر چاٹگام (بنگال) کھلا ہوا تھا۔ سواحل وغیرہ پر طاعون کے زور وشور کی بنا پر قرنطینوں کی بھی سختیاں تھیں اس لئے بہت زیادہ زمانہ مکہ معظمہ تک پہنچنے میں صرف ہوگیا یہاں تک کہ آخری ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ میں تین ماہ متواتر سفر میں گذارنے پر مکہ معظمہ پہونچا ہوا بعد انتظام اقامت و ضروریات مناسک حضرت سید العارفین قطب العالم جناب حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی بارگاہ میں شرف یابی کی نعمت حاصل ہوئی حضرت حاجی صاحب موصوف سے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بیعت فرمانے کے بعد ارشاد و تلقین کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر محول فرمادینا معہ دیگر پیغامات ذکر کیا حضرت حاجی صاحبؒ نے نہایت شفقت فرمائی اور پاس انفاس کی تلقین کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہر روز بوقت صبح ہمارے یہاں حاضر ہوا کرو اور یہی عمل کیا کرو اس زمانہ میں روزانہ تقریباً آٹھ بجے صبح سے دس گیارہ بجے تک اذن عام ہوتا تھا، مولانا محب اللہ صاحب مرحوم مثنوی شریف پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حسب ارشاد روزانہ حاضر ہوتا رہا۔ حج وعمرہ کے مناسک سے فارغ ہونے پر اواخر ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ میں بوقت روانگی قافلہ مدینہ منورہ بعد از ظہر حاضر ہوا اگرچہ وہ وقت عام اجازت کا نہ تھا مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ میں بلا لیا باوجودیکہ اس وقت میں بہت ضعیف تھے پلنگ پر لیٹے ہی رہا کرتے تھے پہنچنے پر بیٹھ گئے اور غایت شفقت سے پاس بلا کر میرے اور بھائی سید احمد صاحب کے سر پر اپنے

دونوں ہاتھوں کو پھیر کر فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا، چونکہ اس ارشاد پر میں نے سکوت کیا تھا فرمایا کہو میں نے قبول کیا۔ حسب ارشاد دونوں نے یہ کلمات کہے وہاں سے رخصت ہو کر تبریز کی جگہ (بیرون مکہ معظمہ جہاں پر قافلہ روانگی کے وقت جمع ہوا کرتا تھا) پر پہنچا دو ہی تین دن گذرے تھے کہ منزل رابغ کی شب میں جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت باسعادت خواب میں نصیب ہوئی یہ سب سے پہلی زیارت آں حضرت علیہ السلام کی تھی، آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر قدموں پر گر گیا آپ نے ارشاد فرمایا کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت جو کتابیں میں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کے متعلق اتنی قوت ہو جائے کہ مطالعہ میں نکال سکوں، آپ نے فرمایا کہ یہ تجھ کو دیا، محرم الحرام ۱۳۱۷ھ کی ابتدائی تاریخوں میں مدینہ منورہ پہونچا وہاں پہنچنے پر قیام گاہ اور معیشت کے اس قدر الجھاؤ پڑے کہ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے تعلیم کردہ شغل پر عمل نہ کر سکا فقط مکہ معظمہ کے قیام کی مدت میں اس پر عمل پیرا رہا تھا بالآخر اسی سال ماہ جمادی الثانیہ میں حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کا وصال ہو گیا اس کے بعد مجھ کو شوق سلوک پیدا ہوا تعلیم کردہ شدہ ذکر کو مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کیا کرتا تھا مگر چونکہ بدن میں حرکت پیدا ہوتی تھی اس لئے لوگوں کے مطلع ہونے کا خیال اس امر کا باعث ہوا کہ بیرونِ شہر قریب "مسجد اجابہ" بعض افتادہ کھجوروں کی جھاڑیوں میں جا کر تنہائی میں جب تک جی لگے ذکر کیا کروں، چنانچہ اس حالت پر ایک زمانہ گذرا اس اثناء میں جو رؤیائے صالحہ اور حالتیں پیش آتی تھیں گنگوہ شریف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بذریعہ مکاتیب پیش کرتا رہتا تھا۔ الطاف بیکراں کے ساتھ ہمیشہ حضرت رحمۃ اللہ

علیہ جوابات میں مفید ارشادات کے ساتھ اعانت فرماتے رہے اس اثنا میں ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ گیارہ حضرات اولیاء اللہ میں سے تشریف لائے ہیں اور فرمایا کہ ہم تجھ کو اجازت دیتے ہیں ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم ایک کرسی پر بیٹھے ہیں میں خدمت میں حاضر ہوا تو ایک تہائی ایک کھجور کا عنایت فرمایا اور کہا کہ باقی دو ثلث دوسرے مشائخ طریقت کے ذریعہ سے تجھ کو دیئے جائیں گے اس قسم کے بہت سے خواب دیکھے۔

بالآخر ۱۳۱۸ھ کے رمضان یا شوال میں کرامت نامہ پہنچا کہ تجھ کو ایک مہینہ کے لئے گنگوہ آجانا چاہیئے اس پر حضرت والد مرحوم نے ارادہ فرمایا کہ صرف مجھ کو گنگوہ شریف بھیجیں بڑے بھائی صاحب مرحوم کو وہاں کی حاضری کا بہت زیادہ شوق تھا وہ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ میں خفیہ طریقہ پر بقصد حاضری گنگوہ شریف روانہ ہوگئے اگرچہ حضرت والد صاحب کا قصد یہ تھا کہ بعد از حج جبکہ قافلہ مدینہ منورہ سے جدہ واپس ہوگا اس وقت مجھ کو بھیجیں گے مگر بھائی صاحب کی تنہائی کی بنا پر حکم فرمایا کہ تو بھی ابھی چلا جا چنانچہ میں براہ ینبع البحر جدہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ بھائی صاحب مرحوم جہاز نہ ملنے اور حج کے قریب ہو جانے کی بنا پر مکہ معظمہ چلے گئے ہیں اور وہاں ہی مقیم ہیں۔

بالآخر میں بھی مکہ معظمہ پہنچا اور نعمت حج وعمرہ سے فیضیاب ہونے کی تاریخ ۱ کے بعد جدہ دونوں واپس ہوئے مگر دخانی جہازوں کا اس سال کرایہ اس قدر گراں تھا کہ ہم دونوں کے پاس کی مقدار ہرگز کافی نہ تھی بالآخر اوائل محرم ۱۳۱۹ھ میں بادبانی جہاز (بغلہ) مسقط جانے والا جس نے تقریباً سوا مہینہ کے بعد مسقط پہنچایا مسقط سے ہر ہفتہ میں ایک دخانی جہاز کراچی جاتا تھا تقریباً ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد دو

جہاز آیا دو دو روپیہ فی ٹکٹ پر کراچی پہنچا ہوا اور پھر اوائل ماہ ربیع الاول میں گنگوہ شریف کی حاضری نصیب ہوئی، اس اثنا میں تمام راہ میں میرے مشاغل سلوک برابر جاری رہے اور بفضلہ تعالیٰ رویائے صالحہ اور مختلف احوال وارد ہوتے رہے گنگوہ شریف پہنچنے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت زیادہ عنایات فرمائیں، والد صاحب مرحوم کے خطوط سے چونکہ حضرت کو پوری کیفیت معلوم ہو چکی تھی اس لئے یہاں انتظار تھا۔

بھائی صاحب مرحوم سہارنپور سے بالا بالا حاضر خدمت ہوئے اور میں نے عرض کیا کہ میں پہلے دیوبند جاؤں گا وہاں سے خدمت اقدس میں حاضر ہوں گا، بھائی صاحب مرحوم سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں کے لئے ہم نے ایک ایک جوڑا کپڑا تیار کر رکھا ہے مگر حسین احمد کے حاضر ہونے کے بعد دوں گا چنانچہ جب میں دیوبند سے براہ نانوتہ پیدل حاضر ہوا تو وہ جوڑے جو کہ ابھی جدید تھے ہر ایک کو عطا کئے گئے چونکہ ان میں کرتہ پاجامہ ٹوپی ہی تھی اس لئے بھائی صاحب مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت ہم دونوں اپنے اپنے عمامے لاتے ہیں اور پیش کر دیتے ہیں جناب ان کو بھی ہمیں دیدیں فرمایا کہ اس کو پھر دیکھا جائے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال شفقت آخری شغل سلوک تلقین فرمایا، میں نے اپنی ان رویاء کو جو کہ راستہ میں دیکھی تھیں تنہائی میں پیش کیا جن میں سے ایک یہ تھی کہ میں حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور اس سے پہلے ایک مقدار کھجوروں کی حضرت کے یہاں بطور ہدیہ پیش کر چکا ہوں تو حضرت نے فرمایا کہ تو آکر ان کھجوروں کو خود تقسیم کر دے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کھجوریں تو میں آپ کے لئے لایا ہوں میرے یہاں تو اس کی دوکان ہے (اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں وسائل معاش کے لئے دوکان کی گئی تھی اور

کھجوریں بھی ذخیرہ کی گئی تھیں کہ موسم حج میں فروخت ہوں گی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں میں جانتا ہوں کہ ہندوستان میں کن مشقتوں سے یہ کھجوریں حاصل ہوتی ہیں، مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اس خواب کو سُن کر ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے یہاں سے تجھ کو اجازت ہوگئی میرے یہاں سے بھی عنقریب ہو جائیگی۔ (چونکہ طلب اجازت و خلافت میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو اس کا خواستگار نہیں ہوں۔) اس پر غالباً سکوت فرمایا، بارگاہ رشیدی کی حاضری میں بفضلہٖ تعالیٰ واردات اور معنوی نعمتیں بہت زیادہ حاصل ہوتی رہیں، ایک شب پندرہ سولہ دن کے بعد بعد از عشاء رجب کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مٹھی دبا رہا تھا بین النوم والیقظہ کی حالت طاری ہوئی اور سنا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تجھ کو چالیس[۴۰] دن کے بعد اجازت ہوگی اس رویا کے بعد ٹھیک چالیس دن گذرنے پائے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعد از عصر ارشاد فرمایا کہ اپنے اپنے عمامے لے آؤ بھائی صاحب نے دونوں عمامے حاضر کئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو اپنے پاس بٹھا کر اپنے دست مبارک سے عمامے باندھے اس کے چند منٹوں کے بعد بھائی صاحب سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیسی دستار تھی بھائی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ دستار فضیلت تھی فرمایا کہ نہیں یہ دستار خلافت تھی تم دونوں کو میری طرف سے اجازت ہے، اس کے بعد کچھ عرصہ خدمت اقدس میں رہنا ہوا مگر قسمت نے یاوری نہ کی اور بہت جلد افتراق جسمانی کی نوبت آگئی، افسوس کہ اپنی تن پروری اور نفس پرستی کاہلی اور غفلت ہمیشہ میدان عمل میں سد راہ ہوتی رہی جس کی بنا پر ہر طرح ناقص ہی رہا ورنہ نعمائے الٰہیہ نے کبھی بخل

نہ فرمایا اور نہ حضرت مرشد قدس اللہ سرہٗ العزیز کی توجہات اور حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کی برکات نے اضافہ سے کوئی کوتاہی کی سے

سود گشت از سجدہٴ راہ بتاں پیشانیم چند برخود تہمت دین مسلمانی نہم !

"حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں اگرچہ زیادہ تر رہنا نصیب ہوا مگر وہاں بھی باوجود ان کی توجہات بے غایات کے اپنی ناعاقبت اندیشیوں اور نالائقیوں نے گل کھلانے میں کمی نہ کی، غرض کہ حقیقی معنوں میں میں اپنے اسلاف اور اکابر کرام کے لئے ننگ اور عار ہی رہا اور حضرات اہل چشت اور دیگر مشائخ اہل طریق کا صحیح معنوں میں بدنام کرنیوالا تاہم مجھ کو افضالِ خداوندی سے بہت زیادہ امیدیں ہیں کہ مثل سگ اصحاب کہف مجھ کو اپنے اولیاء اللہ کے فیوض سے مستفید ہونے کا موقعہ عنایت فرمائیں گے اور اپنے دوستوں اور بھائیوں سے امیدوار ہوں کہ وہ اپنی دعواتِ صالحہ اور توجہاتِ کریمہ سے اس روسیاہ ننگ خاندان کی دستگیری فرمائیں گے۔

اس کے علاوہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی دیگر رویائے صالحہ نقشِ حیات سے پیش کرتا ہوں۔ حضرتؒ فرماتے ہیں۔

بشارت اور رویاء صالحہ

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ بیعت ہونے کے بعد ہی سے برکات کا سلسلہ اور فیوض کا بہ طریقت میں اپنے اندر محسوس کرنے لگا تھا بالخصوص جب سے بالالتزام ذکرِ مدینہ منورہ میں کرنے لگا تھا، حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے تھے کہ اکابر نے ارشاد فرمایا کہ

کہ کچھ عرصے سے (تقریباً سو برس یا اس سے زائد) ہندوستان میں برکات ذکر و شغل اُٹھ گئی ہیں یا اُٹھتی جاتی ہیں وہ فیض جو زمانہ قدیم میں حاصل ہوتا تھا اب نہیں ہوتا حرمین شریفین میں فیض بدرجہ اتم موجود ہے (او کما قال)

بہر حال مدینہ منورہ زید شرفاً میں سلسلہ رویا رصالحہ وغیرہ بکثرت جاری رہا مگر اس وقت لکھنے اور ضبط کرنے کا خیال نہیں ہوا۔

خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ کرام اولیاء عظام آئمہ فخام اور جناب باری عزاسمہٗ کو بارہا دیکھنے کا شرف حاصل ہوا چونکہ قلمبند کرنیکی نوبت نہیں آئی اس لئے بلا ترتیب قید زمانہ جس قدر یاد ہے لکھتا ہوں۔

(۱) ایک مرتبہ دیکھا کہ آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف کے شمالی دروازہ باب مجیدی کے باہر بجانب شمال منہ کئے (قبلہ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کا بجانب جنوب ہے) مسجد سے نکل کھڑے ہیں اور آپ کے لپ میں (دونوں ہاتھوں کا مجموعہ) میٹھے کدو (جس کو کہنڈا اور عرب میں دبار رومی کہتے ہیں) کے بیج بھرے ہوئے ہیں۔ میں سامنے سے حاضر ہوا جب میں قریب پہونچا تو آپ نے لپ کو نیچے سے کھول دیا کچھ بیج نیچے کو گرے تو میں نے دامن میں لے لیا ان کی مقدار تقریباً تیس عدد تھی

(۲) دیکھا کہ میں مسجد شریف میں منبر شریف کے سامنے بکریہ کے نیچے (وہ اونچی چھت دار جگہ جس پر تکبیر کہنے والے چڑھ کر تکبیر کہتے اور اختام نماز میں انتقالات پہ بلند آواز سے مقتدیوں کو آگاہ کرتے ہیں یہ جگہ مسجد شریف میں منبر کے سامنے چار یا پانچ گز بجانب شمال واقع ہے) لیٹا ہوں اور مجھ پر سبز شال پڑی ہے اور ایک شخص یہ

کہتا ہے کہ تیرے قدم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم جیسے ہیں اس کی تعبیر حضرت گنگوہی نے اتباع سنت دی تھی۔

(۳) دیکھا کہ ایک جگہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھُلی ہوئی ہے میں نے دیکھا کہ لاشِ مبارک سفید کفن میں قبر کے پاس باہر ہے کفن کھُلا ہوا ہے چہرہ مبارک نہایت تر و تازہ ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات سو رہے ہیں مگر آپ کی لبیں اور ناخن بڑھے ہوئے ہیں، میں نے قینچی سے آپ کی لبیں کتریں اور ناخنوں کو بھی کترا۔

(۴) روضہ مطہرہ (وہ حجرہ شریفہ جس میں قبر مبارک ہے اس کے جنوبی دیوار (مواجہ شریف) کی جڑ میں ایک پختہ خندق تقریباً ڈیڑھ دو ہاتھ گہری اور کئی گز لانبی بنی ہوئی ہے جس کی لمبائی دیوار کی جڑ سے متصل سر مبارک کی طرف سے پاؤں کی طرف کو چلی گئی ہے۔ اور کچھ لوگ کھڑے ہو کر لانبی جھاڑو سے اس میں جھاڑو دے رہے ہیں میں ایسی ہی لانبی جھاڑو لے کر پہنچا تو وہ سب ہٹ گئے میں نے تمام خندق کو جھاڑو دیا اور پانی ڈال کر پانی کو جھاڑو ہی سے صاف کیا۔ میں جھاڑو سے پانی کو صاف کرتا ہوں اور صاف کردہ جگہ میں پانی خشک ہو جاتا ہے پھر دیکھتا ہوں کہ اس میں رومی قالین خوش رنگ بچھ گئے ہیں، خندق کے آگے بجانب قبلہ قبر شریف کی طرف چہرہ کئے ہوئے کچھ لوگ تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہیں۔

(۵) دیکھا کہ باب السلام سے (مسجد نبوی کا سب سے بڑا دروازہ جو کہ بجانب مغرب واقع ہے) مسجد میں داخل ہوا اور حجرہ مطہرہ کی طرف جا رہا ہوں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک پر رونق افروز ہیں قبلہ کی طرف آپ کا چہرہ مبارک ہے

میں داہنی جانب سے حاضر ہوا جب میں بالکل قریب پہونچا تو آپ نے مجھ کو چار چیزیں عطا فرمائیں ان میں سے ایک علم ہے. باقی تین اشیاء کو نہیں جانتا کہ کیا تھیں اس کے بعد میں کرسی کے پیچھے سے ہوتا ہوا ایک باغ میں جو کہ بجانب قبلہ آنحضرت علیہ السلام کے آگے تقریباً دس بارہ گز دوری پر واقع ہے داخل ہوا اس میں میوہ دار درخت ہیں جن کی اونچائی قد آدم سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہے ان درختوں کے پتے سیب کے پتوں جیسے ہیں اور ان میں پھل کالے کالے لگے ہوئے ہیں اور کچھ لوگ ان درختوں میں سے پھل چن چن کر کھا رہے ہیں میں نے بھی ان سیاہ پھلوں کو توڑ کر کھایا مقدار میں یہ پھل چھوٹے انجیر کے برابر تھے، مگر ان کا مزہ ان موجودہ پھلوں سے سب سے زیادہ علیحدہ اور اس قدر لذیذ تھا کہ اس قدر لذیذ پھل میں نے کبھی نہیں کھائے اس کے بعد میں نے ایک درخت اس باغ میں بڑے شہتوت کا دیکھا جس میں شہتوت لگے ہوئے ہیں جن میں کے پکے ہوئے پھل زرد رنگ کے ہیں میں نے ان سے پکے ہوئے شہتوت توڑے اور میں سمجھ رہا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کسی قدر ناساز ہے یہ شہتوت آپ کے واسطے لے جا رہا ہوں۔

(۶) ایک روز ایک کتاب اشعار کی دیکھ رہا تھا اس میں ایک مصرعہ تھا۔

"ہاں اے حبیب رُخ سے اٹھا دو نقاب کو" یہ اس وقت بہت بھلا معلوم ہوا۔ میں مسجد شریف میں حاضر ہوا اور مواجہہ شریفہ میں بعد ادائے آداب و کلمات مشروعہ انھیں کلمات کو پڑھنا اور شوقِ دیدار میں رونا شروع کیا، دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں کا نہیں ہے اور آپ کرسی پر سامنے بیٹھے ہوئے ہیں

آپ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔

(۷) جبکہ میں کراچی سے گنگوہ شریف کے قصد سے سفر کر رہا تھا اور گاڑی ملتان کے قریب چل رہی تھی خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اور ہر دو صاحبوں کے ہاتھ ایک کے دوسرے سے تشبیک کئے ہوئے ہیں

(۸) میں نے خواب میں امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو ان سے دونوں ہاتھ ملا کر بیعت کی اور یہ الفاظ کہے۔ ابایعک علی ما بایعت به للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۹) دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ ائمہ مذاہب اربعہ یا کہا کہ آئمہ طرق اربعہ تیرے لئے دعا کرتے ہیں کیونکہ تو اثنا درس میں جب کسی کا ذکر آتا ہے تو ان کے لئے رحمہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے یا کہا کہ دعا کرتا ہے۔ اور میں نے خواب ہی میں دیکھا کہ کچھ لوگ مختلف مقامات پر گرد و پیش بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھائے دعا کر رہے ہیں۔

(۱۰) دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اور اس میں آسمان سے معلق ڈول لٹک رہے ہیں۔ جن کے وہ تار جن سے آسمان تک ان کا علاقہ ہے میں دیکھ رہا ہوں اور وہ ڈول برابر یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور میں ڈولوں کو الٹتا ہوں تو مٹھائی زمین پر اقسام مختلفہ کی ڈھیر ہو جاتی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت بڑا ڈھیر مٹھائی کا ہو گیا ہے اور لوگ اس کو وہاں کھا رہے ہیں۔

(۱۱) اس زمانہ میں التزام کرتا تھا کہ باوضو سویا کروں چنانچہ باوضو شب کو چھت پر سویا تھا اور یہ مکان بقیع شریف اور حجرہ مطہرہ کے تقریباً بیچ میں واقع تھا، نصف شب کے پہلے دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ کو امام زماں اور افسر

حج بنا پہنچے۔

(۱۲) ایک بہت بڑا درخت ہے جس کی ٹہنیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی سایہ افگن ہیں اس درخت کے سب سے فوقانی سطح پر سمجھ رہا ہوں کہ جناب باری عزاسمہ جلوہ فرما ہے، ہیبت و جلال بے حد محسوس کر رہا ہوں اور کچھ اوپر سے ارشاد ہو رہا ہے (جسکی تفصیل پوری یاد نہیں رہی)

(۱۳) ایک روز مسجد نبوی کے اگلے حصہ کے محراب میں جس کو محراب عثمانی کہا جاتا ہے (جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے وقت کھڑے ہوتے تھے) میں ذکر کر رہا تھا کہ نیند آگئی دیکھتا ہوں کہ حضرت عثمان رض تشریف فرما ہیں، ان کو بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ تم فنا ہو جاؤ انھوں نے ایک برش پر جو کہ مثل اولٹے تشت کے ہے اپنا سر فنا ہونے کے لئے رکھ دیا اس خواب کو گنگوہ شریف لکھا تو جواب آیا تیری نسبت عثمانی ہے اور اسی وجہ سے تو لوگوں کی حیا کی بنا پر مسجد شریف چھوڑ کر جنگل میں ذکر کے لئے جاتا ہے۔

(۱۴) ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں مسجد شریف میں چار زانوں بیٹھا ہوں اور حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ العزیز بائیں طرف تشریف فرما ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف سے تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں کوئی کتاب ہے۔

(۱۵) احمد آباد جیل میں خواب دیکھا کہ ایک شخص اوپر سے کہہ رہا ہے کہ جو رحمت خداوندی حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کی طرف دنیا میں متوجہ کی گئی تھی وہ اب تیری طرف پھیر دی گئی۔

(۱۶) ایک مرتبہ ایک خواب بہت مفصّل دیکھی جس میں سے اس قدر یاد ہے کہ میں حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں حضرتؒ بہت زیادہ الطاف فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو اپنے ضمن میں لے لیجیئے، غالباً حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمالیا اور پھر... اسی خواب میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی شرف حاضری حاصل ہوا۔ (ماخوذ از نقشِ حیات جلد ۱۱)

یہ بشارات اور رویا رصالحہ اسی سلوک اور تصوّف کی برکت ہے کہ جس کو یا تو غلط استعمال کیا جاتا ہے یا اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ آگے چل کر انشاءاللہ رویا صالحہ کے بارے میں کچھ عرض کروں گا

سلسلہ بیعت بیعت کیا چیز ہے اس کے متعلق حضرت شیخ الاسلامؒ کے ارشادات گرامی تبرکاً پیش کرتا ہوں۔ حضرتؒ نے مدراس کی تقریر میں ارشاد فرمایا ہے۔

> بیعت نام ہے اس کا کہ شریعت کی کسی بات کے لئے عہد لیا جائے کہ وہ اس امر کو اللہ کے حکم سے انجام دیں گے یا کسی خاص دینی مسئلے کا، کہ وہ اس پر عمل کریں گے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع میں ایسا کیا ہے چنانچہ حدیبیہ کی لڑائی کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا کہ اگر دشمنوں سے مقابلے کی نوبت آئی تو وہ بھاگیں گے نہیں بلکہ جب تک زندہ رہیں گے وہ دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور موت آجائے تو اس کو اختیار کریں گے اور اسلام کی بلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا۔ (الآیۃ)	اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہو گیا جب آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پس اللہ کو معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اور اس وقت اللہ نے ان کے دلوں میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو فتح قریب عطا فرمائی۔

اس کے بعد آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں۔

بیعت کوئی نئی چیز نہیں ہے قرآن و احادیث میں بہت سے واقعات ذکر کئے گئے ہیں جن سے بیعت کا ثبوت ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے یہ سلسلہ اب تک چلا آ رہا ہے۔ بیعت اس بات پر ہوتی ہے کہ شریعت کے حکموں کی تعمیل کریں گے، اللہ کا ذکر کریں گے اور شریعت پر چلیں گے اسی کو بیعت طریقت کہا جاتا ہے۔ (ماخوذ از تقریر مدراس)

اس جگہ جی چاہتا تھا متعدد احادیث و آیات کو پیش کر کے منکرین بیعت کے گمراہ کن اقوال کی قلعی کھولی جاتی لیکن . . رسالہ کے طویل ہونے کا خوف ہے . . . . لہٰذا اب ہم حضرت شیخ الاسلام رح کے طریقہ بیعت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

طریقہ بیعت

حضرتؒ کا دستور تھا کہ جب کوئی بیعت ہونیکا ارادہ کرتا آپ اس سے استخارہ کرنیکو فرماتے آخر میں یہ شدت ختم سی ہو گئی تھی لیکن طلبا کو ہرگز بیعت نہیں فرماتے تھے، عورتوں کو جب بیعت کرتے تو پردے سے بیعت فرماتے تھے، عورتیں علیحدہ مکان میں بند ہو جاتیں اور ان کے

ہاتھ میں ایک لانبا کپڑا دیا جاتا تھا جس کا دوسرا سرا حضرت کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔
مردوں کو بھی حضرتؒ تنہائی میں بیعت فرماتے تھے' اس طرح پر کہ ایک لانبا
کپڑا سب کے ہاتھوں میں ہوتا تھا کہ جس کا دوسرا سرا حضرتؒ کے ہاتھ میں ہوتا تھا
اور سب باوضو ہوتے تھے اور مندرجہ ذیل کلمات حضرت ارشاد فرماتے تھے۔ انہیں
الفاظ کو مرید ہونے والے حضرات دہراتے تھے

بعد خطبہ مسنونہ کے ارشاد فرماتے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا
فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ
اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ
اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

کہیے: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ
مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ " گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اللہ تعالیٰ
کے کوئی عبادت کئے جانے کے قابل نہیں' اکیلا ہے وہ کوئی اس کا شریک
نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنی ذات اور اپنی صفات میں اور
اپنے افعال میں اکیلا ہے کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں اور ایمان
لایا میں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں جو کچھ انھوں
نے فرمایا سب حق ہے' اور ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ کے سب فرشتوں پر اور

اسکے سب پیغمبروں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر داخل ہوا میں دین اسلام میں سچے دل سے۔ بری اور بیزار ہوں میں سب دینوں سے سوائے دینِ اسلام کے بیعت کی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر بواسطہ ان کے خلفاء کے، عہد کرتا ہوں کہ میں شرک نہ کروں گا، کفر نہ کروں گا۔ بدعت نہ کروں گا، چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، کسی کو ناحق قتل نہ کروں گا، کسی پر بہتان نہ باندھوں گا، جہاں تک ہو سکے گا خدا اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری ہمیشہ ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچتا رہوں گا اور اگر کبھی کوئی گناہ ہو گیا تو بہت جلد توبہ کروں گا۔

توبہ کرتا ہوں میں اپنے سب گناہوں سے، اگلے ہوں یا پچھلے، چھوٹے ہوں یا بڑے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو میں نہیں جانتا اے اللہ تو سب کچھ سنتا ہے تو سب کچھ دیکھتا ہے تو سب کچھ جانتا ہے۔ تجھ سے کچھ چھپا ہوا نہیں تو گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور رحیم ہے تو بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور کریم ہے، میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے۔

بیعت کی میں نے حسین احمد کے ہاتھوں پر طریقہ چشتیہ صابریہ اور طریقہ چشتیہ نظامیہ اور طریقہ نقشبندیہ اور طریقہ قادریہ اور طریقہ سہروردیہ میں۔ اے اللہ میری بیعت قبول فرما اور مجھ کو ان سلسلوں کے بزرگوں کے طفیل میں اپنی محبت اور کامل ایمان عطا فرما اور میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور

آخرت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہو اور آپ کی
شفاعت اور جنت نصیب ہو۔

اس کے بعد دعا مانگتے اور کچھ نصیحت فرماتے اور ذکر کے متعلق تسبیحات ستہ تعلیم فرماتے اور شجرہ چشتیہ صابریہ رشیدیہ عنایت فرماتے، حضرتؒ کے کلمات بیعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ترجمہ ہیں اور اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو ان احادیث کو بھی یہاں نقل کر دیتا جن کا یہ کلمات ترجمہ ہیں۔

تعلیم سلوک غالباً ۱۳۷۲ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ حضرتؒ کے یہاں تشریف لائے اور عرض کیا حضور اب آپ تو تصوف اور سلوک میں مشغول ہو گئے ہیں اور ہمارے اندر بڑھاپے کی وجہ سے اتنی جان نہیں کہ مجاہدات و ریاضات اور چلہ کشی کریں، حضرتؒ نے ارشاد فرمایا، میں نے سلوک کو نہایت آسان کر دیا ہے اور وہ تعلیم مقرر کر دی ہے کہ ضعیف سے ضعیف اور کمزور سے کمزور بھی اس پر عمل کر کے منزل مقصود تک پہونچ سکتا ہے
حقیقت یہ ہے کہ آپ سلوک کے مجدد ہیں، طریق اربعہ کی تعلیمات خصوصاً خاندانِ چشتیہ کی تعلیمات سلوک کا نچوڑ اور خلاصہ آپ نے طالبانِ مولیٰ کو تعلیم فرمایا اور تھوڑے عرصہ میں سینکڑوں کو واصل باللہ کر دیا۔ ہم ذیل میں حضرتؒ کی تعلیمات سلوک کا مختصراً تذکرہ کرتے ہیں

تسبیحات ستہ: سبحان اللہ سو بار الحمد للہ سو بار لا الٰہ الا اللہ سو بار اللہ اکبر سو بار استغفار سو بار درود شریف سو بار

یہ ذکر تو اول دن ہی بیعت کرنے کے بعد تعلیم فرما دیتے تھے اس کے بعد اگر

کوئی سلوک میں کام کرنا چاہتا تو اس کے حسب حال اوراد اور وظائف تعلیم فرماتے۔

ذکر جہری (۱۲ تسبیحات)، پاس انفاس، اسم ذات، ذکر قلبی اور مراقبہ

ان اذکار میں علاوہ ذکر قلبی اور مراقبہ کی کوئی خاص ترتیب نہیں تھی، اگر کوئی فارغ ہوا تو ذکر جہری، پاس انفاس، اسم ذات ایک ساتھ تعلیم فرما دیئے اور اسم ذات کی تعداد بڑھا کر ایک لاکھ سوا لاکھ یومیہ تک پہنچا دیتے تھے۔

جب حالات آپ کے معیار کے مطابق ہو جاتے تو ذکر قلبی اور پھر مراقبہ تعلیم فرما دیئے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مراقبہ پر تمام سلسلوں کی تعلیم ایک ہو جاتی ہے اور یہی ذکر مقصود بالذات ہے اس کے علاوہ شاذ و نادر ہی آپ نے حبس دم اور دوسرے اذکار کی تعلیم فرمائی ہے، عموماً ایسا ہوتا کہ ان اذکار پر مداومت کرنے اور آپ کی توجہات کی برکت سے سالک منزل مقصود کو پہونچ جاتا تھا مراقبہ میں آپ کا ایک خاص معیار تھا۔ جس پر آپ سالک کو اجازت بیعت عنایت فرما دیتے تھے

عورتوں کو آپ زیادہ اذکار تعلیم نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کو نماز، روزہ، تلاوت قرآن، تسبیحات ستہ اور زیادہ سے زیادہ ۳ ہزار یا ۶ ہزار اسم ذات تعلیم فرماتے تھے۔

سلوک کی یہ وہ تعلیم ہے کہ جس پر عمل کر کے بفضلہ تعالیٰ ۶۴ خلفا ہوئے جو ہندوستان اور بیرون ہندوستان پھیلے ہوئے ہیں۔

مندرجہ ذیل حضرت کے خلفا کی فہرست ملاحظہ فرمائیے . . . . سے قبل حضرت کا ایک ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ کافی عرصہ ہوا

میں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ آج میرا آپ سے لڑنے کو جی چاہتا ہے، حضرت نے فرمایا۔ شوق سے لڑیے، میں نے عرض کیا کہ حضور! حضرت گنگوہیؒ اور حضرت حاجیؒ صاحب نے جو خدمت آپ کے سپرد کی تھی اس کا بھی کچھ خیال ہے یا آزادیٔ ہند میں حصّہ لیتے رہے گا، فرمایا کہ میں اس خدمت سے غافل نہیں ہوں، بلکہ سلہٹ۔۔۔ رمضان المبارک کے مہینہ میں اسی غرض سے قیام کرتا ہوں، حضرت شیخ الحدیثؒ ارشاد فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت جب بھی سلہٹ سے واپس تشریف لائے تو دو چار خطوط سالکین کے مجھے دکھاتے اور فرماتے دیکھئے ان حضرات کی کیسی حالت ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت کا خطوط دکھانے کا سلسلہ برابر رہا۔ اور مجھے ندامت ہوتی رہی کہ میں نے بلا تحقیق کے کیوں چھیڑ دیا۔

بہرحال حضرتؒ کی زندگی کا اکثر حصّہ جدوجہد آزادی میں صرف ہوا ہے ہاں ۱۹۴۷ء کے بعد سے آپ نے اس طرف توجّہ کی سو الحمدللہ اس قلیل مدت میں ۱۶۶ خلفاء اور مجاز پیدا کر دیئے، اتنی قلیل مدت میں خلفا کی اتنی بڑی تعداد پیدا کر دینا آپ کے فضل و کمال کا بین ثبوت ہے اور تاریخ تصوّف کا اہم کارنامہ ہے کہ جس کی مثالیں بہت ہی کم ہیں۔

فہرست خلفاء شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

وہ حضرات جنھیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ العزیز نے چشتیہ[۱] صابریہ امدادیہ، نقشبندیہ[۲] مجددیہ، قادریہ[۳]، سہروردیہ[۴] چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت دی ہے۔

صوبہ مشرقی پاکستان

(۱) مولوی تخلیص حسین صاحب	سید پور	ضلع سلہٹ
(۲) حاجی عبدالباری صاحب	جھینگاباڑی پوسٹ چوڑکھائی	//
(۳) حاجی ابرد میاں صاحب	تال باڑی //	//
(۴) مولانا بشیر احمد صاحب	باگا // پھولباڑی	//
(۵) مولوی مقدس علی صاحب	محلہ شیخ // بنیاچنگ	//
(۶) مولوی سید عبدالخالق صاحب مرحوم	سید پور	//
(۷) ڈاکٹر علی اصغر نوری صاحب	عفرگاؤں // کمارگاؤں	//
(۸) مولوی حبیب الرحمٰن صاحب	موضع رائے پور // والب پور	//
(۹) سلیمان خاں صاحب مولوی بازاری		//
(۱۰) مولوی عبدالرحیم صاحب	چری پاڑا پوسٹ کنائی گھاٹ	//
(۱۱) مولوی مجاہد علی صاحب	مقام وڈاکنانہ گنگا جل	//
(۱۲) مولوی عبدالمبین صاحب چودھری	پھولواڑی مقیم حال ڈھاکہ دکھن	//

(۱۳) مولوی عبدالرحمن صاحب موضع دھوبیا ڈاکخانہ خاگاوڑہ ضلع سلہٹ

(۱۴) مولانا تجمل علی صاحب انگورہ محمد پور ،، کراڑ بازار ،،

(۱۵) مولوی علاؤ الدین صاحب بنیاچنگ ،،

(۱۶) مولوی عبدالمنان صاحب موضع اٹھالیا ،، شٹیا چوڑی ،،

(۱۷) مولانا عبداللطیف صاحب مولوی بازاری موضع نالی ہوری ،، اکھائل کوڑا ،،

(۱۸) مولوی سراج الحق صاحب موضع پران گاؤں پوسٹ کلیر بھنگا ،،

(۱۹) مولوی عبدالحق صاحب غازی نگر ،، پیٹھاریا ،،

(۲۰) مولوی عبدالمومن صاحب پران گاؤں ،، کلیر بھنگا ،،

(۲۱) مولوی یونس علی صاحب موضع رائے گڑھ ،، ڈھاکا دکھن ،،

(۲۲) مولوی عبدالمنان صاحب ،، گنوئی ،، بنیاچنگ ،،

(۲۳) مولوی عبدالغفار صاحب محرر خانی ،، منشی پاڑا ،،

(۲۴) مولوی محمد علی صاحب موضع بلرام پور ،، منشی پاڑہ ،،

(۲۵) مولوی ریاض الرب صاحب ،، ڈھاکا دکھن ،،

(۲۶) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم ساکن چوڑ کھائی ،،

(۲۷) مولانا حسن علی صاحب مرحوم گوائن گھاٹ ،،

(۲۸) مولانا لطف الرحمن صاحب حامد نگر برونہ ،،

(۲۹) مولانا حافظ عبدالکریم صاحب اسلام آباد لکھی پاشا ،،

(۳۰) مولانا بدر عالم صاحب مغل بازار مدرسہ مغل بازار ،،

(۳۱) مولانا مسعود الحق صاحب حال شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم پوسٹ صدر چاٹگام ٹاؤن
پٹھیا ڈاکخانہ پٹیا ضلع چاٹگام

(۳۲) مولانا مفتی احمد الحق صاحب مدرسہ معین الاسلام ہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام
(۳۳) مولوی عبد الستار صاحب فتحپوری فتحپور مدن ہاٹ ،،
(۳۴) مولوی احمد شفیع صاحب مدرسہ معین الاسلام ہاٹ ہزاری ،،
(۳۵) مولوی عبید الرحمٰن صاحب امام نگر نذیر ہاٹ ،،
(۳۶) مولوی عبد الرحمٰن صاحب گچھی مہامنی ،،
(۳۷) محمد نعمان صاحب اندھر یارا بھائی مکھن ،،
(۳۸) مولوی محمد ادریس صاحب معرفت ایمان علی صاحب اسارن سنتوش پور ڈاکخانہ امان اللہ
(۳۹) مولوی عبد الحلیم صاحب پیر مکھن ضلع چاٹگام
(۴۰) مولوی شمس الدین صاحب معرفت وکیل باڑی کنچن نگر ڈاکخانہ کنچن پور ،،
(۴۱) مولوی عبد الغنی صاحب ہادی سینئر مدرسہ مارشور ڈاکا ضلع پابنا
(۴۲) مولوی ریحان الدین صاحب موضع زید پور لکھی پور ،، نواکھالی
(۴۳) مولانا دلاور حسین صاحب چاند پوری فینی ،، ،،
(۴۴) مولوی عزیز الحق صاحب غدیل پور چنگا تلی ،، ،،
(۴۵) مولوی کلیم اللہ صاحب کھاری ہر (مدرسہ فسر العلوم منگل کوٹ ،، ٹپرا
(۴۶) مولوی محب الرحمٰن صاحب فینوا ،، ،،
(۴۷) مولوی علی اشرف صاحب سیرام پور فتل بازار ،، ،،
(۴۸) مولانا امین الحق صاحب میمن سنگھی جامعہ قرآنیہ محلہ لال باغ ،، ڈھاکا
(۴۹) مولوی محمد یونس صاحب باقر گنجی موضع چر خلیفہ ڈاکخانہ دادھا ملب باقر گنج
(۵۰) حافظ طیب علی صاحب مرحوم۔

صوبہ آسام

(۵۱) مولوی عبدالواحد صاحب ساکن ملاگرام ڈاکخانہ موہنیہ ضلع کچھار

(۵۲) مولوی سعید علی صاحب امام مسجد درگاہ بڑشی 〃 کریم گنج 〃 〃

(۵۳) مولانا مقدس علی صاحب موضع بوڈی بائل 〃 غنیر گرام 〃 〃

(۵۴) مولانا عبدالجلیل صاحب شیخ الحدیث دارالحدیث بدرپور 〃 〃

(۵۵) مولانا مصدر علی صاحب دارالعلوم بانس کنڈی 〃 〃

(۵۶) مولوی بشارت علی صاحب 〃 〃 〃

(۵۷) مولانا احمد علی صاحب بدرپوری شیخ الحدیث دارالعلوم بانس کنڈی 〃 〃

(۵۸) مقبول علی صاحب بانسکنڈی 〃 〃

(۵۹) ماسٹر غلام احمد صاحب 〃 〃

(۶۰) مولوی معین الدین صاحب مدرس دارالعلوم بانسکانڈی 〃 〃

(۶۱) مولوی جواد علی صاحب 〃 〃 〃

(۶۲) ہرمز علی صاحب ساکن تاراپور ڈاکخانہ توپ خانہ سلچر 〃 〃

(۶۳) حافظ محمد مستقیم صاحب محلہ بیرنگا سلچر 〃 〃

(۶۴) حافظ مکرم علی صاحب مرحوم بانسکنڈی 〃 〃

(۶۵) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب موضع جلال پور پوسٹ سری گوری 〃 〃

(۶۶) حافظ شفیق الرحمٰن صاحب بانسکنڈی 〃 〃

(۶۷) مولوی قاری عبدالمطہر صاحب ساکن بھگاڈر پوسٹ بیرنگا سلچر 〃 〃

(۶۸) مولوی قاری عبدالصمد صاحب موضع پوڑی بائل پوسٹ غنیر گرام ضلع کچھاڑ

(۶۹) مولوی عبدالمقصود صاحب ساکن مہاتل پوسٹ بھنگا بازار ضلع کچھار مقیم حال دارالحدیث بدرپور ،، ،،

(۷۰) مولوی معتصم علی صاحب ساکن پکورپور ڈاکخانہ دکھن رنگپور رساڈ کھنڈ لالہ ،، ،،

(۷۱) مولوی مظفر علی صاحب مدرسہ اسلامیہ لنگاپور پوسٹ النگاپور بازار ،، ،،

(۷۲) مولوی عبدالحق صاحب موضع محمدپور پوسٹ دکھن رنگپور رساڈ لالہ ،، ،،

(۷۳) مولوی عبدالحق صاحب عالم گنجی موضع سات گھری پوسٹ مہینہ ،، ،،

(۷۴) حافظ عبدالنور صاحب کریم گنجی ساکن گندرسن جانی پوسٹ بارڈی گرام ،، ،،

(۷۵) مولوی جلال الدین صاحب سوناتولی ساکن کھودراکندی ڈاکخانہ کالی گنج بازار ،،

(۷۶) حافظ عبدالرحیم صاحب ساکن ملاگرام ڈاکخانہ موہنہ ،، ،،

(۷۷) محمد نجابت علی صاحب ساکن کھودراکندی ڈاکخانہ کالی گنج بازار ،، ،،

(۷۸) حاجی عبدالمالک صاحب ساکن بڑشی ،، کریم گنج ،، ،،

(۷۹) حاجی شمس الحق صاحب بڑشی ،، ،، ،، ،،

(۸۰) حاجی محبت علی صاحب ساکن سوناباری گھاٹ ،، سوناباری گھاٹ ،، ،،

(۸۱) مولوی رحیم الدین صاحب امام مسجد بالسکنڈی ،، ،، ،،

(۸۲) مولوی محسن علی صاحب مدرس دارالعلوم بانسکنڈی ،، ،،

(۸۳) فرمان علی صاحب بالسکنڈی ،، ،،

(۸۴) مولوی احمد علی صاحب ساکن ردپا لی پالی ،، ،، ،،

(۸۵) مولوی عبدالمنان صاحب ساکن النگاپور ،، ،،

(۸۶) مولوی منذر علی صاحب ساکن تاراپور ضلع کچھار

(۸۷) مولوی امان اللہ صاحب مرحوم کریم گنجی ساکن شوئیری کندی ڈاکخانہ وانشرباذار "

(۸۸) مولوی کریم الدین صاحب ساکن بانسکنڈی ضلع کچھار

(۸۹) مولوی سعید احمد صاحب رنگپور پوسٹ دکھن رنگپور ساؤتھ لالہ " "

(۹۰) مولوی عبدالہادی صاحب ساکن نیتانی نگر " نیتانی نگر بازار " "

(۹۱) مولوی محمد اسحاق صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ مسجد ڈھاکائی پٹی
ساکن گڈئی ماری ڈاکخانہ واگاؤں ضلع نوگاؤں

(۹۲) مولوی ضمیر الدین صاحب گورنمنٹ ہائی اسکول ڈھوبری ضلع گوالپاڑہ

صوبہ بہار

(۹۳) مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ

(۹۴) اطہر حسین صاحب موضع پورائن ڈاکخانہ بولسی ضلع بھاگلپور

(۹۵) حاجی محمد ایوب صاحب موضع چلبل " بارہ ہاٹ " "

(۹۶) خلیل الرحمٰن صاحب چلبل " " " "

(۹۷) مولوی محمد یعقوب صاحب موضع بوردا " سنہولا ہاٹ " "

(۹۸) اشرف علی صاحب موضع عظمت پور " نارائن پور " "

(۹۹) عبدالرحمٰن صاحب " " " " "

(۱۰۰) حاجی مظہر الحق صاحب سمریا " " " "

(۱۰۱) مولوی محمد انور صاحب ساکن کیتھا ٹیکر " کوچلا پرسا " "

(۱۰۲) جناب حکیم نداحسین صاحب موضع سمریا ضلع بھاگلپور

(۱۰۳) مولانا عبدالسلام صاحب کوروڈیہہ ڈاکخانہ پورینی " "

(۱۰۴) حاجی احمد حسن صاحب موضع سنہولی " " " "

(۱۰۵) مولانا قاری فخرالدین صاحب جامعہ قاسمیہ " گیا

(۱۰۶) مولانا نبیہ حسن صاحب موضع کورمرٹی " ترنج راذاں " "

(۱۰۷) حاجی منہاج الدین صاحب تمباکو مرچنٹ دھامی ٹولہ " "

(۱۰۸) مولوی عبداللہ صاحب چھپرودی موضع و ڈاکخانہ مانجھا اسٹیٹ ضلع سارن

(۱۰۹) حاجی محمد عاقل صاحب حیاگھاٹ بلاسپور " دربھنگہ

(۱۱۰) مولوی محمد ازہر صاحب موضع رتھوس ڈاکخانہ رتھوس براہ کتول " "

(۱۱۱) مولوی عبدالرشید صاحب موضع مبارکپور " سلکھوا بازار " " "

(۱۱۲) قاری مہدی بخاری صاحب مدرسہ تجوید القرآن جامع مسجد شہر مونگیر " "

(۱۱۳) مولوی محمد ادریس صاحب موضع نوکرٹہ ڈاکخانہ اسلام پور " پٹنہ

(۱۱۴) مولوی اظہر صاحب موضع اورنگ آباد ضلع گیا مقیم حال گمیڈیہہ
برواڈیہہ بزگلا۔ ضلع ہزاری باغ

صوبہ یوپی

(۱۱۵) مولانا نعیم اللہ صاحب موضع بھوسے پور ڈاکخانہ ہنسور ضلع فیض آباد

(۱۱۶) مولوی عبدالجبار صاحب ہنسور " "

(۱۱۷) مولوی حافظ محمد طیب صاحب (نابینا) قصبہ بھدرسہ محلہ آمنہ بی بی کا احاطہ

(۱۱۸) مولوی فیض اللہ صاحب گونڈوی مدرسہ احمدیہ مغلپورہ — شہر فیض آباد

(۱۱۹) مولانا ادریس صاحب استاذ ندوۃ العلماء قصبہ نگرام — ضلع لکھنؤ

(۱۲۰) مولانا محمد یونس صاحب مرحوم قصبہ بگھرہ — ،، مظفرنگر

(۱۲۱) حافظ عبداللطیف صاحب مرحوم امام جامع مسجد گڑھی پختہ — ،، ،،

(۱۲۲) حکیم محمد سلیمان صاحب مرحوم مغفور موضع و ڈاکخانہ نولی ضلع غازیپور مقیم حال — شہر غازیپور

(۱۲۳) مولانا قاری اصغر علی صاحب سہنسپوری مدنی منزل دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور

(۱۲۴) مولانا سید محمود حسن صاحب موضع پٹھیڑ ...... عرف پٹھیڑ کلاں ،، ،،

(۱۲۵) مولانا ہدایت علی صاحب مدرسہ ہدایۃ المسلمین کرہی، ڈاکخانہ دودھارا ضلع بستی

(۱۲۶) مولوی قطب اللہ صاحب موضع مجھکھیا ڈاکخانہ خان کوٹ سری ،،

(۱۲۷) مولوی سید محمد احمد صاحب مرحوم نگینہ — ضلع بجنور

(۱۲۸) مولوی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی یتیم خانہ — شہر بجنور

(۱۲۹) مولوی سید احمد شاہ صاحب مرادآبادی انٹر کالج — ،، بجنور

(۱۳۰) مولوی عبدالحئی صاحب موضع انجان شہید — ،، اعظم گڑھ

(۱۳۱) مولوی صفات اللہ صاحب محلہ بلائی پورہ مئوناتھ بھنجن — ،، ،،

(۱۳۲) مولوی مشتاق احمد صاحب مدرسہ دارالعلوم محلہ قاضی داموں پورہ ،،

(۱۳۳) حاجی محمد احمد صاحب قصبہ مہگاؤں — ضلع الہ آباد

(۱۳۴) کریم بخش صاحب آزاد دوکان جناب اکبر حسین صاحب چھپائی والی گلی کرنیل گنج — شہر کانپور

(۱۳۵) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی مدرس مدرسہ چلّہ امروہہ ضلع مراد آباد
(۱۳۶) مولوی محمود احمد صاحب جامع مسجد حسن پور " "

صوبہ مغربی بنگال

(۱۳۷) مولانا احمد اللہ صاحب برن پور مسلم ہائی اسکول ڈاکخانہ برنپور۔ ضلع بردوان
(۱۳۸) مولوی عبدالخالق صاحب شانتی باغ " شیرو ساٹے " "
(۱۳۹) غلام محی الدین صاحب رحمت نگر " برنپور " "
(۱۴۰) مولوی عبداللہ صاحب کوارٹر ۳ لائن ۵۷ " برنپور " "
(۱۴۱) مولانا محمد طاہر صاحب کریم گنجی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ شہر کلکتہ

صوبہ مدھیہ پردیش

(۱۴۲) حافظ عبداللطیف صاحب (نابینا) مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ بیجنا تھ پارا ضلع رائپور

صوبہ مدراس

(۱۴۳) جناب سی بشیر احمد صاحب ۱۲۳ محمد رضا اسٹریٹ پرنامبٹ ضلع شمالی اکاٹ
(۱۴۴) جناب مولانا شیخ حسن صاحب مالاباری شیخ الحدیث مدرسہ باقیات الصالحات ویلور "

صوبہ مشرقی پنجاب

(۱۴۵) مولانا نیاز محمد صاحب مدرسہ عربیہ اسلامیہ قصبہ نوح ضلع گوڑگاؤں

(۱۴۶) مولوی جمیل احمد صاحب معرفت مولانا نیاز محمد صاحب قصبہ نوح ضلع گوڑگاؤں

(۱۴۷) حاجی محمد رمضان صاحب موضع مالب " "

دہلی

(۱۴۸) جناب منشی اللہ دتہ صاحب تبلیغی مرکز نظام الدین نئی دہلی

(۱۴۹) قاری عبدالشکور صاحب سہنپوری امام حوض والی مسجد نئی سڑک دہلی

مغربی پاکستان

(۱۵۰) مولوی خورشید احمد صاحب قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان

(۱۵۱) مولوی حامد میاں صاحب دیوبندی مسلم مسجد چوک انارکلی لاہور

(۱۵۲) مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب سلیمانی دواخانہ فیض بازار "

(۱۵۳) مولوی مظہر حسین صاحب مقام بھیں۔ تحصیل چکوال ضلع جہلم

(۱۵۴) مولوی رحمت اللہ صاحب مدرسہ عربیہ مغرب چک ۱۷ ڈاکخانہ سیدرانوالی ریاست بہاولپور

(۱۵۵) مولانا عبدالحق صاحب دامانی موضع شہر وکہنہ ڈاکخانہ کولاچی ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

بمبئی (۱۰) :-

(۱۵۶) حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب مرحوم سملک ڈاکخانہ ڈابھیل ضلع سورت

(۱۵۷) مولانا عبدالصمد صاحب کاچھوی مرحوم۔ " "

(۱۵۸) مولانا عبدالصمد صاحب موضع وانکانیر ڈاکخانہ باردولی ضلع سورت
(۱۵۹) مولانا عبدالغفور صاحب قریشی مدرسہ فوقانیہ شہر عثمان آباد
(۱۶۰) سید سلیمان شاہ صاحب قادری " "
(۱۶۱) سید منیع الدین صاحب ضلع عثمان آباد
(۱۶۲) مولانا سید عبدالصمد صاحب شاستور تعلقہ عمرگہ " "
(۱۶۳) مولانا عبدالحکیم صاحب " "
(۱۶۴) مولانا سید غالب علی صاحب موضع گنگاپور تعلقہ لاتور " "

برما

(۱۶۵) مولوی مظفر احمد صاحب موضع مینگزی ڈاکخانہ بوسیڈرنگ ضلع اکیاب

جنوبی افریقہ

(۱۶۶) مولانا بایزید صاحب شہید سٹن برگ ٹرانسوال جنوبی افریقہ

(۱۶۷) مولانا سید محمد اسعد صاحب صاحبزادہ عالیجاہ (با جازت خلفاء)

ان حضرات میں سے جن صاحب کی طرف میں اسکی تصدیق کرتا ہوں کہ یہ فہرست بالکل صحیح ہے
رجحان ہو انکی طرف رجوع کرنا چاہیئے ۔ اسعد علی غفرلہٗ مدنی منزل مدرسہ العلوم دیوبند
فقط اسعد غفرلہٗ ۳۰ جمادی الثانی ۷۷ھ
یکم رجب ۷۷ھ

معمولات اور مشاغل

تصوف اور سلوک کی روح اصل میں معمولات پر مداومت ہے، بلا مداومت معمولات کے کچھ حاصل نہیں ہوتا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

احب الاعمال عند اللہ ادومہا۔	اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ اعمال وہ ہیں جو مداومت کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔
عن مسروق قال سألت عائشۃ ای العمل کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الدائم الخ	حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا عمل زیادہ پسند تھا فرمایا، جو عمل پابندی سے ہوتا رہے۔

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کی مداومت پر تاکید فرمائی ہے ایسے ہی خود بھی اپنے اعمال پر نہایت سختی سے پابند رہے ہیں۔ جماعت کے اتنے پابند کہ حالت مرض میں بھی دوسرے کے سہارے مسجد نبوی میں تشریف لاتے، تہجد سے اتنا شغف کہ حتیٰ تورمت قدماہ آپ کے قدم مبارک پر کھڑے کھڑے ورم آجاتا، ذکر اللہ سے اتنا اُنس کہ یذکر اللہ فی کل حین۔ ہر وقت ذکر اللہ کرتے رہتے حتیٰ کہ سونے کی حالت میں بھی ذکر اللہ کرتے رہتے تھے ارشاد فرماتے ہیں۔ تنام عینای ولا ینام قلبی۔ میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔

بہرحال معمولات روزہ نماز اوراذکار وادعیہ پر مداومت نہایت محبوب چیز ہے۔

اپنے معمولات پر........ حضرت شیخ الاسلامؒ نہایت سختی سے پابند تھے جماعت کا اس قدر شوق کہ سفر میں حضر میں، جلسہ کے اسٹیج پر ہوں یا ریلوے کے پلیٹ فارم پر. نماز کا وقت آیا اور جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں موجود مرض الوفات میں معالجین نے باہر نکلنے کے لئے منع کر دیا تھا لیکن پھر بھی مہمان خانہ میں جماعت سے نماز ادا فرماتے تھے' ایک دن عیادت کے لئے حضرت مولانا فخر الدین صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا قاری اصغر علی صاحب اندر تشریف لے گئے، حضرت نے فرمایا، دیکھئے میری جماعتیں فوت ہو رہی ہیں اور نمازیں تیمم سے ادا کرتا ہوں وہ لوگ میرے بارے میں کیا کیا حسن ظن رکھتے ہیں اور یہ فرما کر اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی اور تمام جسم خوف خداوندی سے تھر تھر لرزنے لگا

آپ کے اہم اور خاص معمولات میں آخر شب میں صلوٰۃ تہجد اور الحاح وزاری ہے جب تک آپ حیات رہے اس معمول میں فرق نہیں آیا. سفر میں، حضر میں، جیل میں اور مکان پر ہر حالت میں اس معمول پر نہایت سختی سے پابند رہے، چنانچہ سزاہا مرتبہ ایسا ہوا..... کہ رات کو دو دو بجے تک آپ کی تقریر کا سلسلہ جاری رہتا تمام لوگ بستروں کا رُخ کرتے اور یہ اللہ کا پیارا بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا، قیام دیوبند میں درس حدیث سے بارہ بجے فارغ ہونیکے بعد جب مکان تشریف لاتے تو ایک بجے تک کتاب کا مطالعہ فرماتے تھے' تھوڑی دیر کے لئے کمر سیدھی کی اور پھر دو تین بجے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے لوگوں کو حالتِ بیداری میں اپنے ضبط اوقات میں دشواری پیش آتی ہے لیکن آپؒ حالت نوم میں بھی اتنے قادر تھے کہ نیند کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا' جب چاہا سو گئے اور جب چاہا بیدار

ہوگئے مہتمم صاحب فرماتے ہیں کہ دیوبند میں ایک صاحب کے یہاں دعوت تھی میں بھی اس میں شریک تھا۔ عشا کی نماز کے بعد کھانے سے فارغ ہوئے، تو میزبان صاحب نے فرمایا کہ چائے پی کر جانا ہوگا حضرتؒ نے فرمایا مجھے سبق پڑھانا ہے۔ میزبان نے عرض کیا کہ ابھی پندرہ منٹ میں چائے تیار ہو جائیگی، حضرتؒ نے فرمایا اچھا اور فرمایا کہ اتنے میں ایک نیند لے لوں، چنانچہ اسی جگہ آپ ٹیک لگا کر لیٹ گئے اور خراٹے لینے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اتنی گہری نیند میں اب بیدار نہ ہونگے، لیکن ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد بیدار ہوگئے۔

یہی قادر النوم والیقظہ ہونے کی وجہ تھی کہ آپ قیام آخر اللیل سے کبھی غافل نہیں ہوئے، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔

کان یصلی ثم ینام قدر ما صلی ثم یصلی قدر ما نام ثم ینام قدر ما صلی حتی یصبح الحدیث (اصحاب السنن)

آپ نماز پڑھتے پھر اتنی ہی دیر سو جاتے جتنی دیر نماز پڑھی تھی پھر بیدار ہو کر بقدر نوم نماز پڑھتے پھر سو جاتے اتنی ہی دیر غرضکہ تمام رات کبھی سو[illegible]تے اور پھر بیدار ہو جاتے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نیند پر کس قدر قابو تھا جب چاہا سو گئے اور جب چاہا بیدار ہوگئے، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف وخشیت باری تعالیٰ کی وجہ سے یہ عالم ہوتا کہ جس طرح ہانڈی جوش مارتے وقت آواز کرتی ہے اسی طرح آپ کے سینہ مقدس میں ایک ہیجان بپا ہوتا تھا۔ حضرت مولانا محمد اسعد صاحب مدظلہٗ صاحبزادہ شیخ

الاسلامؒ فرماتے ہیں بالکل یہی عالم حضرتؒ کا تہجد کے وقت ہوتا تھا راقم الحروف کو بھی چند مرتبہ حضرت کے ساتھ دعا مانگنے کا اتفاق ہوا ہے بندہ نے بھی حضرتؒ کے سینہ کے جوش کو اپنے کانوں سے سُنا ہے اور ہم لوگ ایک تولیہ اور اگالدان حضرت کے مصلّے کے قریب رکھ دیتے تھے صبح کو آنسوؤں سے اتنا تر ملتا تھا کہ جیسا کسی نے پانی سے بھگو دیا ہو۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کی یہ آخری رات کی گریہ وزاری اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بعض دفعہ تو رات رات بھر نہیں سوتے تھے اور تمام رات توبہ، استغفار اور گریہ وزاری میں گذار دیتے تھے بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ پوربی زبان کے اشعار پڑھتے رہتے تھے اور روتے رہتے تھے ان میں سے چند شعر یاد ہیں جنکو ہدیہ ناظرین کئے دیتا ہوں۔

پیا کی یاد ستائے موری ناری ناری

مکہ میں ڈھونڈا مدینہ میں ڈھونڈا — میں پھری بیت اللہ کے پاری پاری

پیا کی یاد ستائے موری ناری ناری

صبح کی نماز جماعت سے ادا فرما کر حضرت اندر تشریف لے جاتے تھے اور تلاوت قرآن یا کسی حدیث کی کتاب کا مطالعہ فرماتے اشراق کے بعد مہمان خانہ میں تشریف لاتے اور مہمانوں کے ساتھ آکر ناشتہ (نان شیرمال) تناول فرماتے اور تھوڑی دیر مہمانوں کے ساتھ ... گفتگو فرماتے اور پھر اندر تشریف لے جاتے اور تقریباً دس بجے تک کتاب کا مطالعہ کرتے ... اس کے بعد دار الحدیث درس کے لئے تشریف لے جاتے وہاں سے بارہ بجے فارغ ہو کر مہمانوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا تناول فرماتے

اور دوپہر کو تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے۔

ظہر کی نماز کے بعد عصر کی نماز کے قریب تک آپ مہمان خانہ میں تشریف رکھتے اور مہمانوں کے ساتھ سادہ چائے نوش فرماتے اس مجلس میں مریدین وسالکین کے حالات سُن کر ان کے حسب حال اوراد و وظائف اور تعویذ والوں کو تعویذ عطا فرماتے اور دیگر ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا فرماتے۔

عصر کی نماز کے بعد پھر مجلس ہوتی تھی اور یہی سلسلہ جاری رہتا تھا، مغرب کی نماز کے بعد نوافل مغرب سوا یا ڈیڑھ پارہ مستقل تلاوت فرمانے کا آپ کا ہمیشہ معمول رہا ہے اس کے بعد بیعت ہونے والوں کو بیعت کرتے تھے اور عشا کی اذان کے وقت مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تھے۔

عشا کی نماز سے فارغ ہوکر آپ اندر تشریف لے جاتے اور تھوڑی دیر مطالعہ فرما کر درس حدیث کے لئے دارالحدیث تشریف لے جاتے اور تقریباً ۱۲ بجے تک پڑھاتے رہتے تھے۔

رمضان المبارک میں ثلث لیل گذرنے پر تراویح کے لئے کھڑے ہوجاتے اور رات کے ایک بجے تک یہی سلسلہ جاری رہتا تھا، دو بجے سے تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے اور سحری سے ایک گھنٹہ پیشتر ختم فرمادیتے تھے۔

ظہر کی نماز کے بعد وہی مجلس رہتی تھی جیسا کہ دیوبند میں یعنی سالکین کے حالات سُننا اور ان کی تربیت فرمانا، عصر کی نماز سے لے کر مغرب کی نماز تک قرآن شریف کا دور ہوتا تھا، جس میں آپ حاضرین پر خصوصی توجہات بھی ڈالتے تھے ان مجالس کے انوار و برکات سے وہی لوگ خوب نفع بہرہ ہوجان میں شریک ہو

آسام کے قیام میں ایک جدید مجلس تراویح اور تہجد کے درمیان ادر ہوتی تھی کہ جس میں حضرتؒ مہمانوں کے سامنے آسامی پھل پیش کرتے اور قدرے خود بھی تناول فرماتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت استاذی مولانا محمد جلیل صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت آپ اس مجلس کو موقوف فرمادیں۔ اور تھوڑی دیر آرام فرمالیا کریں، حضرت نے فرمایا۔ یہ حضرات اتنی دور دراز سے آتے ہیں یہی ان کی ملاقات کا وقت ہے۔ میں اپنے آرام کی خاطر کس طرح اس مجلس کو موقوف کردوں؟ نہیں۔ . . اس وقت کی مجلس بند نہیں کی جائیگی۔

مدینہ منورہ کے معمولات میں اتنا اضافہ اور ہوتا تھا کہ صبح کی نماز اور عشاء کی نماز کے بعد آپ حضور علیہ السلام کے مزار مقدس پر تشریف لے جاتے اور پون گھنٹہ سے لے کر ڈیڑھ گھنٹہ تک کھڑے ہوکر درود صلوٰۃ پڑھتے رہتے تھے (افسوس کہ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ اس وقت کیا پڑھتے تھے)

لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت باوجود ضعف کے ایسا کھڑے رہتے تھے کہ پیروں کو جنبش تک نہیں ہوتی تھی جبکہ بڑے بڑے نوجوان تھک کر بیٹھ جاتے تھے

اس زندگی کا نام تصوّف ہے۔ مناسب ہے کہ اس جگہ پر تصوف کی وہ تعریفات جو ابتدائے عنوان میں پیش کرچکا ہوں مکرر ملاحظہ فرمالی جائیں۔ تو انشاء اللہ تصوّف کی حقیقت اور حضرت کا مقام تصوّف بخوبی واضح ہوجائے گا۔

دوستو! تصوّف وہ نہیں جس نے آج کل ذہنوں میں جگہ پکڑلی ہے بلکہ سلوک اور تصوّف یہ ہے۔ کاش کہ راقم الحروف کو اس قسم کا تھوڑا سا تصوّف حاصل ہوجائے اب تک تو محرومی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ آئندہ اپنا فضل

فرمایا ہے آیہ ہ وَلَیْسَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ؎

کرامات

کرامات

کرامتِ معنوی

کرامت دو قسم کی ہوتی ہے۔ کرامتِ معنوی اور کرامت حسّی، کرامت معنوی اصل ہے اور کرامت حسّی خرق عادت کو کہتے ہیں۔ خرق عادت نہ معیار بزرگی ہے اور نہ علامتِ ولایت

ولیست علامۃ الاولیاء ما زعمت العوام من خرق العادات ولا العلم بالمغیبات فانها لا توجد فی کثیر من اولیاء اللہ وقد یوجد فی غیرهم علی سبیل الاستدراج وکونه فی بعضهم نادراً لا یستلزم کون ذلک علامۃ للولایۃ۔ الخ تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۳

جیسا کہ عوام نے خرق عادات اور علم بالمغیبات کو علامتِ ولایت سمجھا ہے ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ بات بہت سے اولیاء اللہ میں نہیں پائی جاتی اور غیر اولیاء میں استدراجاً پائی جاتی ہے اور بعض میں اس کا نادراً وجود ہونا علامتِ ولایت ہونے کو مستلزم نہیں ہے

معلوم ہوا کہ خرق عادات کو علامتِ ولایت قرار دینا غلط ہے بلکہ کرامت لغتاً اور معنیً کسی دوسری چیز کا نام ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (الآیۃ)
ہم نے آدم کی اولاد کو مکرم بنایا ہے ہم نے انسان

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ الآیۃ
کو احسن طریقہ پر پیدا کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان کو دوسری مخلوق پر انسان ہونے کی وجہ سے شرافت اور بزرگی اور کرامت حاصل ہے۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا
اور نفس جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا پھر سمجھ دی

وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا - اس کو برائی کی اور اچھائی کی پس وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس نے اپنے آپ کو سنوارا اور نامراد ہوا جس نے اس کو برباد کیا۔

چونکہ انسان کا جسم عناصر اربعہ سے مرکب ہونے کی وجہ سے مجموعہ اضداد ہے اگر انسان برائی کی طرف بڑھنا چاہے تو یہی انسان برائیوں میں ترقی کر کے فرعون و نمرود بنا اور شیطان سے بھی آگے نکل گیا کہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا اور بھلائی میں ترقی کی اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو اپنایا تو فرشتوں سے آگے نکل گیا، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں۔

ان الروح تتحرك للخير ومن حركتها يظهر نور فی القلب يراه الملك فيلهمه الخير عند ذلك وتتحرك للشر ومن حركتها تظهر ظلمة في القلب فيرى الشيطان الظلمة فيقبل بالاغواء الخ عوارف المعارف ج ۲ ص ۲ — روح خیر کو دیکھ کر متحرک ہوتی ہے اور اس کی حرکت سے قلب میں نور ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتہ اس کو دیکھ کر خیر کا الہام کرتا ہے اور شر سے بھی روح متحرک ہوتی ہے جس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے پس شیطان اس ظلمت کو دیکھ کر اس کو باغی بنا دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ انسان کا قلب ایک میدان کارزار ہے کہ جس میں شر اور خیر دونوں کا گذر ہے۔ پس انسان کی کرامت، شرافت اور بزرگی اور نمک حلالی اسی میں ہے۔ کہ اپنے پیدا کرنے والے خالق کو شناخت کرے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے بلکہ ایک تابعدار، مطیع اور نمک حلال بندہ بن جائے اور منشاء باری تعالیٰ کے مطابق اپنی زندگی گذارے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ — ہم نے جن اور انسان کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ عبدیت خالصہ ہی سے منشا رباری تعالیٰ پورا ہوتا ہے اور اسی منشا کو پورا کرنے میں انسان کی شرافت اور کرامت ہے اور اس کے خلاف کرنے میں اس کی رسوائی اور خسران ہے۔

چونکہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہادی اور رسول بھیج کر انسان پر مزید احسان فرمایا ہے کہ انسان ان ہادیوں اور رسولوں کی آواز پر لبیک کہہ کر ان جیسی زندگی بنائے اور ان کے طریقوں پر چل کر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جائے۔ چنانچہ آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا، لہٰذا ان کا طریقہ اور راستہ اختیار کرنا اس میں ہماری فلاح ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو اپنا دوست بنالے گا

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (الآیۃ) — جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرےگا وہ ان حضرات کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ بہت اچھے رفیق ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ تمام مقامات عالیہ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع سے حاصل ہوتے ہیں یہی کرامت معنوی یا کرامت حقیقی ہے کیونکہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی معمولی چیز یا منہ کا نوالہ نہیں ہے یا محض بات کہنے سے حاصل نہیں

ہوتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک معمولی انسان کی اتباع اور اس کی خو بو اختیار کرنے میں ہزار ہا مشکلات اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تب جا کر کہیں انسان، انسان کا وفادار اور مطیع بنتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ مافوق الفطرت انسان اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اور رسولوں کے سردار ہیں ان کی خو بو اور اخلاق و عادات اختیار کرنا بلکہ اپنی زندگی ان جیسی زندگی بنا لینا کتنا مشکل اور دشوار گذار امر ہے ظاہر ہے کہ ایک دن کی اتباع سے اخلاق نبوت پیدا نہیں ہو سکتے بلکہ مسلسل جدو جہد کرنے ہی سے اخلاقِ نبوت پیدا ہونگے تب ہی کسی انسان کو متبع سنت کہا جا سکتا ہے اور یہ بہت بڑا کمال ہے اور سب سے بڑی اور افضل کرامت ہے

الاستقامت احد مِنَ السَّیف	استقامت فی الدین تلوار سے زیادہ تیز
وَادقّ مِنَ الشعر۔	اور بال سے زیادہ باریک ہے۔
الاستقامت فوقَ الکرامۃ۔	استقامت فی الدین کرامت سے بڑھ کر ہے
الاستقامت خیر من الف کرامۃ	استقامت فی الدین ہزار کرامتوں سے بہتر ہے

ہوا پر اُڑنا، پانی پر چلنا زیادہ دشوار نہیں اس لئے کہ پرند اُڑتے ہیں اور مچھلیاں تیرتی ہیں، قلب ماہیت یعنی سونا چاندی بنا دینا مشکل نہیں اس لئے کہ ایک کیمیا گر اس کو جانتا ہے، غیب کی خبریں دینا کوئی کمال نہیں اس لئے کہ بعض دفعہ مالیخولیا کا مریض بھی غیب کی خبریں بتا دیتا ہے، ہاں اگر مشکل اور سخت مشکل ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر زندگی گذارنا ہے۔ اتباع سنت کے میدان میں آکر لرزہ خیز طوفانوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ تب جا کر کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے

لیکن افسوس ہے کہ قوم کا مزاج ایسا بگڑا ہے کہ اتباع سنت کو کرامت ہی نہیں تصور کیا جاتا واقعی ہماری حالت زمانہ جاہلیت کے قریب پہونچ گئی ہے۔ کفار مکہ کو تعجب تھا۔

مالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَاكُلُ الطَّعَامَ وَ	اور کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے کھاتا ہے کھانا
يَمْشِي فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ	اور پھرتا ہے بازاروں میں، کیوں نہ اترا اس
مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهٗ نَذِيرًا اَوْ يُلْقٰى	کی طرف کوئی فرشتہ کہ رہتا اس کے ساتھ
اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُونُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاكُلُ	ڈرانے کو یا آپڑتا اس کے پاس خزانہ یا ہو جاتا
مِنْهَا (الآیۃ)	اس کے لئے ایک باغ کہ کھایا کرتا اس میں سے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے معترضین کو جواب دیا۔

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ	اور جتنے بھیجے ہم نے آپ سے پہلے رسول
اِلَّا اِنَّهُمْ لَيَاكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ	سب کھاتے تھے کھانا اور پھرتے تھے
فِي الْاَسْوَاقِ ۔ (الآیۃ)	بازاروں میں۔

اور جناب آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور تعریف کی کہ :-

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ — بلاشبہ آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی سب سے بڑی کرامت اخلاقِ نبوت اور اتباعِ سنت میں ہے اس معیار پر اگر کوئی پورا اترتا ہے تو بزرگ ہے اور کامل اور باکرامت بزرگ ہے ورنہ رد کر دینے کے قابل ہے حضرت شیخ الاسلام رح کی ہستی اور بزرگی کو جب اس معیار پر جانچا جاتا ہے تو جواہرات سے زیادہ آب و تاب

میں نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

ہم حضرت شیخ الاسلامؒ کے اخلاقِ ظاہرہ اور اخلاقِ باطنہ کو پیش کر چکے ہیں لیکن چند چیزیں اس عنوان کے تحت بھی پیش کرتے ہیں۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ اصلی کرامت جس کو کرامتِ معنوی یا کرامتِ حقیقی کہا جاتا ہے اتباعِ سنت ہے، اتباعِ سنت کے لئے بھی ایسے مقامات آجاتے ہیں جہاں اچھے اچھوں کو مباحات کا سہارا لے کر کترانا پڑتا ہے۔

(۱) یہ ایسے مواقع ہوتے ہیں جہاں عاشقِ رسول ہی کے قدم جمتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کی صاحبزادی کا عقد تھا، حضرت بھی تشریف لے گئے، جب عقد کا وقت آیا تو مہر فاطمی نہ ہونے کی وجہ سے حضرت نے انکار کر دیا کہ میں نکاح نہ پڑھاؤں گا۔ چنانچہ صاحبزادی کا نکاح مولانا فخر الدین صاحبؒ نے پڑھایا۔

اب غور فرمائیں۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مدظلہ، اور حضرت شیخ الاسلامؒ کے کتنے قریبی تعلقات ہیں لیکن اتباعِ سنت کے موقعہ پر کسی تعلق کو ترجیح نہیں دی گئی، معمولی انسان ایسے مواقع پر پھسل جاتا ہے اور سنت کو چھوڑ کر محض نفسِ جواز پر عمل کرنے پر مجبور ہوتا ہے اس سلسلہ میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا ارشاد ہے۔

> کیا تمہاری صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے افضل ہے جو اتنا مہر باندھتے ہو جب جنت کی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ کہ جن کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فاطمۃ بضعۃ منی (فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے) جب ان کا مہر جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ نہیں باندھا تو تم کیوں باندھتے ہو۔

(اس سلسلہ میں حضرتؒ کی محققانہ بحث مکتوب ۵ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دو میں ملاحظہ فرمایئے۔)

(۲) دُنیا کے ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے لڑکے کی شادی باکرہ لڑکی سے کریں لیکن حضرت شیخ الاسلامؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا سید محمد اسعد صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ وعمرت نیوضھم کی پہلی شادی اپنی بھتیجی جناب مولانا سید احمد صاحب مرحوم کی بیوہ لڑکی سے کی۔ آفریں ہے مولانا اسعد صاحب کو کہ حضرت کی تعمیل حکم میں اتباع سنت کی . . . . سعادت نصیب ہوئی

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں سے اچھے اچھوں کا قدم ڈگمگا جائے گا

لیکن چراغ محمدؐ اس جگہ بھی نہایت آب و تاب کے ساتھ . . . .

. . . اپنی بے پناہ ضیا پاشیاں کر رہا ہے۔

(۳) حضرتؒ جس سال حج کو تشریف لے جانے والے تھے، شعبان کے مہینہ میں مظفر نگر سے ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ میں نے طے کیا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح اگر پڑھواؤں گا تو آپ سے پڑھواؤں گا ورنہ نہیں چاہے لڑکی بوڑھی ہو جائے۔ حضرتؒ نے فرمایا اب تو بخاری شریف کے ختم کا موقعہ ہے شوال کے مہینہ میں انشاء اللہ دیکھا جائے گا، بات آئی گئی برابر ہوئی شوال کے مہینہ میں حضرتؒ ٹانڈہ سے تشریف لائے اور وہ دن آگیا جس دن شام کے ۵ بجے . . . دہرہ ایکسپریس سے حضرت سفر حج کے لئے سوار ہونے والے تھے۔ وہ مظفر نگر کے صاحب ۱۱ بجے دوپہر کو تشریف لائے اور عرض کیا کہ حضرت آج لڑکی کے نکاح کی تاریخ ہے تشریف لے چلئے اِس

وقت کی حالت ملاحظہ فرمائیں۔

دولتکدہ پر پانچ سو مہمان موجود تھے سفرِ حج کے لئے سامان اندر سے باہر نکالا جارہا تھا۔ اور حضرت اس کی نگرانی فرمارہے تھے اور اپنے سامنے ترتیب سے رکھوارہے تھے، ہاتھ میں ٹیکہ لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے بخار بھی چڑھا ہوا تھا، جیسے ہی حضرت کے اس آدمی نے آکر عرض کیا کہ حضرتؒ! آپ نے شوال کا وعدہ کیا تھا بس حضرت نے کچھ نہیں فرمایا اور فوراً ٹانگہ پر سوار ہو گئے (ان دونوں موقعوں پر کہ جب حضرت نے وعدہ فرمایا تھا اور جب وعدہ پورا کرنے کی خاطر نکاح پڑھانے کے لئے مظفر نگر تشریف لے گئے تھے راقم الحروف موجود تھا۔)

وعدہ خلافی جو آج کل فیشن بن گیا ہے عوام نہیں بلکہ خواص بھی انشاءاللہ کی قید لگا کر اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھنے لگتے ہیں حضرتؒ کے ایفاءِ وعدہ کی یہ مثال ملاحظہ فرمائیں، دنیا کے مفتیانِ کرام کے پاس گھوم آیئے کوئی بھی اس کو وعدہ نہیں کہے گا، بالفرض جبکہ ایسی مجبوریوں کی بناء پر شریعت نے ایسے مواقع پر سے خلف الوعد حرام کی قید کو ہٹالیا ہے اور ایسی ضرورتوں کی بناء پر شریعت نے وعدہ خلافی کو مباح بھی قرار دیا ہے (احکامات و شرائط کی تفصیل الاشباہ والنظائر میں ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن حضرت شیخ الاسلامؒ کی ذات تنہا اس میدان میں چمکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے یہ کرامت معنوی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ روسی ترکستان کے وفد کے قائد جناب مفتی ضیاء الدین صاحب سے آپ نے فرمایا تھا یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب یہ وفد حضرتؒ کی خدمت میں آیا تھا اور حضرتؒ کا پنجاب تشریف لے جانے والے تھے تو مفتی صاحب نے فرمایا تھا آپ ایسے بڑھاپے میں بھی سفر کرتے ہیں تو حضرت

نے فرمایا تھا کہ وعدہ کر لیا ہے) اور ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی وعدہ خلافی کی ہے۔

(۴) مولانا عبد الصمد صاحب سورتی (راقم الحروف کے آسام کے رفیق سفر اور حضرتؒ کے خلیفہ) فرماتے ہیں میں نے حضرتؒ کو اپنی حالت کے بارے میں پوچھ دیا حضرتؒ نے فرمایا اچھا آپ کو ذکر جہری بتاؤں گا اس کے بعد حضرتؒ بھول گئے جب آسام پہنچے تو ایک دن مولانا عبد الصمد صاحب کو دیکھ کر فرمایا، معاف فرمائیگا میں بالکل بھول گیا تھا، آپ نے بھی یاد نہیں دلایا۔

معلوم ہونا چاہیئے اس موقعہ پر حضرتؒ کے پاس آسام کے چند افسر تشریف لائے تھے ان لوگوں کے سامنے حضرتؒ نے فرمایا تھا، معاف فرمائیگا، میں بالکل بھول گیا تھا، ملاحظہ فرمایئے وعدہ پورا نہ ہونے کا کتنا بڑا احساس ہے کہ کچھ خیال نہیں ہے کہ غیر موجود ہیں کیا خیال کریں گے، یہ کرامت معنوی نہیں ہے تو اور کیا چیز ہے۔

(۵) ایک مرتبہ بجنور میں حضرت نے تقریر فرمائی، تقریر شروع کرنے سے پیشتر آپ نے پانی طلب فرمایا، راقم الحروف نے پانی گلاس میں پیش کیا، آپ نے سنت کے مطابق تین سانس سے کر پانی پیا، اس وقت مدیر مدینہ بھی موجود تھے مدیر موصوف کا فرمانا ہے کہ جس وقت حضرت نے ہاتھ میں گلاس لیا تو میرا خیال تھا کہ شاید تقریر کی جلدی کی وجہ سے آپ سنت کے مطابق عمل نہ کرسکیں گے۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ نے اس تھوڑے پانی کو سنت کے مطابق پیا حقیقت یہ ہے کہ اتباع سنت کا اتنا اہتمام وہی کر سکتا ہے کہ جس نے اتباع سنت کو عادت ثانیہ بنا لیا ہو اور یہ بہت بڑا کمال ہے۔

(۶) جماعت کی سنت کا اتنا اہتمام تھا کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے مرض الوفات میں ایکدن حضرت مولانا فخر الدین صاحب ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت نے فرمایا کہ لوگوں کا میرے متعلق حسن ظن ہے ورنہ میری حالت تو یہ ہے کہ تیمم سے نماز پڑھتا ہوں، جماعت سے بھی محروم ہوں اور فرماکر اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، یہ خوفِ خداوندی، کرامتِ معنوی نہیں ہے تو اور کیا ہے، مجبوری اور سخت مجبوری میں سنّتِ جماعت کا اتنا خیال ہے، حضرت کا جب تک بس رہا حالتِ مرض میں بھی برابر مہمان خانہ میں تشریف لاکر جماعت سے نماز ادا فرماتے رہے

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوقات میں ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔

تمام عمر میں ایک مرتبہ راقم الحروف کو حضرتؒ کا جسم دبانے کا اتفاق ہوا ؟ میں نے جسم مبارک دباتے وقت محسوس کیا کہ حضرت کا ہر رواں اور ہر جوڑ ذکر اللہ میں مشغول تھا۔

(۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ جس وقت حضور علیہ السلام آذان کی آواز سُنتے تھے تو ایسا ہو جاتے تھے کہ گویا ہم کو شناخت ہی نہیں کرتے ہیں چنانچہ جس سال راقم الحروف بالسکنڈی (آسام) تراویح کی نماز کے بعد حضرتؒ کی مجلس میں حاضر ہوا تو حضرتؒ نے خادم سے دریافت فرمایا آپ کہاں سے آئے ہیں، باوجودیکہ میں حضرتؒ کی اجازت اور حضرت کے ساتھ دیوبند سے آسام کے لئے روانہ ہوا تھا، اس قسم کے واقعات

متعدد حضرات کو پیش آئے ہیں کہ حضرت غایت درجہ استغراق کی وجہ سے شناخت نہیں کر پاتے تھے۔

(۹) کثرت ذکر وجہ سے آپکی یہ حالت تھی کہ سونا اور جاگنا دونوں یکساں تھے مجال نہیں کہ سونے کی حالت میں غفلت ہو جائے، نیند آتی تھی مگر ایسی نیند نہیں جیسا کہ ہم کو آتی ہے سونے کی حالت میں بھی آپ کا کوئی پروگرام فیل ہوتے نہیں دیکھا، مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں۔

خورجہ میں ایک ہفتہ حضرتؒ کی معیت میں قیام رہا، روزانہ شب کو جلسے ہوتے اور رات کا ایک بج جاتا اور دن بھر لوگوں کی آمد و رفت یا مخصوص لوگوں کے پاس خود پہونچ کر ملاقات گویا نہ دن میں راحت کا موقعہ نہ شب میں، کبھی شب میں دو بجے سے پہلے لیٹنے کی نوبت نہ آتی تھی لیکن تین بجے جب بھی میری آنکھ کھلتی تو میں مولانا کو نوافل یا تلاوت یا ذکر میں مشغول دیکھتا اور حیران ہوتا تھا کہ یہ دو بجے لیٹ کر آخر میں تین بجے بے تکلف کس طرح اٹھ بیٹھے، شب و روز کی ان خدمات کی وجہ سے اپنی نیند کو اختیاری بنا لیا تھا، بارہا اس کی نوبت آئی ہے کہ شب میں حضرات اساتذہ میں سے کسی کے یہاں دعوت ہوئی اور ہم سب جمع ہوئے؛ عشاء پڑھتے ہی کھانا تناول فرمایا، میزبان نے چائے کا اصرار کیا، حضرتؒ نے عذر فرمایا کہ مجھے ابھی سبق پڑھانا ہے دیر ہو جائیگی، میزبان کی طرف سے اصرار ہوا تو فرمایا کہ اچھا کتنی دیر میں چائے تیار ہو جائیگی، عرض کیا گیا کہ ۵ منٹ میں، فرمایا کہ اچھا تو پھر اس مدت میں اپنی نیند پوری کر لوں یہ کہہ

کردیں چارپائی پر پیر لٹکائے ہوئے بیٹھ کر تکیہ سے کمر لگائی اور سو گئے۔
اور شاید دو یا تین مرتبہ میں خراٹے کی آواز آنے لگی اور ٹھیک پندرہ منٹ گذر جانے پر بلا کسی کے اٹھائے خود ہی اٹھ بیٹھے۔ دیکھ دیا شیخ الاسلامؒ تیرا نیند پر اتنا بڑا اختیار کہ جب چاہا بیدار ہو گئے کرامت معنوی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ بلاشبہ اولیاء اللہ اس حدیث کا مصداق ہوتے ہیں۔

تنام عینای ولاینام قلبی میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے

(۱۰) جن مقامات پر حضرت کبھی ایک مرتبہ تشریف لے گئے ہیں اور جس جگہ بھی حضرتؒ نے ایک مرتبہ قیام فرمایا ہے وہ مقامات اور مکانات اب بھی فیوض و برکا سے بھرپور ہیں اس کا تجربہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی صاحب بصیرت، ذاکر شاغل اس جگہ جا کر دیکھ سکتا ہے۔ . . . . کہ جہاں کہیں حضرتؒ نے ایک مرتبہ قیام فرمایا ہے وہ بتلائے گا کہ اس جگہ کسی اللہ والے کا قیام ہوا ہے اور عام لوگوں کے تجربہ کے لئے حضرتؒ کا مہمان خانہ موجود ہے، دیوبند جائیں اور مہمان خانہ میں تھوڑی دیر بیٹھیں، اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور حضرتؒ کے فیوض و برکات کا مشاہدہ کر لیں۔ انشاء اللہ ان سطور کو حرف بحرف مشاہدہ فرمائیں گے۔ عیاں را چہ بیاں۔

(۱۱) میں نے کسی کڑے سے کڑے مخالف کو یہ کہتے نہیں سنا ہے کہ حضرتؒ کا فلاں فعل یا فلاں حرکت خلاف سنت تھی، تقریر کے میدان میں جب مقرر آتا ہے تو بڑے بڑے مقرروں اور لیڈروں کو دیکھا ہے کہ جلسہ پر رعب جمانے کے لئے ادھر ادھر ہاتھ پھینکنا شروع کر دیتے ہیں اگر حضرت کے بارے میں کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ کبھی آپ نے ادھر ادھر ہاتھوں کو پھینکا ہے ہاں ضرورت کے وقت، کرسی

یا چھڑی پہ رکھے ہوئے دستِ مبارک کی انگلیوں سے حرکت فرمادیا کرتے تھے۔
اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول ہے۔

(۱۲) آپ خطبہ بالکل سنت کے مطابق دیتے تھے خطبہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز منقول ہے۔

کانہ ینذر الجیش۔ گویا کہ کسی لشکر کو ڈرا رہے ہیں۔

بالکل یہی انداز حضرت شیخ الاسلام رح کا تھا۔

(۱۳) تقریر اور کلام کے متعلق حضرت شیخ الاسلام رح ایک ایک چیز کو مکرر ارشاد فرمایا کرتے تھے اور اتنا آسان کلام کرتے تھے کہ جاہل سے جاہل بھی سمجھ جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی انداز ہوتا تھا۔

کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعید الکلمۃ ثلٰثا لتعقل عنہ رواہ الترمذی	حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کلمہ کو مکرر سہ کرر ارشاد فرماتے تھے تاکہ لوگوں کی سمجھ میں آجائے
کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فصل یفھمہ کل من سمعہ رابو داؤد)	حضور علیہ السلام کا کلام مفصل ہوتا تھا کہ ہر سننے والا سمجھ جاتا تھا۔

غرضیکہ حضرت شیخ الاسلام تمام عادات، حرکات، سکنات اور تمام ضروریات انسانی میں اخلاق نبوت کو اختیار کئے ہوئے تھے اور یہی سب سے بڑا کمال اور سب سے بڑی کرامت ہے اسی کا نام کرامت حقیقی یا کرامت معنوی ہے

کرامت حسی اسی کرامت کو خرق عادت یا کرامت ظاہری کہا جاتا ہے۔ جس کے متعلق میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ علامت ولایت یا معیار

بزرگی نہیں ہے اولیاء اللہ ہمیشہ اس سے گریز کرتے ہیں اور اگر بلا قصد و ارادہ کے ان سے کسی کرامت کا صدور ہو بھی گیا تو انھوں نے اس پر بھی ندامت کا اظہار کیا اور جہاں تک ممکن ہو سکا اُس کو چھپایا ہے۔

قد قالت الصوفية العلية الكرامة	صوفیہ کرام نے فرمایا ہے کہ کرامت (خرق عادت)
حيض الرجال لابد استتارها	مردانِ خدا کا حیض ہے اس کا چھپانا ضروری
ولا مزية لاحد على احد بها	ہے اور اولیاء میں سے کسی کو کسی پر خرقِ عادت
ومن ثم ندم بعض الرجال عن	کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے اسی وجہ سے
كثرة ظهور خرق العادات بايديهم	بعض اولیاء اللہ کو اپنے سے بکثرت کرامات
الخ (تفسیر مظہری)	کے ظہور سے ندامت ہوتی تھی۔

تاہم کسی بزرگ ولی اللہ سے کرامتِ حسّی کا ظہور ہونا منجملہ انعام الٰہی ہے شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

اما الخاصة فالكرامة عندهم	خواص کے نزدیک کرامت بھی عنایت
العناية الخ (نفحات الانس)	ایزدی ہے۔

اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے راضی اور خوش ہوتا ہے۔ تو اس پر اپنی عنایات کی بارش شروع کر دیتا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کے قلوب مشاہدہ حق اور ذکرِ حق میں ہمہ وقت مصروف اور مشغول ہوتے ہیں لہٰذا ظاہر ہے کہ اس قلب میں جس کی یہ کیفیت اور حالت ہو گی عام انسانوں سے زیادہ اوصافِ قدرتِ خداوندی کا مظہر ہو گا اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ جس طرح سے آتشی شیشہ ہوتا ہے کہ جب سورج کے سامنے آ گیا ہے تو وہی کمالات حاصل کر لیتا ہے جو سورج

ہیں ہوتے ہیں لہٰذا اگر روئی کو اس کے مقابل لاکر رکھ دیا جائے تو جلا ڈالے گا اور اگر آنکھوں کو سامنے کر دیا جائے تو پھاڑ ڈالے گا کیونکہ سورج کے اوصاف اپنے اندر جذب کئے ہوتا ہے اور سورج میں چونکہ جلال کا نمونہ زیادہ ہے اس وجہ سے جلالیت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ چونکہ تمام اوصافِ کمالیہ کا منبع ومخرج ومعدن ہے اس لئے اولیاء اللہ کے قلوب کو مشاہدہ حق میں مستغرق ہونے کی وجہ سے بہت سے صفات اور کمالات حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اولیاء اللہ معدنِ اسرارِ الٰہی ہوتے ہیں، لہٰذا جب ان سے ان اسرار میں سے کسی چیز کا ظہور ہوتا ہے تو خلافِ ادب سمجھتے ہوئے ندامت ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بات امانت اور رازداری کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کو جو کشف عنایت کیا گیا ہے سلب کر لیا جائے

اس مختصر بیان سے اتنا ضرور ظاہر ہو گیا کہ کرامتِ حسی بھی انعام باری تعالیٰ ہے اور یہ انعام ذکر اللہ کی کثرت اور قلب کو مشاہدہ حق میں مختلف مراقبات کے ذریعہ مستغرق کرنے کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔

یہی خرق عادات جب کسی جوگی یا کافر غیر متبع شریعت سے ظاہر ہوتی ہے۔ تو اس کو استدراج کہا جاتا ہے اس میں نورانیت نہیں بالکل ظلمت ہوتی ہے۔ اور شیطان کا بہت دخل ہوتا ہے گویا کہ یہ مشاہدہ شیطان سے حاصل ہوتا ہے۔

وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا۔

کرامتِ حسی یا خرقِ عادات جن کا ظہور اولیاء اللہ سے وقتاً فوقتاً ہوتا ہے بہت طرح کی ہوتی ہیں جیسے۔

ایجاد معدوم اور اعدام موجود اور کسی مخفی چیز کو ظاہر کر دینا اور ظاہر کو مخفی کر دینا مجیب الدعا ہونا، مسافتِ بعیدہ کو تھوڑے وقت میں طے کر دینا یا طے کرا دینا، مغیبات کا علم ہونا اور اس کی اطلاع کر دینا، ایک ہی وقت میں چند اماکن میں موجود ہونا، مردوں کا زندہ کرنا اور زندہ کو مار دینا، حیوانات جمادات نباتات کا کلام سمجھنا اور ان سے کلام کرنا، یا، اسبابِ کے طعام حاضر کر دینا یا غیر موسم کے پھل لا دینا، ہوا پر اُڑنا، پانی پر چلنا وغیرہ وغیرہ اور بہت سے امور عجیبہ و غریبہ ہیں۔

ان تمام اقسام کو مذکورہ بالا مختصر بیان کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے گا تو زیادہ تعجب کی چیز نہ رہے گی۔ ہاں بیشک یہ تعجب کی چیز ہے کہ انسان کا قلب مشاہدہ جمالِ الٰہی میں مستغرق رہے آگے تو سب کچھ باری تعالیٰ ہی کے فیضان کا ظہور ہوتا ہے ورنہ انسان بذاتِ خود کسی ستائش کا مستحق نہیں ہے۔

دوستو! یہ سب کمالات اللہ اللہ کرنے سے حاصل ہوتے ہیں، ہمت کرو اور اللہ اللہ کرو انشاء اللہ من کان للہ کان اللہ لہٗ کا مصداق بن جاؤ گے، اب ہم آپ کے سامنے حضرت شیخ الاسلامؒ کی کراماتِ حسیہ پیش کرتے ہیں اتنا معلوم ہونا نہایت ضروری ہے کہ حضرتؒ کے یہاں اخفا انتہا سے زائد تھا اس وجہ سے بکثرت کرامات کا ظہور نہیں ہوتا تاہم ان کے بلا قصد اور بلا ارادے کے جتنا بھی ظہور ہوا اس کی تعداد بھی سینکڑوں سے متجاوز ہے لیکن ہم تمام کرامات کو ذکر نہ کریں گے اور یہ ہمارے امکان سے بھی باہر ہے اور خواہ مخواہ کتاب بھی طویل ہو جائیگی اس وجہ سے چند پیش کرتا ہوں۔

(۱) منشی محمد یسٰین صاحب دھام پوری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت دھام پور تشریف لائے لیکن بدقسمتی سے چند گھنٹے پیشتر میرے بچے کا پیر جل گیا۔ حضرتؒ نے اسٹیشن پر میرے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے عرض کر دیا کہ وہ اس وجہ سے نہیں آئے کیونکہ ان کے بچے کا پیر جل گیا ہے چنانچہ حضرتؒ نے دعا کی اور انڈے کی زردی کا لیپ بتلایا۔ صبح کو جب دیکھا تو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون سا پیر جلا تھا

(۲) ناصر تانگہ والا جس کا تانگہ حضرتؒ کے لئے مخصوص تھا کہتا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت میرے تانگہ پر سوار ہو کر اسٹیشن تشریف لے جا رہے تھے راستے میں تانگہ ایک بوڑھے سے ٹکرا گیا اور اس کے کافی چوٹ آ گئی۔ چنانچہ پولیس والے نے تانگہ روک لیا۔ میں نے اس سے ہر چند چاہا کہ اس وقت گاڑی کا وقت قریب ہے حضرت تشریف لے جا رہے ہیں میں ان کو اسٹیشن پر چھوڑ آؤں اس کے بعد جو چاہے کرنا مگر وہ نہ مانا۔ بہر حال حضرت تو تانگے سے اُتر کر پیدل چل دیئے جس کا آج تک مجھے ملال ہے اور سپاہی میرا تانگہ لے کر چوکی پر آیا اور وہاں سے تھانے لے کر آیا۔ لیکن اتفاق سے تھانے دار موجود نہ تھا۔ بوڑھا جس کے چوٹ آئی تھی، ہسپتال بھیجا گیا تو اتفاق سے وہاں بھی ڈاکٹر موجود نہ تھا۔ شام کو جب تھانے دار صاحب آئے تو انھوں نے واقعہ سُنا یا اور سپاہی پر بہت برہم ہوئے کہ تو نے دیکھا نہیں کہ مولانا پیدل تشریف لے گئے اور کچھ خیال نہیں کیا۔ بہر حال اس سپاہی کو وہاں سے فوراً تبدیل کر دیا اور بوڑھے کو دو سو روپیہ دے کر راضی کیا اس طرح سے میری جان بخشی ہوئی۔

(۳) مولانا فاروق صاحب بجنوری اپنے بھائی مولانا رحیم الدین صاحب

سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مظفر نگر سے کھتولی کو بذریعہ لاری جا رہا تھا۔ اس لاری میں حضرتؒ بھی تشریف فرما تھے لاری میں ۲۴ سیٹ تھیں لیکن بٹھالئے گئے تھے۔ ۳۶ آدمی نتیجہ یہ ہوا کہ پولیس والے نے لاری کو روک لیا، ڈرائیور وغیرہ نے کہا کہ اب جانے دیجئے اس نے کہا کہ میں جب تک گاڑی چیک نہ کروں گا جانے نہ دوں گا، گاڑی میں سواری زیادہ ہیں، بہرحال وہ اندر آیا اور سواریوں کو شمار کیا تو ۲۴ سواریاں اس کے شمار میں آئیں، غرض کہ ہر طرف سے اس نے گِنا لیکن ۲۴ سواریوں سے زیادہ شمار نہ کر سکا حالانکہ سواریاں ۳۶ ہی تھیں، ہار کر وہ گاڑی کے چالان سے باز آیا۔

(۴) بانس کنڈی آسام سے راقم الحروف قیام رمضان المبارک کے بعد وطن کے لئے رخصت ہوا اور حضرت سے دعا عافیت کرائی، چنانچہ اثنائے سفر میں گاڑی بدرپور اور بنڈو گھاٹ کے درمیان میں سفر کر رہی تھی کہ راقم الحروف کی آنکھ کھلی کہ بالکل اجالا ہو گیا تھا، چنانچہ راقم الحروف اپنی اوپر کی سیٹ سے نیچے آیا اور پاخانے کے نل سے پانی لے کر وضو کیا، گاڑی کا یہ عالم کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی ناممکن تھا اس لئے کہ اس ڈبے میں حد سے زیادہ مسافر اور سامان موجود تھا، بہرحال جوں توں کر کے کھڑکی کے پاس آیا تو سورج نکلنے کے قریب تھا، دل میں خیال کیا کہ الٰہی میں تو حضرت سے دعا کرا کر چلا ہوں آج نماز قضا ہو رہی ہے بس یہ خیال آنا تھا کہ گاڑی جنگل میں بلا کسی اسٹیشن کے رک گئی، راقم الحروف نے جلدی سے نماز ادا کی اور خدا کا شکر ادا کیا، جیسے ہی گاڑی کے پائیدان پر پیر رکھا گاڑی نے چلنا شروع کر دیا۔

(۵) ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ نماز ادا کرنیکے لئے پنجاب میل سے نجیب آباد اسٹیشن پر اُترے، گارڈ نے فوراً ہی سیٹی دیدی، حضرت نماز ہی پڑھتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ گاڑی کا کوئی پرزہ خراب ہو گیا کہ جس کی وجہ سے گاڑی ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہو گئی۔

(از مولانا عبدالوحید خان صاحب)

(۶) حضرت استاذی مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سہنسپور میں جمعیۃ علماء کا سالانہ جلسہ تھا لیکن جس دن جلسہ کی تاریخ تھی اس سے تین دن روز پیشتر سے لے کر تاریخ جلسہ تک اس قدر بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ اور ابر محیط کا یہ عالم تھا کہ کہیں سے کھُلتا ہوا نظر نہیں آتا تھا۔ لیگی حضرات آوازے کس رہے تھے اور مذاق اُڑا رہے تھے اسی حالت میں حضرت سہنسپور تشریف لے آئے۔ سب لوگوں نے مل کر حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ بارش روک دے چنانچہ حضرتؒ نے دعا فرمائی، اسی وقت قبل عصر ابر آلود آسمان پر بادل پھٹا اور سورج جگمگاتا ہوا دکھائی دیا اور عشا کے وقت تک وہی زمین جہاں گھٹنوں تک پانی بھرا تھا... خشک ہو گئی .... اور بفضلہ تعالیٰ عشا کی نماز کے بعد شاندار اور کامیاب جلسہ ہوا۔

(۷) منشی سید محمد شفیع صاحب تحویلدار دار العلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت کے پاس عصر کی نماز کے بعد بیٹھے ہوئے تھے کہ بسبیل تذکرہ حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحب کا نام آیا حضرت نے فرمایا وہ کہاں ہیں ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ان کے پیر میں نقرس کا درد ہے، بہت تکلیف میں ہیں حرکت کرنا دشوار ہے، چنانچہ حضرتؒ قاری حفظ الرحمٰن صاحب کے کمرے پر تشریف فرمائے۔ ہم لوگ

بھی ساتھ تھے، مزاج پرسی کے بعد حضرت نے انگوٹھے پر دم کیا چنانچہ اسی وقت درد کافور ہو گیا۔ اور بخاری صاحب ہمارے ساتھ نماز پڑھنے تشریف لائے یا یہ حال تھا کہ تڑپ رہے تھے اور حرکت کرنا دشوار تھا۔

(۸) بانسکنڈی (آسام) کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب بنگالی ہمارے کمرے میں مقیم تھے لیکن ان کے گھٹنے میں اتنا درد تھا کہ باہر نکل نہیں سکتے تھے، چنانچہ ایک دن حضرت ظہر کی نماز کے بعد تشریف لائے اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صاحب اسی وقت اچھی طرح چلنے پھرنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی درد ہوا ہی نہیں تھا

(۹) سید احمد شاہ صاحب مجاز شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میرے ایک عزیز کے بچے کے جسم پر اس قدر زخم تھے کہ کوئی جگہ خالی نہ تھی، علاج کیا جاتا تھا مگر زخم جوں کے توں ہرے رہتے تھے، بچہ اور والدین دونوں پریشان تھے، بچے کی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے، چنانچہ حضرتؒ کو دکھایا اور آپ سے دعا کرائی اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے اسی دن سے بچہ کو آرام ہونا شروع ہو گیا الحمد للہ کہ وہ بچہ اب بھی حیات ہے اور بالکل تندرست ہے

(۱۰) جناب سید احمد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اس قدر بیمار ہوا کہ لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے تھے، ایک مرتبہ تو روح پرواز کر چکی تھی لیکن زندگی تھی کہ بچ گیا اسی حالت میں حضرتؒ کے مراد آباد آنے کی خبر مشہور ہوئی، میں بھی کسی طرح تانگہ میں سوار ہو کر لوگوں کے سہارے اسٹیشن پہونچا یا تو یہ عالم تھا کہ حرکت دشوار تھی یا یہ حالت ہو گئی کہ پلیٹ فارم پر معمولی سی لکڑی

کے سہارے اچھی طرح چل پھر رہا تھا۔

(۱۱) ایک مرتبہ حضرت نے کرتپور، ایک تالاب کے کنارے ایک جلسہ میں فضیلت ذکر پر تقریر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ دریا کی مچھلیاں تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتی ہیں یہ فرمانا تھا کہ سینکڑوں آدمیوں نے دیکھا کہ تالاب کی مچھلیاں تڑپ تڑپ کر کنارے پر آنے لگیں تھی۔

(۱۲) جناب سید محمد شفیع صاحب تحویلدار دارالعلوم دیوبند جناب مولوی احمد اللہ صاحب کیرانوی کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت کیرانہ تشریف لے گئے، حضرت کی آمد کی خبر سنکر اتنے لوگوں کی آمد شروع ہوئی کہ خیال بھی نہیں جاتا تھا کہ اتنے آدمی جمع ہو جائیں گے۔ ہم لوگوں نے صرف بارہ آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا، ہم لوگ پریشان تھے کہ کیا کریں، چنانچہ حضرتؒ سے عرض کیا۔ حضرتؒ نے دعاء برکت فرمائی اور کھانے پر کپڑا اڑھوا دیا، چنانچہ وہی کھانا کم از کم ڈیڑھ سو آدمیوں کو کافی ہو گیا۔

(۱۳) مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ دیوبند میں ضلع جمعیۃ علماء کا جلسہ تھا۔ کھانے کا انتظام مکھیا احمد حسن صاحب کے یہاں تھا، لوگوں کی جب آمد شروع ہوئی تو سینکڑوں آ گئے۔ اب فکر ہوئی کہ کھانا اتنا نہیں ہے کہ اتنے آدمیوں کو کافی ہو جائے چنانچہ حضرتؒ سے عرض کیا گیا، حضرت نے دعا پڑھ کر چادر سے کھانے کو ڈھک دیا وہی کھانا تمام آدمیوں کو کافی ہو گیا۔

(۱۴) آسام اور ٹانڈہ کے قیام کے زمانہ میں بارہا تجربہ کیا ہے کہ حضرتؒ

جب تہجد کی نماز سے فارغ ہوتے تو صبح صادق ہونے میں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ باقی رہتا تھا لیکن اسی ایک یا پون گھنٹے میں چار سو پانچ سو آدمی کھانا کھا کر فارغ ہو لیتے تھے، حالانکہ بیاہ شادیوں میں پچاس آدمیوں کو کھانا کھلانے میں ڈیڑھ دو گھنٹہ صرف ہو جاتے ہیں۔

(۱۵) جناب سیّد محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت کی خادمہ شبراتؔن نے عرض کیا کہ حضرت میری لڑکی کے کوئی بچہ نہیں ہوتا برس گزر گئے بہت سے علاج بھی کرائے لیکن کچھ نہ ہوا چنانچہ حضرتؒ نے ایک تعویذ عنایت فرمایا اس کے بعد شبراتؔن کی لڑکی کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور پیچھے بعد دیگرے چند بچے پیدا ہوئے بحمدللہ سب حیات ہیں۔

(۱۶) مولانا محمد فاروق صاحب بجنوری فرماتے ہیں کہ جس سال میں دارالعلوم میں پڑھتا تھا اس سال دیوبند میں بہت زوروں پر طاعون پھیل رہا تھا دس بیس کیس روزانہ ہو رہے تھے، حضرتؒ اس زمانے میں سفر پہ تھے آپ کو خبر دی گئی، چنانچہ آپ تشریف لائے، حضرتؒ نے شہر کی مسجدوں اور محلوں سے طلبائ کو دارالعلوم میں بلا لیا اور دارالعلوم کے گرد ایک حصار کھینچ دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدرسے میں کسی طالبعلم کو بخار تک نہیں آیا۔

(۱۷) سیّد محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ ولی محمد صاحب چودھری فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا مدنیؒ نینی جیل میں مقید تھے، ان دنوں حضرت کی ڈاک پہونچانے کی خدمت میرے سپرد تھی، ایک دن اتفاق سے ایک سی آئی ڈی نے مجھے ریل میں پکڑ لیا اور میری تلاشی لینا شروع کی، حالانکہ میرے پاس حضرتؒ

کی بہت کافی ڈاک موجود تھی لیکن اس کے ہاتھ ایک خط بھی نہ آیا۔

(۱۸) مولانا منظور احمد صاحب نائب مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سہارنپور کے ایک ہندو کا لڑکا کھو گیا لوگوں نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت مولانا مدنیؒ سے جا کر ذکر کرے اور دعا کرائے چنانچہ ان دنوں حضرت کا قیام ٹانڈہ تھا، بیچارہ ٹانڈہ پہونچا اور جا کر تمام حالات سنائے اور دعا کے لیے عرض کیا حضرت نے فرمایا اچھا دعا کروں گا، چنانچہ وہ ہندو جب واپس گھر آیا تو دیکھا کہ لڑکا گھر موجود تھا۔

(۱۹) ایک دن حضرتؒ عصر کی نماز پڑھ کر مسجد سے تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں سڑک پر ایک ہندو نے عرض کیا کہ حضرت! اب سے ڈھائی سال پیشتر میرے اوپر تین سو مقدمات دائر تھے، ایک مرتبہ آپ سے مقدمات کی مثلوں پر دم کرا کر لے گیا تھا سو اب سب مقدمات ختم ہو گئے ہیں صرف دس باقی ہیں لہٰذا اب پھر مثلیں لایا ہوں ان پر ایک مرتبہ اور دم کر دیجئے۔ حضرتؒ نے دم کر دیا۔

(۲۰) میں گذشتہ سطور میں صبر و تحمل کے عنوان کے تحت سیدپور کا واقعہ نقل کر چکا ہوں وہاں پر میں نے اس واقعہ سے متعلق حضرتؒ کی کرامتوں کا وعدہ کیا تھا اس کو اب مولانا محمد میاں صاحب کے رسالہ "حیات شیخ الاسلامؒ" سے اس مکتوب کو نقل کرتا ہوں جو موصوف نے مولانا ریاض الدین صاحب کے صاحبزادے محمد صالح صاحب کا نقل کیا ہے"۔

صالح صاحب لکھتے ہیں:-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ابا جان آپ کا خط موصول ہوا۔ ہم لوگ خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں ہم لوگوں کے لئے کسی قسم کا فکر نہ کریں بے فکر ہو کر کام کاج کریں اور ہم لوگوں کے لئے دعا کرتے رہیں جن غنڈوں نے حضرت قبلہ مولانا مدنی کے ساتھ میں گستاخی کی تھی وہ لوگ ... اس کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ بڑے داروغہ کا بڑا لڑکا دوسرے ہی دن قضا کر گیا یہ بات شاید آپ کو معلوم نہ ہو۔ اس کے بعد جس شخص نے حضرتؒ کے سر مبارک کی ٹوپی اتاری اور پھینک دی تھی دوسرے ہی دن وہ بھی تالاب میں ڈوب کر مر گیا۔ سید پور میں ہلڑ مچ گیا۔ شبان ڈاکٹر اور چیتا سب لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم لوگ ان غنڈوں کے ساتھ نہیں ہیں، ہم لوگوں سے ایسا ذلیل کام نہیں ہوتا اصل بات یہ ہے کہ لیگیوں میں دو فرقے ہو گئے ہیں، بہت سے لوگ افسوس کر رہے ہیں کہ ایسا کام کرنا لیگیوں کی غلطی ہوئی، اصل بات یہ ہے کہ لوگ لیگ سے ناراض ہو گئے ہیں کل بوجہ قرب وجوار گاؤں کے سردار لوگ ہمارے گھر میں آئے اور تبلیغی جماعت قائم کی اور جمعیۃ علماء کی ایک شاخ قائم کی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا ہے اور مرحوم مظہر اللہ منڈل کے لڑکے عبد الکریم منڈل صاحب کو اسسٹنٹ سکریٹری بنایا اور آس پاس کے لوگوں کے نام بھی بھیجی ہے، آپ کے گھر آنے پر تمام سردار لوگ آپ کے پاس آئیں گے

(فقط صلاح :۔ حیات شیخ الاسلام ص ۲۳)

اسی ایک ہی مختصر واقعہ میں متعدد عظیم الشان کرامتیں ہیں، لوگوں کا

نائب ہونا اور ایک دوسرے کو ملزم گردانا اور آپس میں ایک دوسرے پر ملامت کرنا اور جمعیۃ علماء کی خدمت کے لئے کمربستہ ہونا اور سرکش لوگوں کو ہاتھوں ہاتھ عبرت ناک سزائیں ملنا ان تمام واقعات کو میں واقعہ کربلا کے بعد کے واقعات سے تعبیر کرسکتا ہوں اگر آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے تو حضرت حسین بن علیؓ کی شہادت کے بعد کے واقعات سے حسین احمد بن حسین بن علی کے واقعات مشابہ پائیں گے

۵ — ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

(۳۱) ایک مرتبہ بھاولپور سے حضرت کے یہاں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تشریف لائے وہ حضرت سے عرض کر رہے تھے کہ حضرت! امرتسر کے ایک صاحب مجھے اپنا بیتا واقعہ سنا رہے تھے کہ ہم نے حضرت کے ساتھ جو گستاخیاں کی ہیں۔ اُن کی سزا دُنیا ہی میں مل گئی کہ جس طرح ہم نے حضرت مدنیؒ کے ساتھ ننگا ناچ ناچا تھا، ہماری بہو بیٹیوں کو ہمارے سامنے بالکل برہنہ کرکے سر بازار نچایا گیا۔ ہائے افسوس اگر اللہ تعالیٰ میرے پر دیدیتا تو اڑ کر جاتا اور حضرت مدنیؒ سے معافی طلب کرتا (حضرتؒ نے اس واقعہ کو سُنا اور افسوس کیا اور معاف کردیا)

(از داماں صاحب)

(۳۲) آج بھی ایک بستی میں ایک صاحب حیات ہیں، یہ صاحب حضرتؒ کو ایسی سڑی سڑی گالیاں دیا کرتے تھے کہ دِل لرزنے لگتا تھا، قدرت نے ان سے انتقام لیا کہ اب سے ایک سال پیشتر ان کے چہرے پر آبلے ایسے پڑے کہ تمام منہ سوج گیا اور بالکل توے کی مانند سیاہ ہو گیا، آج بھی یہ صاحب باوجود طبیب ہونے کے

اپنے سیاہ چہرے کو عبرت کا منظر بنائے ہوئے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ مجھ مولانا مدنیؒ کو گالیاں دینے کی سزا ملی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ان واقعات کو اس حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

من اذی ولی فقد آذنتہ — جس نے ہمارے ولی کو ایذا دی ہم اس کے

بالحرب — خلاف اعلانِ جنگ کردیتے ہیں

باوجودیکہ حضرتؒ کسی کو کبھی بدعا نہیں دیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کو وہ مقبولیت حاصل تھی کہ آپ کے مخالفین کو فوراً ہی سزا ملتی تھی۔

۲۴۔ ایک مرتبہ سہارنپور میں جمعیۃ علماء کا جلسہ تھا یہ اس وقت کا تذکرہ ہے کہ جب لیگ اور کانگریس کے ہنگامے ہو رہے تھے، حضرت اس جلسہ میں تقریر کرنے والے تھے۔ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے اس وقت ایسا سر اُٹھایا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ میں سیاست میں مولانا مدنیؒ سے مناظرہ کروں گا، حضرتؒ کے خدام نے فرمایا کہ مولانا مدنی سے مناظرہ تو آپ کے بڑے کریں گے۔ پہلے آپ ہم سے ہی نمٹ لیں۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا۔ میاں ظفر احمد آپ اپنی گٹھڑی کی خیر منائیں، اگر وہ کب سننے والے تھے۔ بہرحال حضرتؒ کو تو آپ کے خدام نے یہ کہہ کر دیوبند واپس کردیا کہ حضرت آپ کی تقریر کل ہوگی، چنانچہ حضرت دیوبند تشریف لے آئے، چند دنوں کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے میاں ظفر احمد صاحب تھانوی کی خلافت چھین لی اسی چیز کی طرف مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اشارہ کیا تھا۔

۲۵۔ ٹانڈہ ۴۲ھ کا واقعہ ہے کہ رمضان المبارک کے موقعہ پر تراویح میں ایک صاحب حضرتؒ کو بہت زیادہ لقمہ دیا کرتے تھے اور انداز کچھ ایسا سخت تھا کہ تمام

حاضرین کو ناگوار ہوتا تھا لیکن حضرتؒ کے خوف سے کوئی ان کو کچھ کہہ نہیں سکتا تھا. نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن ان کو خون کی قے ہوئی، تب ان کو احساس ہوا کہ یہ نتیجہ گستاخانہ لب لہجہ کا ہے جس کو انھوں نے تراویح میں لقمہ دیتے وقت اختیار کر رکھا تھا۔

۲۶۔ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں چند سہلٹ کے طلبا نے اہتمام کے سامنے بیٹھ کر بھوک ہڑتال شروع کردی، حضرت کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اور ان لوگوں کو منع کیا اور فرمایا آپ لوگ یہ طریقہ اختیار نہ کریں جو آپ لوگوں کا مطالبہ ہے ہم اس کو پورا کریں گے لیکن ان حضرات نے نہ مانا اور بھوک ہڑتال کو جاری رکھا جو ان سلہٹی طلبا کی رہنمائی دو پنجابی طالب علم بھی کر رہے تھے اور اپنے جوش اور دیوانگی میں یہاں تک کہہ گئے تھے کہ ہم دارالعلوم کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے، بہرحال معاملہ جوں توں رفع ہوگیا، حضرت شیخ الاسلامؒ نے دارالحدیث میں ایک جلسہ کیا اور فرمایا کہ مجھے اس تحریک میں حصہ لینے والوں سے سخت تکلیف پہونچی ہے میں ان کے حق میں بددعا تو کرتا نہیں ہاں ان لوگوں نے اچھا نہیں کیا، بہرحال آج بھی وہ حضرات جنھوں نے اس تحریک میں حصہ لیا تھا حیات ہیں لیکن علم سے یکسر محروم ہیں اور عام لوگوں کی طرح دال آٹا بیچ کر اپنی گذر اوقات کر رہے ہیں۔

(۲۷) مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دارالعلوم میں طلبا اور علماء کا ایک جلسہ ہوا ایک طالب علم نے ۔ ۔ ۔ جوش ۔ ۔ ۔ ۔ میں آکر حضرت مولانا عثمانیؒ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہہ دیئے۔ حضرتؒ نے فوراً ہی اس کو ڈانٹا اور منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرتؒ نے فرمایا جا تو علم سے محروم ہوگیا۔ حضرت مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ اس طالب علم کو میں نے دہلی میں دیکھا

ہے کہ سر پر دیوانوں کی طرح خاک اڑاتا پھرتا تھا۔

(۲۸) جناب حبیب احمد صاحب بجنوری فرماتے ہیں کہ میں چند سال سے ایک امتحان میں شرکت کر رہا تھا لیکن فیل ہو جاتا تھا۔ میں نے حتی الامکان کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ چنانچہ میں نے حضرتؒ کی خدمت میں لکھا تو حضرت نے ایک دعا پڑھنے کے لئے بتلائی اور فرمایا کہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں چنانچہ اس سال میں نے بالکل کتاب اٹھا کر دیکھی تک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرتؒ کی دعا کی برکت سے سب سے اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوا۔

(۲۹) جناب سید احمد شاہ صاحب مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی ملاقات کے لئے اسٹیشن لکھنؤ پر حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ حج کے لئے نہیں چلتے، میں نے عرض کیا دعا کیجئے اس وقت تو کوئی سبب ایسا نظر نہیں آتا کہ میں حج کا تصور کروں۔ بہرحال حضرت ابھی بمبئی ہی پہونچے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا کہ میرے پاس اتنے روپے ہو گئے جو سفر حج کے لئے کافی تھے چنانچہ فوراً ہی میں انتظام سفر کر کے حضرتؒ سے جا ملا اور جا کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔

(۳۰) گذشتہ سال ۷۶ھ میں جب بانسکنڈی (آسام) سے دیوبند کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں مختلف مقامات پر ٹھہرنا ہوا جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ سے بیعت ہوئے حتیٰ کہ عالم گنج (آسام) میں تو بیک وقت ایک مجلس میں ۸ ہزار مسلمان آپ سے بیعت ہوئے، تاریخ تصوف کا یہ سب سے

پہلا واقعہ ہے۔ کسی بزرگ کے حلقۂ عقیدت میں ایک وقت میں ایک مجلس میں اتنے آدمی آج تک داخل نہیں ہوئے؛ حضرتؒ کے مریدین کا سلسلہ لاکھوں کی تعداد سے نکل کر کروڑوں کی تعداد تک پہونچ چکا ہے۔

(۳۱) ۱۹۴۷ء کے بعد آپ نے سلوک اور تصوف کی طرف توجہ فرمائی ہے لیکن اتنی قلیل مدت میں ۱۶۶ خلفاء اور مجاز بنا دیئے، تاریخِ تصوف میں اس کی نظیریں بہت ہی کم ملیں گی وہ بھی متقدمین کے یہاں ہیں۔ متاخرین کے یہاں اس کی مثال نہیں ہے۔

(۳۲) سنین ماضیہ میں بہت ہی کم ہستیاں ایسی گذری ہیں کہ جن کو اپنی مقبولیت عامہ حاصل رہی ہو یا ہر فرقہ اور مسلک نے اپنا مقتدا تسلیم کیا ہو اس سلسلہ میں متاخرین میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی ذات ہی پیش کی جا سکتی ہے کہ جن کے معتقد ہر مذہب میں موجود ہیں اور آپ کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں، اہل بدعت کہ جنھوں نے علماء دیوبند کو ہمیشہ کافر کہا ہے مگر حضرتؒ کے وہ بھی معتقد ہیں، چنانچہ مولانا عبدالوحید خان صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرتؒ سورت کا دورہ فرما رہے تھے کہ راستہ میں اہلِ بدعت کے ایک گاؤں والوں نے (جن میں بڑے بڑے پیر بھی تھے) جب حضرت کی آمد کی خبر سُنی کہ حضرتؒ اس طرف سے گذر رہے ہیں تو اس سڑک پر کہ جس طرف سے حضرت کی کار گذرنے والی تھی، تقریباً ایک فرلانگ تک سُرخ کپڑے کا فرش بچھا دیا کہ حضرتؒ کی کار اس فرش پر ہو کر گذرے گی (ایسا استقبال وہ اپنی رسم کے مطابق اپنے سب سے بڑے پیر کا کیا کرتے ہیں۔)

(۳۳) اشاعتِ علم میں، آپ کے تلامیذ کی تعداد بھی لاکھوں سے متجاوز

کر چکی ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ اپنی شہرت و مقبولیت اور رجوع کے اعتبار سے اگرچہ زمانا متاخر ہیں لیکن رتبۃً آپ حضرات متقدمین کی جماعت میں ہیں۔ بلا شبہ آپ اس زمانہ میں اس حدیث کا مصداق تھے۔

یوشك ان یضرب الناس	عنقریب لوگ دور دراز سے علم دین حاصل
اکباد الابل یطلبون العلم فلا	کرنے کے لیے آئیں گے، پس وہ عالم مدینہ سے
یجدون اعلم من عالم المدینۃ	بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے۔

متقدمین میں امام مالکؒ کو اس حدیث کا مصداق بتایا جاتا ہے، متاخرین میں، حضرت شیخ الاسلامؒ اس حدیث کے مصداق ہیں اس لیے کہ آپ عالم مدینہ بھی ہیں اور اپنے زمانے کے تمام علماء، طلباء، صلحاء اور عوام کا مرجع بھی۔

(۳۴) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سیوہاروی فرماتے ہیں کہ والد صاحب مرحوم سے حضرتؒ کے بہت گہرے تعلقات تھے، جب والد صاحب کا آخری وقت ہوا تو حضرت تشریف لائے، والد صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرتؒ! میرے اوپر توجہ فرمایئے۔ حضرتؒ تھوڑی دیر کے لئے مراقب ہوئے والد صاحب فرماتے تھے کہ اسی وقت میرا قلب جاری ہو گیا، میں نے اس وقت ایسا محسوس کیا کہ میرے مکان کے در و دیوار غرضکہ ہر چیز ذکر اللہ میں مشغول ہے، میں ہر چیز سے اللہ اللہ کی صدا میں محسوس کر رہا تھا۔

(۳۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق منقول ہے کہ آپ صحابہ کرامؓ کے مجمع میں سب سے نمایاں اور بلند معلوم ہوتے تھے حالانکہ آپ متوسط القامت تھے حضرت شیخ الاسلامؒ کے متعلق ہندوستان کا ہر باشندہ جانتا ہے اور ہزار ہا حضر

کا اپنا تجربہ ہے کہ بڑے سے بڑے ہجوم اور اسٹیشن پر گاڑی ٹھہرنے سے پہلے یہ علوم ہو جاتا تھا کہ حضرتؒ فلاں ڈبہ میں ہیں، یقیناً حضرتؒ اس زمانہ کے قطب العالم اور تمام انسانوں سے افضل تھے۔

(۳۶) رمضان المبارک کے موقعہ پر بارہا ایسا ہوا ہے کہ جس دن آپ سورۃ اِنّا انزلنا وتروں میں تلاوت فرماتے اسی دن شب قدر ہوتی تھی اور عید کی چاند رات کے بارے میں بھی بارہا تجربہ کیا ہے کہ جس دن چاند رات ہوتی تھی۔ حضرتؒ اسی دن صبح سے عید کا انتظام شروع کر دیتے تھے اور ایک دن پیشتر قرآن شریف ختم کر دیتے تھے، چاہے ۲۹ر تاریخ کیوں نہ ہو، حضرتؒ کے اس طریقہ کی بنا پر حضرتؒ کا ہر خانقاہی بتا سکتا تھا کہ آج چاند رات ہے۔

(۳۷) جس سال حضرتؒ نے آخری حج کا ارادہ کیا تھا۔ اس سال بظاہر کوئی ایسا سبب نہ تھا کہ جس کی وجہ سے اتنے اخراجات کا انتظام ہوتا لیکن جب سفر کا زمانہ قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ ہی کے اخراجات کا انتظام نہیں کیا بلکہ آپ کے ہمراہ آپ کے صرفہ سے تقریباً ایکدرجن آدمی سعادت حج سے بہرور ہوئے۔

(۳۸) رستم دھوبی بجنوری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرتؒ کے یہاں سوا مہینے تک رہ کر رخصت ہو کر سہارنپور کے اسٹیشن پر آیا تو گاڑی میں جگہ نہ ملتی تھی۔ چنانچہ میں پریشان تھا کہ کیا کروں۔ میں نے دیکھا کہ ایک صاحب جو کہ چوغہ پہنے ہوئے تھے میرے پیچھے سے آئے اور فرمایا کہ بجنور کیوں نہیں جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا مجھے کم دکھائی دیتا ہے بیٹھنے سے معذور ہوں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ آدمی نے مجھے گود میں اٹھا کر گاڑی میں بٹھا دیا (معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ موسم سردی کا تھا۔

(۳۹) مولوی اسحٰق صاحب حبیب گنجی بیان فرماتے ہیں کہ ہر رمضان المبارک کے موقعہ پر آپ سلہٹ والوں کے اصرار پر سلہٹ تشریف لاتے تھے۔ اس سلسلہ میں سلہٹ کے ایک دوکاندار سے چندہ لینے کے لئے بات چیت ہوئی، اس نے ترش روئی سے گیارہ روپیہ چندہ دیا اور یہ لفظ کہا کہ یہ کیا ٹیکس ہے، بہرحال وصول شدہ چندہ کی ایک رقم حضرتؒ کے پاس بھیجدی گئی، چند ہی روز بعد اس میں سے گیارہ روپے واپس آگئے اور کوپن پر یہ تحریر تھا کہ دوکاندار سے روپیہ لے کر روانہ کرنا مجھے پسند نہیں، اس کو یہ روپیہ واپس دیدو (ماخوذ: ذکرامات مدنی دنئی دنیا شیخ الاسلامؒ نمبرا)

(۴۰) بالی ندندی مولوی بازار کے ایک صاحب آزادی سے قبل، ڈھاکہ سے شیلانگ بذریعہ موٹر جا رہے تھے، صوبہ آسام کا اکثر حصہ پہاڑی ہے، اس میں موٹر یا بس چلنے کا جو راستہ ہے وہ بہت تنگ ہے۔ فقط ایک گاڑی جا سکتی ہے دو کی گنجائش نہیں ہے یہ صاحب حضرت کے مرید تھے، جب نصف راستہ طے ہو گیا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک گھوڑا بڑے زوروں سے آرہا ہے اس شخص کو اور دیگر تمام خطرات کو خطرہ پیدا ہوا کہ اب کیا ہوگا، موٹر روک لی لیکن اس کے باوجود بھی بڑی تشویش تھی کیونکہ گھوڑا بلا سوار تیزی سے دوڑا آرہا تھا، راوی کا کہنا ہے کہ اس شخص نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر پیر و مرشد ہوتے تو دعا کرتے۔ ابھی اتنا سوچا ہی تھا دیکھا کہ حضرت شیخؒ گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہیں غائب ہو گئے۔

یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض لہ الملک
ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیءٍ قدیرٌ .....“

رویاءِ صالحہ

چونکہ میں گذشتہ سطور میں چند جگہ رویاءِ صالحہ کا تذکرہ کرچکا ہوں۔ ممکن ہے کہ کسی کے قلب میں یہ بات پیدا ہو کہ میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے مقامات عالیہ کے سلسلے میں رویاءِ صالحہ سے بہت زیادہ استدلال کرتا ہوں، سو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگرچہ بظاہر میرا استدلال رویاءِ صالحہ سے رہا ہے لیکن بالواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ہے، آقائے نامدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) اذا اقترب الزمان لم تکد رؤیا المسلم تکذب واصدقکم رؤیا اصدقکم حدیثا ورؤیا المسلم جزء من ستۃ و اربعین جزأ من النبوۃ والرؤیا ثلاث فالرؤیا الصالحۃ بشری من اللہ ورؤیا تحزین من الشیطان ورؤیا مما یحدث المرء نفسہ الخ رواہ الشیخین والترمذی وابوداؤد	جب قیامت کا زمانہ قریب آئے گا تو مسلم کی خوابیں عموماً سچی اتریں گی اور تم میں سچی خوابیں سچے لوگوں کی ہونگی اور مسلم کی خوابیں چھیالیسواں حصہ نبوت کا ہے اور خوابیں تین قسم کی ہوتی ہیں، رویاءِ صالحہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہے اور حزن و ملال پیدا کرنے والی خوابیں شیطان کی جانب سے ہوتی ہیں اور ایک خواب حدیث نفس ہوتی ہے

ھکذا فی جمع الفوائد فی کتاب تعبیر الرؤیا ص ۱۲۷ ج ۲

(۲) الرؤیا الصالحۃ من اللہ والحلم	رویاءِ صالحہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے

من الشيطان الخ رواه اصحاب السنن الا النسائی۔ | اور اضغاث احلام شیطان کی جانب سے۔

(۳) لم یبق بعدی من النبوۃ الا المبشرات الخ رواہ البخاری ومالک وابوداؤد | میرے بعد نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہ رہے گا، صحابہؓ نے سوال کیا مبشرات کیا ہیں ارشاد فرمایا رویا صالحہ

(۴) من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل بی | جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

اب ہم آپ کے سامنے ان رویا صالحہ کو پیش کرتے ہیں جو حضرتؒ کے وصال سے قبل یا بعد حضرتؒ کے متعلق مختلف حضرات نے دیکھی ہیں جن سے حضرت کے مرتبہ عالیہ کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کتنے بڑے مقام کے مالک ہیں۔

(۱) وصال سے کچھ عرصہ پہلے راقم الحروف نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ حاضر ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کے قریب ایک تخت بچھا ہوا ہے کہ اس کے گرد بہت سے اولیاء اللہ کچھ بیٹھے ہیں اور کچھ کھڑے ہیں، گویا کہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی سے سوال کہ اس جلسہ کی صدارت کون صاحب فرمائیں گے تو اسی مجمع میں سے کسی نے جواب دیا کہ مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ اس جلسہ کی صدارت فرمائیں گے، ان ہی کا انتظار ہے۔

(۲) جس شب میں حضرتؒ کو سپرد خاک کیا تھا اس کے اگلے دن جمعہ کی نماز

پڑھ کر راقم الحروف سوگیا، خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی صاحب فرمارہے ہیں کہ کیا تم لوگ مولانا کو مردہ سمجھتے ہو جو اتنا روتے ہو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ و لٰکن لا تشعرون ۔ الآیۃ)	جو حضرات اللہ تعالیٰ کے راستے میں مقتول ہوگئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں تم کو شعور نہیں ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ ۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی تیغِ عشق کے شہید ہیں۔

(۳) ایک صاحب نے حضرتؒ کے مزار مقدس کے قریب مراقبہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان پر خوشنما بدلیاں منڈلا رہی ہیں اور ہلکی ہلکی پھواریں پڑ رہی ہیں خود مزار مقدس پر ایک خوشنما اور بہت بڑا فوارہ ہے کہ جس سے پانی گر رہا ہے اور ساتھ ہی یہ صدا بھی آرہی ہے۔

ادخلی فی عبادی ادخلی جنتی (الآیۃ)	میرے بندوں میں داخل ہو، جنت میں داخل ہو۔

(۴) حضرت سید احمد شاہ صاحب حضرتؒ کے مجاز ہیں آپ ایک صاحب کا جو کہ حضرت کے مجاز ہیں، خواب نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں اولیاء اللہ کی ایک بڑی جماعت موجود ہے اس کے درمیان حضرت شیخ الاسلامؒ بھی موجود ہیں۔

(۵) سید احمد شاہ صاحب ایک دوسرے صاحب کا خواب نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرتؒ کا اعمال نامہ اتنا بڑا ہے کہ اس کا ایک سرا زمین پر ہے اور دوسرا سرا آسمان پر لیکن اس میں جا بجا خون کے دھبے ہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا ذکریا صاحب شیخ الحدیث نے اس خواب کی تعبیر دی کہ یہ خون کے نشانات حضرتؒ کے مجاہدات اور قربانیاں ہیں۔
ہمارے لئے اس قسم کی بشارتیں کافی تسلی بخش ہیں یقیناً حضرت شیخ الاسلامؒ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تھے وہ آج بھی قرب باری تعالیٰ کے اونچے مقامات پر فائز ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔ یارب العالمین،

ملفوظات

شیخ الاسلامؒ

طلبگارِ حق کو شبِ تار میں

۱۲۹۶ھ

چراغِ محمد ملا جا بجا

۱۳۷۷ھ

چراغِ محمدؐ کی چند شعاعیں

خلاصۂ سیرت

ملفوظات بظاہر خارج از عنوان سیرت معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر غور و فکر کو کام میں لایا جائے تو خلاصہ سیرت ہیں۔

کیونکہ

ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے

اسی وجہ سے سلیم الطبع اور سلیم الفطرۃ حضرات کلام شیطانی اور کلام اولیاء اللہ میں تمیز کرتے ہیں اور بتلا دیتے ہیں کہ یہ کلمات خبیثہ معدن خبث و شقی سے نکلے ہیں اور یہ کلمات طیبات کسی اولیاء اللہ کے سینہ فیض گنجینہ و معدن صدق و اخلاص سے نکل کر زبانِ حق ترجمان پر جاری ہوئے ہیں۔

میری یہ گذارش شاید بعض حضرات کو سطحی معلوم ہو مگر گستاخی معاف۔ ایک معمولی درجے کا پولیس مین چور کی باتوں سے نہیں اس کے چہرے سے بھانپ لیتا ہے، ادبی مذاق رکھنے والے حضرات کلام منظوم اور کلام منثور سے شاعر اور ادیب کی قابلیت ہی سے نہیں بلکہ اس کی افتادِ طبع سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ جس طرح سے یہاں ادبی ذوق کی ضرورت ہے اسی طرح سے وہاں بھی روحانی صاحبین دل کا ...

چونکہ حضرت شیخ الاسلام کے ملفوظات کا سلسلہ نہایت وسیع ہے۔ تمام ملفوظات کو اس مختصر رسالہ میں شامل کر دینا نہایت دشوار ہے، ہاں انشاء اللہ اس سلسلہ میں ایک مبوب اور مفصل رسالہ ترتیب دینے کا قصد رکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ معاونت فرمائے۔ یہاں چند ملفوظات مختلف عنوان کے تحت پیش کرتا ہوں

سیاسی ملفوظات

(۱) حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی فرماتے ہیں ۱۹۳۵ء کے حج میں، میں بھی ہمراہ تھا۔ مدینہ منورہ میں حضرت کے بڑے بھائی مولانا سید احمد صاحب نے حضرت سے فرمایا یہاں مرکز (مدینہ منورہ) کی حالت خراب ہے اور آپ لوگ ہندوستان میں مزے اڑا رہے ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا جی ہاں ہندوستان میں بھی مرکز (مدینہ) کی خاطر پڑا ہوں، ہندوستان ہی ایسی جگہ ہے کہ اگر وہ آزاد ہو گیا تو مرکز بھی ٹھیک ہو جائے گا اور تمام بلاد اسلامیہ آزاد ہو جائیں گے۔

ف وہ لوگ حضرت کی سیاسی بصیرت ملاحظہ فرمائیں جو یہ کہتے ہیں کہ علماء سیاست سے کیا واقف ہیں حضرت نے بارہ سال قبل ایسی بات بیان فرمائی کہ جس کا زمانہ ۱۹۴۷ء میں ظاہر ہوا کہ ہندوستان کی آزادی کے ساتھ تمام ممالک اسلامیہ آزاد اور سربلند ہونے لگے ہیں۔

(۲) طلباء کے ایک جلسہ میں راقم الحروف کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "جہاد تلوار سے ہی نہیں ہوتا بلکہ جہاد کے متعدد ذرائع ہیں۔ یہ مذہبی جلسے بھی کفر کے خلاف جہاد ہیں۔

(۳) ایک جلسہ میں ارشاد فرمایا آزادی انسان کا پیدائشی حق ہے اس لئے ہر انسان کو اس کے حصول کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے اگر کوئی چیونٹی بن کر محض دشمن کے کاٹ ہی سکتا ہے تو اسے ضرور کاٹنا چاہیئے۔

(۴) فریضہ جہاد ادا کرنے اور اس کے عمل میں لانے کے لئے کسی قسم کے ہتھیا

اور خاص طریقۂ جنگ کی قید نہیں ہے بلکہ ہر وہ عمل اور ہر وہ ہتھیار جو کہ دشمن کو نقصان پہنچا سکے اور اس کے اقتدار اور شوکت میں ضرر رساں ہو وہ اختیار کرنا لازم ہے اور واجب ہے۔

(۵) گاندھی کیپ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا گاندھی کیپ کو گاندھی جی کی طرف منسوب کرنا غلط ہے بلکہ اصلیت اس کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ کانگریس کمیٹی میں قومی لباس کا سوال اٹھا تو حکیم اجمل خان صاحب نے اپنے سر سے ٹوپی کو اتار کر پیش کیا کہ اس قسم کی ٹوپی قومی لباس میں داخل ہونا چاہیے۔

(۶) ایک مرتبہ طلباء کے جلسے میں ارشاد فرمایا کہ یوپی کے باشندوں کا مزاج سیاسی ہے، وہ حکومت کرنے کے قابل ہیں۔

(۷) آپ نے ایک تقریر میں ارشاد فرمایا تھا " انگریز مسلمانوں کا سخت ترین دشمن ہے، یہ دنیا میں مسلمانوں کا وجود دیکھنا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں اگر کوئی طاقت ہے تو وہ مسلمانوں کی ہے جو انگریز کا مقابلہ کر سکتی ہے " آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسلم لیگ بیوقوف تھی جو اس نے انگریز پر اعتماد کیا۔

(۸) آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایسی تحریریں موجود ہیں جن میں انگریز نے صاف طور سے بیان کیا ہے کہ ہم ہندوستان کو اپنے فائدے کی غرض سے تقسیم کرا رہے ہیں۔

(۹) ایک طالب علم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہمارا ہندو کے ساتھ مل کر کام کرنا بالکل ایسا ہی ہے کہ جس طرح ایک سڑک کی تعمیر

ہیں مختلف مذاہب کے پیرو شریک ہوتے ہیں۔

علمی ملفوظات

(۱) مولانا محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سے سوال کیا کہ سورہ کافرون میں تکرار الفاظ کیا تاکید کی وجہ سے ہے؟ ارشاد فرمایا تاکید بھی ہے اور التاسیس اولی بالتاکید (تاسیس تاکید سے اولی ہے) اور ارشاد فرمایا کہ مکہ میں دو قسم کے کافر تھے۔ ایک وہ جو بتوں کو بالذات معبود سمجھتے تھے، دوسرے وہ جو بالصفات معبود سمجھتے تھے یعنی بالذات الہٰ نہیں سمجھتے تھے ہاں الوہیت کی صفات میں شریک سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مکرر ارشاد فرما کر ان دونوں قسم کے فرقوں کا ابطال کیا ہے۔

(۲) مولانا محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سے سوال کیا کہ غیر المغضوب علیہم والضالین کا ترجمہ علماء دہلی (شاہ رفیع الدینؒ وغیرہ) نے بدل اور مبدل منہ کا کیا ہے اور حضرت شیخ الہندؒ نے موصوف اور صفت کا ترجمہ کیا ہے تو کیا منعم علیہم مغضوب اور ضال بھی ہوتے ہیں؟ ارشاد فرمایا بیشک مغضوب اور ضال منعم علیہم بھی ہوتے جیسا کہ یہود و نصاریٰ اولاً منعم علیہم تھے، بعد میں مغضوب اور ضال ہو گئے۔

(۳) راقم الحروف نے سوال کیا کہ کیا قرآن شریف کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور معنی کی وحی ہوتی تھی، اگر نہیں تو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی عبارت مرقومہ تفہیمات الٰہیہ کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد فرمایا قرآن شریف کے الفاظ اور معنی دونوں منجانب اللہ وحی الٰہی ہیں شاہ صاحب نے جو بیان فرمایا ہے تو اس سے غرض وحی غیر متلو احادیث ہے

وحی غیر متلو کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے تھے اور معنی منجانب اللہ وحی الٰہی ہوتے تھے اور ارشاد فرمایا وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (الآیۃ)

(۴) ایک تقریر میں ارشاد فرمایا فی احسن تقویم میں اللہ تعالیٰ نے فی للظرفیۃ لاکر اشارہ کیا جس طرح ظرف مظروف کو گھیرے ہوتا ہے اسی طرح احسنیت انسان کو گھیرے ہوئے ہے۔

(۵) لیبلونکم بشیئ من الخوف والجوع (الآیۃ) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس آیت میں فعل کو لایا گیا ہے جو حدوث اور تجدد پر دلالت کرتا ہے اور لام تاکید با نون تاکید کو لایا گیا ہے کہ انسان کی آزمائش کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ اس کی آزمائش ہوتی رہے گی۔

(۶) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تعلیم ہی کا کارخانہ بنایا ہے وعلم آدم الاسماء اس آیت سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلا مدرس اللہ تعالیٰ اور طالب علم آدم علیہ السلام ہیں۔

(۷) تقریر بخاری شریف میں ارشاد فرمایا کہ سوال ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں وحی نازل ہونے سے پیشتر کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے جواب دیا جاتا ہے (۱) آپ کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کا طریقہ الہام فرمادیا ہوگا (۲) یا آپ نے اپنے اجتہاد سے معلوم کرلیا ہوگا (۳) یا آپ شریعت ابراہیمی پر عبادت کرتے ہوں گے اس لئے کہ زمانہ فترۃ میں انبیاء سابقین کی شریعت منسوخ نہیں ہوتی ہے۔

(۸) حضرتؒ نے ووجدک ضالاً فہدیٰ کے معنی بیان فرمایئے کہ یہاں ضال کے معنی گمراہ کے نہیں ہیں بلکہ ضال کے معنی لاعلم کے ہیں ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ناواقف کار پایا تو واقف کار بنا دیا۔

(۹) الذی خلق الموت والحیوٰۃ (الآیۃ) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ الموت کو اولاً اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ انسان اپنی حیات دنیاوی کو عارضی سمجھے اور موت سے غافل ہو۔

لطائف علمی

(۱) درس بخاری شریف میں ایک طالب علم نے سوال کیا کہ مکہ معظمہ کی کھجوریں عنایت فرما دیجئے، ارشاد فرمایا کیا مکّہ معظمہ میں کھجوریں پیدا ہوتی ہیں ؟ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی	اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو ایک
بواد غیر ذی زرع (الآیۃ)	بنجر وادی میں آباد کرتا ہوں۔

ف :۔ اس ارشاد گرامی کا یہ مطلب ہے کہ مکہ میں کھجوریں نہیں پیدا ہوتیں اس لئے مکّہ کی کھجوروں کا مطالبہ صحیح نہیں ہے

(۲) ایک طالب علم نے سوال کیا کہ جن حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا ہے وہ صحابہؓ ہیں کیا خواب میں دیکھنے کا بھی یہی حکم ہے ؟

ارشاد فرمایا جی ہاں ! وہ خوابی صحابی ہیں جو خواب میں دیکھتے ہیں۔

(۳) ایک صاحب نے حضرتؒ سے عرض کیا حضور ! آپ پنکھا کرنے کو منع فرماتے ہیں ، حالانکہ امام بخاریؒ نے حالتِ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پنکھا

کیا ہے۔

ارشاد فرمایا۔ آپ بھی خواب میں مجھے پنکھا کر دینا۔ بھائی! میں بیداری کا ذکر کرتا ہوں اور آپ خواب کا (بشکریہ مولانا رضاء الکریم سلہٹی)

(۴) سورت میں ایک صاحب نے حضرتؒ کو شریفہ پیش کیا اور عرض کیا هذه الشريفة لأ يا كلها الا الشرفاء (یہ شریفہ ہے اس کو شریف حضرات ہی کھاتے ہیں)

حضرت نے ارشاد فرمایا لانا كلها لأن الشريف قد اذاني كثيرا میں نہیں کھاؤں گا اس لئے کہ شریف نے مجھے بڑی ایذائیں دی ہیں

(بشکریہ مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط)

(۵) دیوبند میں صوفی محمود حسن صاحب کا انتقال ہوا، جب جنازہ احاطہ مولسری میں آیا تو مولانا عبدالاحد صاحب مدظلہ نے حضرت سے عرض کیا۔ حضرت! صوفی صاحب کو غسل بڑی مشکل سے دیا گیا ہے۔

حضرتؒ نے ارشاد فرمایا، کیا صوفی صاحبؒ غسل کرنے سے انکار کرتے تھے؟

(۶) درس بخاری میں ارشاد فرمایا، عجیب معاملہ ہے کہ لوگ علتی کو پکڑتے ہیں۔ اور مادے کو کھو بیٹھتے ہیں۔

متفرقات

(۱) درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا کہ اخلاص فی العبادات کے تین درجہ ہیں (۱) ثواب کی نیت اور عذاب کے خوف سے کرنا (۲) رضاء الٰہی کے لئے کرنا (۳) ان دونوں سے بالاتر ہو کر اللہ تعالیٰ کو مستحق عبادت سمجھتے ہوئے اس کی

تابعداری اور عبادت کریں؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا، اخلاص کا یہ مرتبہ سب سے اونچا ہے۔

(۲) ترمذی شریف کے درس میں ارشاد فرمایا کہ علم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت ہے اسی صفت کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء میں کبر اور حسد زیادہ ہوتا ہے۔

(۳) درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ شیخ کامل کو اپنے مرید سے اتنی محبت ہوتی ہے جتنی ماں باپ کو اولاد سے، آپ سے سوال کیا گیا کہ شیخ کو مرید کی اصلاح کرنے میں کچھ تکلیف ہوتی ہے کہ نہیں؟ ارشاد فرمایا ہاں ہوتی ہے مگر ایسی ہی جیسی ماں کو بچے کا پاخانہ صاف کرنے میں ہوتی ہے۔

(۴) ایک مرتبہ درس میں ارشاد فرمایا کہ تین قسم کی توجہات ہوتی ہیں۔ (۱) شیخ توجہ کے ذریعے مرید کا قلب جاری کرتا ہے (۲) یہ کہ قلب تو جاری ہو جاتا مگر اخلاق ذمیمہ بدستور باقی رہتے ہیں تو شیخ توجہات کے ذریعے برے اخلاق کو ختم کر کے اچھے اخلاق پیدا کرتا ہے (۳) یہ کہ شیخ توجہات کے ذریعے مرید کو ظاہراً و باطناً اپنا جیسا بنا لیتا ہے اس کا نام ہے توجہ انعکاسی۔

(۵) ختم بخاری شریف کے موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ اصلاح نفس کے لئے اشتغال بالحدیث سب سے اقرب ذریعہ ہے اور اس کے بعد فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدثؒ کا مشاہدہ بیان فرمایا کہ شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس (زادہ اللہ شرفاً) پر حاضر ہو کر مشاہدہ کیا کہ جو لوگ اشتغال فی الحدیث رکھنے والے ہیں، ان کے قلب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے قلب مبارک تک نورانی دھاگوں کا سلسلہ جاری ہے

(۶) آپ نے ارشاد فرمایا کہ قوت شہوانیہ سے بھی قلب میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے اس کا سہل علاج اپنی منکوحہ شرعیہ سے خلوت صحیحہ کرنا ہے، اس سے بھی تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

(۷) درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا صحیح مطلب عمل کرنے سے آتا ہے، یہ ایک عملی زندگی کا نام ہے جس کو بیان کے ذریعہ کما حقہ نہیں سمجھایا جا سکتا اور اگر سمجھا بھی دیا تو سمجھنا بہت مشکل ہے۔

(۸) ایک تقریر میں آپ نے ارشاد فرمایا یہ علاقہ (دیوبند۔ سہارنپور اور مظفر نگر وغیرہ) دوآبہ کا علاقہ ہے، یہ علاقہ ولی خیز ہے، پنجاب کا علاقہ نبی خیز (مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف اشارہ فرمایا) تو اس دوآبہ کے علاقہ میں ہر زمانہ میں اولیاء اللہ پیدا ہوتے چلے آئے ہیں، دارالعلوم دیوبند کا وجود ان ہی اولیاء اللہ کی توجہات کا سبب ہے۔

(۹) ذکر روحی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ قلب کی توجہ الی اللہ کا نام ہے کہ ہر وقت انسان کا یہ تصور رہے۔ ھو معکم اینما کنتم۔ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

ف:۔ انسان کے قلب میں ہمہ وقت اس تصور کا پیدا ہونا آسان نہیں ہے کہنے کو تو ایک چھوٹا سا لفظ ہے مگر مفہوم نہایت وسیع رکھتا ہے، حقیقت ذکر روحی کی عملی زندگی میں آکر معلوم ہو سکتی ہے۔ رزقنی اللہ و ایاکم

(۱۰) مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سلوک

اور تصوف کو بہت آسان کر دیا ہے

ف :- معلوم ہونا چاہیئے کہ ریاضات و مجاہدات کا منشا رضاء الٰہی حاصل کرنا ہے اور اس کا مدار اخلاص پر ہے، جتنا جس کے پاس اخلاص ہوگا اس کی عبادت اگرچہ کمیت کے اعتبار سے کم ہوں مگر کیفیت کے اعتبار سے زیادہ ہونگی، تو حضرت شیخ الاسلامؒ ذکر و فکر اور مراقبہ وغیرہ اپنی توجہات کے ذریعے سالک کے قلب میں اخلاص پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ تھوڑی مدت میں ۱۶۷ خلفاء بشمول صاحبزادہ محترم، پیدا کر دیئے۔

(۱۱) آپ نے ارشاد فرمایا وساوس اور خطرات کا قلب میں پیدا ہونا ایمان کی علامت ہے اس لئے کہ چور اسی گھر میں جاتا ہے جس میں کچھ ہوتا ہے، لہٰذا وساوس اور خطرات کی وجہ سے معمولات کو ترک نہ کرنا چاہیئے اور حتی الوسع برے خیالات کے دفعیہ کی کوشش کرنی چاہیئے۔

(۱۲) آپ نے درس بخاری میں ارشاد فرمایا کہ معمولات ذکر و فکر و مراقبہ میں مداومت بھی بڑی کرامت ہے۔ الاستقامت فوق الکرامۃ،

(۱۳) آپ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی اس وقت تک پکا دیندار نہیں بن سکتا جب تک کہ بلایا اور مصیبتوں میں مبتلا نہ ہو، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کی آزمائش اس کی دینداری کے مطابق ہوتی ہے جو جتنا دین میں پختہ ہوتا ہے اس کی اتنی ہی سخت آزمائش ہوتی ہے۔

(۱۴) درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا کہ اہل بدعت دیوبندیوں کو کافر اور دشمنِ رسول سمجھتے ہیں، حالانکہ جتنا درود شریف دیوبندی پڑھتے ہیں، کوئی دوسرا

نہیں پڑھتا مثلاً اس دار الحدیث میں تقریباً دو سو ڈھائی سو طلبا رشریک درس ہیں اور صبح سے شام تک یہاں درسِ حدیث ہوتا ہے۔ اور ہر حدیث میں کم از کم دو تین جگہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آتا ہے جس پر سب جماعت درود شریف پڑھتے ہیں اگر تمام اوقات کے درود شریف کو شمار کیا جائے تو لاکھوں تک تعداد پہنچ جائے گی اور یہی سلسلہ بارہ مہینے جاری رہتا ہے میرے خیال میں ہندوستان کے تمام خطوں سے زیادہ یہاں درود شریف پڑھا جاتا ہے۔

(۱۵) زمانہ سلوک میں راقم الحروف کو نصیحت فرمائی کہ دیکھو ذکر اللہ میں جلالیت موجود ہے جب زیادہ اضطراب اور بے چینی پیدا ہو۔۔۔ تو درود شریف کی کثرت کیا کرو۔ اضطراب اور بے چینی دور ہو جائے گی کیونکہ درود شریف میں جمالیت موجود ہے اس وجہ سے حالت اعتدال پر رہے گی۔

(۱۶) زمانہ سلوک میں راقم الحروف کی حالت جب دیوانگی کی حد کو پہنچنے لگی تو ایک دن تنہائی میں بلا کر ارشاد فرمایا کہ دیکھو جب زیادہ اضطراب پیدا ہو تو گیارہ مرتبہ سورہ فاتحہ پانی پر دم کرکے پی لیا کرو انشاء اللہ اضطراب زیادہ نہ بڑھے گا۔

(۱۷) ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ نیت اعمال کے لئے بمنزلہ روح کے ہے اس لئے مومن کا کوئی فعل نیت سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔

(۱۸) مراقبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس جگہ پر طریق اربعہ کی تعلیم ایک ہو جاتی ہے اس سے بڑھ کر کوئی ذکر نہیں ہے لہٰذا مراقبہ میں سب سے زیادہ کوشش کرنا چاہیئے۔

(۱۹) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ سلاسل طیبہ کو پڑھ کر دعا مانگنا بدعت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے یاایہا الذین اٰمنوا وابتغوا الیہ الوسیلۃ) اور ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے جو شجرہ فارسی میں لکھا ہے اس میں عجیب و غریب اثرات ہیں، اور ارشاد فرمایا کہ شجرہ پڑھنے کے بعد سلسلہ کے بزرگوں کے لئے ایصال ثواب کرنا بہت زیادہ بہتر اور مفید ہے اس سے بزرگوں کے بہت زیادہ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں

(۲۰) ابن تیمیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بہت سے علماء ابن تیمیہ کو شیخ الاسلامؒ لکھتے ہیں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، قیام مدینہ میں میں نے ابن تیمیہ کی چند ایسی کتابیں دیکھی ہیں کہ جس کی وجہ سے مجھے ابن تیمیہ کے ایمان میں بھی شک ہے

(۲۱) جماعت اسلامی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اب تک ہندوستان اور پاکستان میں جتنی جماعتیں...... میں میرے نزدیک یہ نام نہاد جماعت اسلامی سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

ف :۔ حضرت کی یہ پیشین گوئی جناب مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کے استعفٰی کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں، مولانا امین احسن صاحب اصلاحی فرماتے ہیں "میں نے سولہ سال کے بعد ایک گمراہ کردہ راہ قافلہ کا ساتھ چھوڑا ہے۔"

(۲۲) ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ مجھے اس بارے میں شرح صدر ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ جماعت اسلامی ان ہی غیر ناجی فرقوں میں سے ہے کہ جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ۷۲ فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہے۔

(۲۳) ارشاد فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک سب سے زیادہ صحیح اور منشاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔

(۲۴) ایک دفعہ آپ نے اس شعر کی اصلاح فرمائی ؎

حُبّ وطن از ملک سلیمان خوشتر!
خارِ وطن از سنبل و ریحان خوشتر

ارشاد فرمایا اصل میں جُب وطن ہے جس کے معنی قید خانہ اور کنوئیں کے آتے ہیں۔ غلطی سے لوگ حب وطن پڑھتے ہیں۔

حکایات صالحین

(۱) ایک مرتبہ حضرتؒ کرتپور تشریف لائے، مفتی سعد اللہ صاحب سے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ سہارنپور میں حکیم اللہ نامی ایک بزرگ تھے ان کی خدمت میں ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا میں عنقریب حیدر آباد دکن جا رہا ہوں، جناب مولانا حکیم اللہ صاحب نے ارشاد فرمایا، دیکھو! جب تمہارا گذر فلاں شہر سے . . . ہو تو وہاں پر شہر سے باہر ایک مٹھ میں ایک بزرگ صاحب رہتے ہیں، ان سے میرا سلام جاکر کہہ دینا، جب یہ مسافر اس شہر کے پاس بتلائے ہوئے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک مٹھ بنا ہے اس کے گرد بہت سے جوگی ہاتھوں میں بُت لئے ان کی پوجا میں مصروف ہیں، اس نووارد مسافر کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور ان جوگیوں سے کہا کہ اپنے جوگی گرو کے پاس یہ خبر پہونچا دو کہ سہارنپور سے فلاں

آدمی کے پاس سے ایک قاصد آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے، جوگیوں نے کہا کہ ہماری اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہاں تک پہونچ سکیں ہاں البتہ آپ کا پیغام ڈیوڑھی کے جوگیوں کے پاس پہنچائے دیتے ہیں وہ اندر خبر پہنچا دیں گے، چنانچہ بزرگ صاحب کو جب یہ خبر ملی تو مسافر کو اندر بلالیا، مسافر نے جاکر دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت، سفید ریش مصلّے پر بیٹھے ہیں اور رحل پہ قرآن شریف رکھے ہوئے تلاوت فرما رہے ہیں، چنانچہ اس مسافر کو یہ دیکھ کر حد سے زیادہ تعجب ہوا اور عرض کیا حضرت! یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا، تب ان بزرگ صاحب نے فرمایا، بھائی یہ تمام علاقہ کفرستان ہے یہاں اعلانیہ تبلیغ دین کرنا نہایت ہی دشوار ہے، لہٰذا میں نے یہ طریقہ نکالا ہے کہ ان تمام لوگوں کو میں نے مختلف وظائف بتا رکھے ہیں، یہاں سے بیٹھے بیٹھے ہر ایک پر توجہ ڈالتا رہتا ہوں، ان میں سے ہر ایک کو ہدایت ہے کہ وہ اپنی حالت کسی سے بیان نہ کریں، چنانچہ جس کی جتنی اصلاح ہو جاتی ہے اس کو اتنا ہی قریب بلالیتا ہوں، یہ جو تمہارے سامنے بیٹھے ہیں سب مسلمان ہیں، کچھ دنوں ان کو یہاں رکھ کر دوسرے دروازے سے باہر نکالدوں گا، اسی طرح سے جب تک میری زندگی باقی رہے گی تبلیغ دین کا یہ سلسلہ باقی رہے گا اس کے بعد حضرتؒ نے ٹھنڈا سانس لیا اور فرمایا کہ ایک یہ حضرات تھے کہ جنھوں نے اتنی مشقت سے اسلام پھیلایا اور ایک ہم ہیں کہ اسلام کو پھیلانا تو درکنار اس کی حفاظت بھی نہیں کر پاتے۔

(۲) ایک مرتبہ درسِ بخاری شریف میں ارشاد فرمایا کہ ایک حاجی صاحب مدینہ منورہ پہونچے اور یہ کہدیا کہ مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہوتا ہے، رات کو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ جب مدینہ کا دہی کھٹا ہے تو آپ یہاں کیوں تشریف لائے، یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ صاحب جب بیدار ہوئے تو بہت گھبرائے لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ اب کیا کروں، کسی صاحب نے فرمایا کہ حضرت حمزہ رضؓ کے مزار پر جا کر دعا کرو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم فرمائے۔ چنانچہ یہ صاحب حضرت حمزہؓ کے مزار پر گئے اور زار و قطار دعائیں کیں، رات کو حضرت حمزہؓ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا مدینہ منورہ سے چلے جاؤ ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا، مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہیئے، بلکہ وہاں کی مصیبتوں کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے، مدینہ منورہ کے باشندوں کا احترام کرنا چاہیئے اگر ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہونچے تو اس کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہیئے

(۱۳) درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا کہ ایک دن حضرت خواجہ باقی باللہ صاحبؒ کے یہاں چند مہمان آ گئے، خواجہ صاحب انہیں باہر تشریف لے گئے تھے، گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود نہ تھا جس کی وجہ سے خادمہ پریشان تھی اور زیادتی پریشانی کے باعث کبھی اندر جاتی اور کبھی باہر آتی۔ اس حالت کو سامنے دوکان پر بیٹھا ایک نانبائی بھی دیکھ رہا تھا، چنانچہ اس نے دریافت کیا کہ پریشانی کس وجہ سے ہے، فوراً ہی ایک خوان میں کھانا لگا کر خواجہ صاحب کے گھر بھیج دیا، جس کو گھر والوں اور مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا، شام کو جب خواجہ صاحب تشریف لائے تو تمام حالات اور نانبائی کی خدمت معلوم ہوئی، چنانچہ خواجہ صاحب نے نانبائی کو پاس بلایا اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے، نانبائی نے عرض کیا کہ

پہلے آپ وعدہ کریں کہ جو کچھ میں مانگوں گا وہ آپ عنایت فرمائیں گے۔ خواجہ صاحب نے وعدہ کیا کہ جو کچھ تو مانگے گا وہی دیا جائیگا۔ نانبائی نے عرض کیا تو اچھا مجھے آپ اپنا جیسا بنالیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ یہ سوال تو نے ٹھیک نہیں کیا۔ یہ چیز تیرے مناسب نہیں ہے، نانبائی نے عرض کیا کچھ بھی ہو آپ مجھے اپنا جیسا بنالیں بہرحال خواجہ صاحب نانبائی کو اندر لے گئے اور توجہ ڈالی، تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ حجرے سے ایک ہی شکل کے دو خواجہ باقی باللہؒ نکل رہے ہیں مگر اصلی اور نقلی میں یہ فرق تھا کہ نانبائی مدہوش تھا اور خواجہ صاحب باہوش تھے۔ تیسرے دن نانبائی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد حضرتؒ نے ارشاد فرمایا، اس کا نام توجہ انعکاسی ہے، اور فرمایا کام کرو محض بزرگوں کی توجہ پہ تکیہ لگا کر نہ بیٹھو، توجہ سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ افضل نہیں ہوتی۔ فضیلت محنت اور مشقت سے حاصل کرنے میں ہے۔

(۴) درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا، حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید اور خلیفہ ہیں، ایک مرتبہ حضرت مجدد صاحبؒ حج کے ارادے سے چلے، خیال آیا کہ چلو دہلی میں بزرگوں سے ملاقات کرتے چلیں۔ چنانچہ جب دہلی کے تمام بزرگوں سے ملاقات کر چکے تو آخر میں خواجہ صاحب کے پاس گئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت! بیت اللہ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں، دعا فرمایئے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا بابا! بیت اللہ کی زیارت کے لئے تو جاتے ہو صاحب بیت کی زیارت کیوں نہیں کر لیتے، عرض کیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے، خواجہ صاحب نے فرمایا چند دن یہاں قیام کیجئے، چنانچہ حضرت مجدد صاحبؒ ٹھہر گئے، خواجہ صاحب

نے اُن کو بیعت کیا اور چالیس دِن کے بعد خرقہ خلافت عنایت فرماکر رخصت کر دیا۔

(۵) ایک مجلس میں حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جیسا گمان رکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے، اور ارشاد فرمایا کہ کسی بزرگ نے حالت جذب اور شوق میں عہد کیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے نہ کھلائے گا نہ کھاؤں گا، چنانچہ جب دو تین دن بغیر کھلائے ہوئے ہو گئے تو لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوا اور لوگوں نے اصرار کرنا شروع کیا، آخر وہ بزرگ تنگ آکر چل دیئے، راستے میں ایک دریا کو پار کرنا تھا، جب بیچ دریا میں پہونچے تو دیکھا کہ پانی کی سطح پر دو روٹیاں بہتی آرہی ہیں، یہ بزرگ صاحب سمجھ گئے کہ یہی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اس میں کسی کے فعل کو کوئی دخل نہیں ہے چنانچہ فوراً ہی ہاتھ بڑھا کر روٹیاں کھانا شروع کر دیں۔ فوراً ہی ہاتفِ غیبی نے ندا دی۔ کمبخت اگر تھوڑی دیر صبر کرتا تو پانی سے ایک ہاتھ نمودار ہوتا جو تجھے کھانا کھلاتا۔

(۶) درسِ بخاری شریف میں ارشاد فرمایا، مرزا مظہر علی جانجاناں نہایت نازک مزاج بزرگ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام فرمایا کہ اگر تم ہمارا تقرب چاہتے ہو تو فلاں محلّہ میں فلاں عورت رہتی ہے اس سے اپنا نکاح کرو۔ ہم نواز دیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے فوراً ہی اس عورت سے نکاح کر لیا، عورت نہایت تندخو اور بدمزاج تھی، جب مرزا صاحب گھر جاتے تو بچھا لینا شروع کر دیتی اور ایک سانس میں بہتّر سناتی، مرزا صاحب ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا منظر بنے رہتے، مرزا صاحب نے ایک مرید کی ڈیوٹی لگادی کہ روزانہ صبح کو دولت کدہ

پر جا کر بیوی صاحبہ کی مزاج پرسی کرے اور مرزا صاحب کا سلام پیش کرے، ایک دن اتفاق سے ایک ولایتی طالب علم پہونچ گیا اور حسب دستور مزاج پرسی کی، بیوی صاحبہ نے گالیاں دینا شروع کیا، ولایتی مرید نے فوراً ہی ڈانٹ پلائی کہ خبردار! اگر زبان نکالی تو گردن اڑا دوں، پھر کیا تھا بیوی صاحبہ آگ بگولہ ہو گئیں اور شور ہونا شروع ہو گیا محلّہ کے آدمی جمع ہو گئے، شور کی آواز سن کر مرزا صاحب مسجد سے تشریف لائے اور ولایتی مرید کو سمجھا بجھا کر لے گئے۔

(۷) آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مرزا صاحب کے پاس دہلی کے بادشاہ سلامت تشریف لائے تھوڑی دیر بیٹھے، بادشاہ سلامت کو پیاس لگی اور پانی مانگا، مرزا صاحب کے پاس اس وقت کوئی خادم نہ تھا، فرمایا، گھڑے میں سے پانی لے کر پی لیجئے، بادشاہ نے پانی پیا اور کٹورا ترچھا ڈھک دیا، تھوڑی دیر تک تو مرزا صاحب ترچھی نگاہوں سے دیکھتے رہے پھر خود اٹھ کر کٹورے کو سیدھا کر کے ڈھکا اور بادشاہ صاحب سے فرمایا آپ حکومت ہی کیا کرتے ہوں جب کہ آپ سے گھڑا ہی ڈھکنا نہیں آتا۔

(۸) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک عورت مرزا صاحب کی خدمت میں ایک رضائی لائی اور ہدیہ کی، رات کو مرزا صاحب اسی رضائی کو اوڑھ کر سوئے، صبح کو اٹھ کر فرمایا آج رات بالکل نیند نہیں آئی اس وجہ سے کہ رضائی میں نگندے سیدھے نہ تھے بلکہ بے ترتیب پڑے ہوئے تھے۔

(۹) درسِ بخاری شریف میں ارشاد فرمایا کہ۔ سب لوگ بزرگی کے قائل آسانی سے ہو جاتے ہیں مگر بیوی نہیں ہوتی، ایک بزرگ صاحب نے ایک دن

یہ کیا کہ اپنے مکان کے اوپر سے اُڑتے ہوئے گذرے، اور شام کو جب گھر پہونچے۔ تو بیوی صاحبہ نے کہا کہ ایک آپ بزرگ بنتے ہیں اور ایک بزرگ صاحب کو آج ہم نے دیکھا ہے کہ اُڑتے ہوئے جا رہے تھے، میاں صاحب نے غنیمت سمجھا۔ اور فرمایا کہ وہ میں ہی تھا، بیوی صاحبہ نے فوراً ہی جواب دیا۔ اچھا جب ہی ٹیڑھے اُڑ رہے تھے۔

(۱۰) بخاری شریف کے ختم کے موقعہ پر ارشاد فرمایا ایک مرتبہ ایک بارات میں باجا بج رہا تھا اس باجے کی آواز سُن کر حضرت گنگوہیؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، کسی نے رونے کا سبب دریافت کیا۔ تو ارشاد فرمایا میرے کانوں میں سنت کے خلاف باجے کی آواز آ گئی، اس کے بعد حضرتؒ نے ارشاد فرمایا، حضرت گنگوہیؒ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس کی خاک پاک سرمہ میں ملا کر آنکھوں میں لگایا کرتے تھے اور مدینہ منورّہ کی کھجوروں کی گٹھلیوں کو ہادن دستہ میں کٹوا کر رکھ لیا کرتے تھے جس کو ناشتے میں تناول فرمایا کرتے تھے۔ حضرتؒ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا ایک دفعہ میں نے حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں ایک رومال پیش کیا تو فوراً حضرتؒ نے سر اور آنکھوں سے لگا لیا۔ میں نے عرض کیا حضرت! یہ رومال تو ہندوستان سے بن کر وہاں جاتا ہے، ارشاد فرمایا اس رومال کو دیار حبیب کی ہوا لگی ہے اِس وجہ سے محترم ہے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے ارشاد فرمایا یہ وہ حضرات ہیں جن کو بریلوی حضرات ...... کافر کہتے ہیں۔

(۱۱) ایک مرتبہ درس بخاری شریف میں ایک طالب علم نے سوال کیا۔ کیا وجہ ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی حقہ پیتے تھے، حالانکہ

حقہ پینا مکروہ ہے۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی آپ کی طرح حقہ نہیں پیتے تھے کہ آپ لوگوں کا حقہ مہینوں تازہ نہیں کیا جاتا ہے بلکہ حقیوں کا تو کہنا ہے کہ جتنا پانی سڑا ہوگا تمباکو لے دار آئیگا آپ لوگ بدبو میں بے تلاش کرتے ہیں اور پاخانہ میں بیٹھ کر بالیں پیتے ہیں، مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا حقہ ہر چلم پر تازہ بھی ہوتا تھا اور بدلا بھی جاتا تھا۔ اور تمباکو بھی لکھنؤ کا خوشبودار خمیرہ ہوتا تھا، اس زمانے میں تین پیسہ میں حقہ، نیچہ چلم تینوں چیزیں مل جاتی تھیں، اس وجہ سے مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے مریدین ہدایا میں یہی چیزیں لاتے تھے۔

(۱۲) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا، جوالاپور کے راجہ کے یہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی تھی، راجہ بوڑھا ہو چلا تھا، لوگوں نے راجہ کو خبر دی کہ فلاں جگہ ایک فقیر رہتا ہے اس سے دعا کرائی جائے، راجہ فقیر کے پاس گیا اور جا کر اولاد کے لئے دعا چاہی۔ فقیر نے کہا۔ اگر تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہو تو پہلا لڑکا فقیر کو دو گے راجہ نے وعدہ کیا۔ چنانچہ کچھ عرصے کے بعد راجہ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا، فقیر حسب وعدہ راجہ کے مکان پر گیا اور لڑکا طلب کیا۔ راجہ نے اولاً تو بہانہ کرنا چاہا تب فقیر نے کہا دیکھو! جس نے تم کو لڑکا دیا ہے وہ لینا بھی جانتا ہے، راجہ نے ڈر کی وجہ سے لڑکا فقیر کے سپرد کر دیا، فقیر نے لڑکے کو اسلامی تعلیم دی، چنانچہ اس لڑکے سے مسلمان اولاد پیدا ہوئی اور راجہ کے دوسرے لڑکوں سے ہندو اولاد پیدا ہوئی، اس کے بعد جناب سید احمد شاہ صاحب مجاذ شیخ الاسلامؒ نے حضرت سے سوال کیا۔ حضرت اب ایسا کیوں نہیں ہوتا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا اب ایسی روحانیت

والے حضرات پیدا نہیں ہوتے۔

(۱۳) مولانا ظل الرحمٰن صاحب (استاذ راقم الحروف) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کے یہاں جالندھر سے مولانا حیات اللہ صاحب تشریف لائے، جب دسترخوان پر شریکِ طعام ہوئے۔ تو جلدی سے کھانا کھاکر فارغ ہو گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا دیکھئے میں ہندوستانی ہوکر بھی آپ سے زیادہ دیر تک کھانا کھا رہا ہوں۔ اور آپ تو پنجابی ہیں، مولانا حیات اللہ صاحب نے فرمایا۔ حضرت! احادیث میں کم کھانے کی فضیلت آئی ہے۔ تب حضرتؒ نے ارشاد فرمایا ایک صاحب کسی بزرگ سے ملاقات کی غرض سے گئے، جب ان کے مکان پر پہونچے تو دیکھا کہ بہت سے دُنبے بندھے ہوئے ہیں، اس نووارد مسافر نے دریافت کیا کہ یہ دُنبے کیوں بندھے ہیں جواب ملا کہ پیر صاحب اُن کو کھاتے ہیں اور ایک دُنبہ تنہا کھا لیتے ہیں۔ اس مسافر کو بہت افسوس ہوا کہ خواہ مخواہ اس کھاؤ پیر کے لئے اتنی دور دراز سفر کی مشقتیں برداشت کیں، بہرحال جوں توں شام کی۔ جب دسترخوان بچھا تو سالم دُنبہ پیر صاحب نے کھالیا، تب تو مسافر کی حیرت کی انتہا نہ رہی، لیکن جب رات ہوئی تو بزرگ صاحب نے عشاء کی نماز کے بعد جو تہجد کی نماز کے لئے نیت باندھی تو کھڑے کھڑے صبح کردی، تب اس نووارد مسافر کو اپنی بدگمانی پر ندامت ہوئی اور توبہ کی۔

(۱۴) درسِ بخاری شریف میں حضرتؒ نے ارشاد فرمایا، ایک مرتبہ امام شافعیؒ صاحب امام احمد ابن حنبلؒ کے یہاں مہمان ہوئے (امام احمدؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں، جب دسترخوان بچھا تو خوب شکم سیر ہوکر کھانا کھایا، امام احمد صاحبؒ کی

کی چھوٹی صاحبزادی کو بہت حیرت ہوئی لیکن باپ کے خوف سے خاموش رہی جب رات ہوئی تو صاحبزادی نے لوٹے میں پانی بھر کر مصلےٰ کے قریب رکھدیا لیکن امام شافعیؒ صاحب رات کو تہجد کے لئے نہ اُٹھے اور صبح کی نماز کے لئے بغیر وضو کئے چلے گئے۔ (ان دنوں مساجد میں وضو کا انتظام نہ ہوتا تھا) اب تو صاحبزادی سے نہ رہا گیا اور والد محترم سے سوال کرلیا کہ مجھے کچھ شکوک ہیں ان کو دفع کیجئے' اوّل یہ کہ امام شافعی صاحبؒ نے رات کھانا سنّت کے خلاف بہت زیادہ کھایا' دوم یہ کہ تہجد کی نماز کے لئے نہیں اُٹھے سویم یہ کہ صبح کی نماز کے لئے بغیر وضو کے چلے گئے امام احمد صاحبؒ نے ان تینوں سوالوں کو امام شافعی صاحبؒ کی خدمت میں جاکر عرض کردیا۔ امام شافعیؒ صاحب نے صاحبزادی کو بلاکر ارشاد فرمایا' دیکھو! کھانا تو اس وجہ سے زیادہ کھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ حلال کھانے سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے اور اس وقت روئے زمین پہ تمہارے والد صاحب سے زیادہ حلال کھانے والا کوئی نہیں ہے اور رات کو تہجد کے لئے اس وجہ سے نہیں اُٹھا کہ ایک حدیث ذہن میں آگئی تھی جس سے رات بھر میں میں نے سَو مسائل کا استنباط کیا ہے' لہٰذا تمام رات جاگتے ہوئے گذری اور صبح کی نماز کے لئے اس وجہ سے وضو نہ کیا کہ ضرورت نہ تھی کیونکہ میں سویا نہیں تھا' یہ سُن کر لڑکی کو ندامت ہوئی اور معافی چاہی۔

(۱۵) بخاری شریف کے درس میں ارشاد فرمایا کہ پیرزادے بہت زیادہ آرام طلب ہوتے ہیں' باپ کی پیری پر بھروسہ کئے بیٹھے رہتے ہیں' اس کے بعد ارشاد فرمایا' ایک مرتبہ حضرت شاہ بوسعید گنگوہیؒ شاہ نظام الدین بلخیؒ

کی خدمت میں بیعت ہونے کی غرض سے بلخ پہونچے، شاہ صاحبؒ کو جب صاحبزادے کے آنے کی اطلاع ملی تو شہر سے ایک میل باہر استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور ساتھ لے جا کر بہت اعزاز سے رکھا اور بہت خاطر و مدارات کیں۔ کچھ دنوں کے بعد بوسعید گنگوہی نے اجازت مراجعت طلب کی تو شاہ نظام الدین بلخیؒ نے کئی ہزار اشرفیاں نذرانہ میں پیش کیں، تب حضرت شاہ بوسعید گنگوہیؒ نے فرمایا، حضرت میں تو اس لئے حاضر نہیں ہوا تھا، بلکہ میں تو آخرت کی دولت حاصل کرنے حاضر ہوا تھا۔ بس اتنا سننا تھا کہ حضرت نظام الدین بلخیؒ نے تیوری چڑھا کر حکم فرمایا اچھا جا طویلہ میں گھوڑوں کی خدمت کر اور حمام جھونک، شاہ بوسعید گنگوہیؒ نے تعمیل حکم کی اور چار ماہ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، جب چار ماہ گذر گئے تو حضرت نظام الدین بلخیؒ نے بھنگن کو حکم دیا کہ طویلہ کے فلاں خادم کے پاس ہو کر گذرنا، چنانچہ بھنگن نے تعمیل حکم کی اور حضرت بوسعید گنگوہیؒ کے قریب ہو کر گذری تب حضرت بوسعید گنگوہیؒ نے فرمایا کیا بتاؤں، گنگوہ نہ ہوا ورنہ تجھے مزا چکھا دیتا بھنگن نے تمام ماجرا حضرت نظام الدین صاحبؒ سے جا کر بیان کر دیا، حضرت نظام الدین صاحبؒ نے فرمایا، ہاں ابھی صاحبزادگی باقی ہے، پھر چار ماہ تک نہ گزرا۔ اس کے بعد پھر اسی بھنگن کو حکم دیا کہ دیکھ اس مرتبہ تھوڑا سا پاخانہ بھی اس پر گرا دینا، بھنگن نے ایسا ہی کیا کہ کچھ پاخانہ حضرت بوسعید گنگوہی پر گرا دیا۔ اس مرتبہ حضرت بوسعید گنگوہیؒ نے صرف غصہ کی آنکھ اٹھا کر چھوڑ دیا اور کچھ نہ فرمایا، بھنگن نے حقیقت حال جا کر عرض کر دی۔ حضرت نظام الدینؒ نے فرمایا ابھی کسر ہے پھر چار مہینہ تک نہ گزرا اور اس کے بعد بھنگن کو بلایا کہ دیکھ اس مرتبہ

پاخانہ کا ٹوکرا اوپر لوٹ دیا اور خود بھی گر پڑنا چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا، حضرت بوسعید گنگوہیؒ جلدی سے اُٹھے اور فرمانے لگے بیچاری کے چوٹ لگ گئی اور جلدی جلدی سے پاخانہ ٹوکرے میں بھر دیا، بھنگن نے تمام ماجرہ جاکر حضرت نظام الدینؒ سے عرض کر دیا، اب حضرت نظام الدینؒ نے فرمایا کہ۔ اب حضرت بوسعیدؒ کامل ہو گئے، چنانچہ خادم کی معرفت کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے، چنانچہ حضرت بوسعید گنگوہیؒ شکاری کتے ساتھ لیکر چل دیئے، اور کتوں کی زنجیریں کمر سے باندھ لیں الکتوں نے جب شکار کو دیکھا تو بھاگنا شروع کیا، حضرت بوسعید گنگوہیؒ نہایت کمزور ہو چکے تھے اکتوں کے ساتھ گھسٹتے ہوئے چلے گئے، اور تمام بدن لہولہان ہو گیا اور بے ہوش ہو گئے، رات کو خواب میں حضرت نظام الدینؒ بلخی نے دیکھا کہ شاہ عبدالقدوس صاحبؒ رو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں اے نظام الدینؒ میں نے تو تجھ سے اتنی مشقتیں نہیں تھیں جتنی تو نے میرے بچے سے لی ہیں، صبح کو جب نظام الدین بلخیؒ بیدار ہوئے تو حضرت شاہ بوسعید کو پاس بلایا اور بیعت فرماکر خرقۂ خلافت عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو فیوض و برکات میں ہندوستان سے لایا تھا وہ سب تمہارے سپرد کئے۔

مکتوب اجازت

یہ وہ مکتوب گرامی ہے جس کو حضرت شیخ الاسلامؒ نے حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی کو مراد آباد جیل سے رخصت ہوتے وقت اجازتِ بیعت کے سلسلے میں عنایت فرمایا تھا حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب یوپی کے ان خوش نصیب حضرات میں سے ہیں جن کو حضرت نے سب سے اوّل اجازتِ بیعت عنایت فرمائی، مکتوبِ گرامی مولانا

محمد اسماعیل صاحب کے شکریہ کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے، خلفاء و مجازین حضرات مکتوب گرامی بغور ملاحظہ فرمائیں اور خیال فرمائیں کہ ابھی ان کا کام ختم نہیں ہوا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

میں مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی کو اجازت بیعت طریقت وارشاد کی ہر چہار طریقہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ رضی اللہ عن اصحابہا میں دیتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ عمر عزیز کے گراں مایہ لمحات کو ضائع نہ کریں اور ذکر و فکر و مراقبہ میں جہاں تک ممکن ہو اوقات کو صرف کریں، مخلوق کی اصلاح و رہنمائی و تلقین و تعلیم وارشاد و ہدایت میں پیش از پیش وقت صرف کریں، اور قول و فعل میں سلف صالح کے طرز کو اختیار فرماتے ہوئے اخلاص اور للّٰہیت کو ہر حرکت و سکون میں مشعلِ راہ بنائیں۔ آخر میں دعا کرتا ہوں کہ وہ کریم کارساز مولوی صاحب موصوف کو اور مجھ کو استقامت تامہ عطا فرمائے اور اپنی رضامندی اور خوشنودی سے نوازے۔ آمین اعمال و نقوش و تعویذات کی بھی اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے اور لوگوں کو منتفع یاب کرے۔ تحریراً فی ۱۵ / محرم الحرام ۱۳۶۲ھ

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مسلمانانِ ہند کے لئے ۲۲ نکاتی پروگرام

ذیل میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا ۲۲ نکاتی پروگرام مسلمانانِ ہند کے لئے پیش ہے... اگر مسلمانانِ ہند نے ان اصولوں کو اپنایا تو وہ بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں

(۱) نماز اور جماعت کی شدت سے پابندی کی جائے۔

(۲) ہر محلہ اور ہر بستی میں کوشش کی جائے کہ کوئی آدمی بے نمازی باقی نہ رہ جائے۔

(۳) شریعت کی جملہ امور میں پابندی کی جائے اور لوگوں کو پابند بنایا جائے

(۴) اور تعلیم کو جس میں مذہبی ضروریات اور دنیاوی لوازم ہوں نہایت عموم کے ساتھ اشاعت دی جائے اور کم از کم بکثرت ابتدائی مکاتب قائم کئے جائیں۔

(۵) بیاہ اور شادی کی فضول خرچیاں یک قلم بند کر دی جائیں اور ایسے قوانین و مراسم بیاہ شادی کے لئے بنائے جائیں جن کے ادا کرنے میں ہر قوم اور خاندان کے غریب سے غریب آدمی قرضدار نہ ہوں۔

(۶) غمی کے ایسے قوانین بنائے جائیں کہ ان میں قرضداری کی نوبت نہ آئے اور اسی طرح ختنہ و عقیقہ وغیرہ کے مصارف تقریباً بالکل بند کر دیئے جائیں۔

(۷) مقدمہ بازی اور اس کی فضول خرچیاں بند کردی جائیں اور جہاں تک ہو سکے ہر محلہ اور ہر قوم کے پنچ فیصلہ کرا دیا کریں یا صلح کرادیں۔

(۸) لڑکوں کو اور لڑکیوں کو جوان ہونے پر جلد بیاہ دیا جائے۔

(۹) رانڈ عورتوں کو حتی الوسع بلا شادی نہ چھوڑا جائے

(۱۰) بچپن کی شادی ترک کردی جائے۔

(۱۱) ہر قسم کی تجارت کے شعبوں میں مسلمان مکمل حصہ لیں، کوئی شعبہ ایسا نہ رہے جس میں مسلمانوں کی تجارت پورے پیمانے پر نہ ہو۔

(۱۲) مسلمان افراد حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اپنی جیب کے پیسہ سے مسلمانوں ہی کو نفع پہونچائیں اور ان ہی سے سامان خریدیں۔

(۱۳) سودی قرضہ یک قلم بند کریں۔

(۱۴) مسلمان حتی الوسع کوشش کریں کہ جو فنون سپہ گری قانوناً جائز ہیں ان میں پورے مشاق ہوں۔

(۱۵) مسلمانوں میں آپس کے اختلاف بالکل دور کردیئے جائیں اور مذہب کی حفاظت اور مسلمانوں کی کمزوری کے دور کرنے کے لئے باہم پورے متحد ہوجائیں، خواہ ان کا اختلاف مذہبی ہو یا سیاسی، دُنیاوی ہو یا دینی، شخصی ہو یا قومی وغیرہ وغیرہ، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے عقائد مختلفہ کا ازالہ کردیا جائے جو تقریباً ناممکن ہے، بلکہ اگر وہ دور نہ ہوسکیں تو باوجود اُن کے موجود ہونے کے آپس میں پورا اتفاق کرلیا جائے اور رواداری کو کام میں لایا جائے تاکہ اسلام کی کمزوری دور ہو جائے۔

(۱۶) فضول جھگڑے اور ہنگامے نہ اٹھائے جائیں اگر غیر مذاہب ایسی چیزوں ہیں جو کہ ہم کو مذہباً لڑائی اور جنگ پر مجبور نہیں کرتی ہیں، روا داری یا انصاف یا دل جوئی کا ثبوت نہ دیں تو ہم برسرپیکار نہ ہوں۔

(۱۷) اگر مذہب کی ضروریات میں جن پر جان دید ینا ضروری ہے کوئی غیر مذہب دخل دے تو پوری اجتماعی اور اتحادی قوت کے ساتھ مدافعت کی جائے۔

(۱۸) چونکہ اقوام غیر اشتعال دے کر عوام مسلمانوں کو ہر طرح کے ضرر پہونچاتے ہیں بلکہ بسا اوقات بھیس بدل کر اور غلط افواہوں کے ذریعہ سے عام مسلمانوں میں غم وغصہ اور ہنگامہ آرائی پھیلاتے ہیں جیسا کہ کلکتہ اور دوسرے مقامات میں مشاہدہ ہوا ہے اس لئے باقاعدہ انتظام کیا جائے اور جب تک سمجھ دار لوگ حکم نہ دیں کوئی کاروائی نہ کی جائے، ہر فرقہ ہر قوم میں انتظام کیا جائے اور ان کو منظم طریقہ پر کام کے لئے تیار کیا جائے۔

(۱۹) ہر جگہ والینٹر کور قایم کئے جائیں اور باقاعدہ ان میں ہر قسم کا انتظام کیا جائے۔

(۲۰) اگر غیر مسلم اقوام مسلمانوں پر دست درازی کریں تو حتی الوسع عفو اور عالی حوصلگی سے کام لیا جائے مگر اپنی قوت ہر ضلع اور ہر صوبہ میں مکمل طریقہ پر منظم ہو اور جب تک سخت مجبوری لاحق نہ ہو جنگ کو ظاہر نہ ہونے دیا جائے اور اپنی تنظیم ایسی کر لی جائے کہ غیر مرعوب ہو جائے۔

(۲۱) اسلام کی اشاعت میں پوری کوشش کی جائے اور نہایت

مشفقانہ اور ناصحانہ طریقہ پر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا جائے۔

(۲۲) جو لوگ مسلمانوں میں مشرکانہ رسوم کے پابند ہیں اور ہندوؤں کے پڑوس کی وجہ سے قواعدِ اسلام میں کمزور ہیں ان کو راہ راست پر لایا جائے اور نہایت نرمی اور محبت سے ان کو درست کیا جائے۔ (ماخوذ از مدینۃ العلم)

اب ناچیز راقم الحروف اپنے اس حقیر رسالہ کو ان کلمات طیبات پر ختم کرتا ہے اور آخر میں بطور دعا شجرہ منظومہ شامل کرتا ہے۔ "وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین"

عزیز الرحمٰن عفرلہٗ نہٹوری مقیم حال بجنور یوپی

۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ شب چہار شنبہ

شجرہ مبارکہ

حسینیہ رشیدیہ امدادیہ صابریہ چشتیہ رضی اللہ عنہم

نتیجہ فکر قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی رح

الٰہی غرق دریائے گناہم — تو میدانی و خود ہستی گواہم
گناہ بے عدد را بار بستم — ہزاراں بار توبہ ہا شکستم
حجاب مقصدم عصیانِ من شد — گناہِ موجبِ حرمانِ من شد
زمن دارد سگِ نصرانیاں عار — کہ ہست او بیگناہ و من گنہگار
بآں رحمت کہ وقفِ عام کردی — جہاں را دعوتِ اسلام کردی
نمیدانم چرا محروم ماندم! — رہینِ ایں چنیں مقسوم ماندم
گدا خود را بر آستاں چو دیدم — بدرگاہِ تو اے رحماں دویدم
چو تو قادر منعم و غفار ہستی — غرض ہر طرح خود مختار ہستی
بحق رہنمائے اہل ایماں! — امامِ عصر خود در علم و عرفاں
حسین احمد کہ شد شمشیر براں — برائے رہزنانِ دین و ایماں
بحق رہنمائے اہلِ ابصار — امامِ اہلِ حق اولادِ انصار
ملاذ خاص و عام از نقص ایماں — پناہِ ہر اسیرِ نفس و شیطاں

بآں کو شہ رشید احمدش نام — فیوض غیب را بر جملہ اقسام

بحق مقتدائے عشق بازاں — رئیسِ پیشوائے مقتدایاں

امامِ راست بازاں شیخ عالم — ولیِ خاص صدیقِ معظم

شہ والا گوہر امداد اللہ — کہ بہرِ عالم است امداد اللہ

بحقِ بادشاہِ عالم نور — رئیس راستانِ ثانی طیفور

بہ نورِ نور محمد نورِ مطلق — امام اولیا صدیقِ برحق

بآں شاہ شہیداں حاج حرمین — شہ عبد الرحیم غوث دارین

بعبدِ باری شیخِ طریقت — چراغ دینِ احمد شیخِ ملت

بعبد ہادی ہادی پیراں — امیرِ دستگیرِ دستگیراں!

نہنگ بحرِ عشق و بحرِ معنیٰ — بحق شاہ عضد الدین اعنیٰ

بآں غواصِ دریائے حقیقت — محمد مکیِ قطبِ طریقت

بشمسِ چرخ دیں شاہ محمدی — کہ ہم ہادی بد و ہم بود مہدی

بحق بحرِ مواج معانی — محب اللہ محی الدین ثانی

بحقِ بوسعیدِ فخر اقراں — جنیدِ وقت خود شبلی دوراں

بسلطان المشائخ صدرِ اعلیٰ — نظام الدین شاہِ دین و دنیا

بحقِ صدرِ ایوانِ جلالت — جلال الدین شمسِ چرخِ رفعت

بحقِ عبد قدوسِ مقدس! — کہ کمتر دید چوں اور چرخِ اطلس

بحقِ سرو بستانِ سعادت — محمد جوہر کانِ سعادت

بحقِ سرورِ اہلِ معارف — ملاذِ اہلِ عرفاں شیخِ عارف

بحقِ احمد عبدالحق کہ افلاک / بہ پیشِ رفعتش پست از خاک
بحقِ مرکزِ اہلِ کمالات / جلال الدین شہِ عالی مقامات
بہ شمس الدین خورشید جہانتاب / امام و قدوہ و ابدال و اقطاب
بحقِ بحرِ ذخارِ محبت / بحقِ مشعلِ نارِ محبت!
بحقِ نورِ چشمانِ اکابر! / علی احمد علاؤ الدین صابر
بحقِ شاہِ عالی آستانہ / فرید الدین یکتائے زمانہ!
بشمس الاولیاء بدر المشائخ / امام الاولیاء فخر المشائخ
بحقِ خواجہ قطب الدین چشتی / کہ شستہ از جہانِ نقش زشتی
بحقِ آنکہ شاہِ اولیاء شد / درِ او بوسہ گاہِ اولیاء شد
معین الدین حسن سنجری کہ بر خاک / ندیدہ چرخ چوں او مرد چالاک
بآں رشکِ ملائک فخرِ انسان / سپہ سالارِ نیکاں خواجہ عثمان
بحقِ مست و شاہ یگانہ / شریفِ زندنی فخرِ زمانہ!
بحقِ خواجہ مودودِ چشتی! / کہ سگ را فیض و سازد بہشتی
بحقِ درِ یکتا جوہرِ پاک / ابو یوسف چراغِ ہفت افلاک
بحقِ بو محمد محترم شاہ / کہ بدر روز خورشید و شب ماہ
بحقِ عالمِ شہرِ ولایت! / ابو احمد درِ بحرِ ولایت
بسالارِ طبیباں روانہا / ابو اسحٰق صیقل سازِ جانہا
بحقِ شاہِ والا جاہ ممشاد / سرورِ عشقِ مولا کاملِ استاد
بحقِ بو ہبیرہ زیبِ عالم / گلِ باغِ سعادت فخرِ آدم

بحق آنکه دل او در عشق بست — حذیفه مرعشی شیر نرست
بحق پور ادہم محو یزداں! — امیر عالم ابراہیم سلطاں
بحق زہدهٔ نیکو فضیلاں — فضیل ابن عیاض استاد غنا
بعبد الواحد بن زید شہباز — کہ بالا شد نہ کردی بے پرواز
بحق مقتدائے مقتدایاں — حسن بصری امام پیشوایاں
بحق شیر یزداں شاہ مرداں — در علم لدنی فیض رحماں
خلیج بحر رحمت منبع فیض — تجلی گاہ یزداں مطلع فیض
علی ابن ابی طالب کہ خورشید — بنور خاک پائے او درخشید
بحق آنکہ او جان جہاں است — فدائے روضہ اش ہفت آسمان است
بحق آنکہ محبوبش گرفتی! — برائے خویش مطلوبش گرفتی
پسندیدی ز جملہ عالم آں را — بنا کردی اشتی بانی جہاں را
گزیدی از ہمہ گلہا تو او را — نمودی صرف او ہر رنگ و بو را
ہمہ نعمت بنام او نمودی — دو عالم را بکام او نمودی
باں کہ رحمة للعالمین است — بدرگاہت شفیع المذنبین است
بحق سرور عالم محمد ﷺ — بحق برتر عالم محمد ﷺ
بذات پاک خود کاں اصل ہستی است — از و قائم بلندیہا و پستی است
ثنائے او نہ مقدور جہاں است — کہ کنہش برتر از کون و مکاں است
دلم از نقش باطل پاک فرما — براہ خود مرا چالاک فرما
بحق از اندرونم الفت غیر — بشو از من ہوائے کعبہ و دیر

درونم را بعشق خویشتن سوز — بہ تیر درد خود جان و دلم سوز
دلم را محو یادِ خویش گرداں — مرا حسبِ مرادِ خویش گرداں
اگر نالائقم قدرت تو داری — کہ خارِ عیب از جانم براری
بخوبی زشت را مبدل نمائی — سیاہی را بہ بخشی روشنائی
گناہم را اگر دیدی نگہ ہم ! — بعفو و فضلِ خود اے شاہِ عالم
تغافل از گدائے خستہ تا کے — دعا نشیندن دمِ سرگشتہ تا کے
بسے بگذشتہ شاہا نہ مرادم — بدرگاہت رسیدم شاد شادم
اگر بیچارہ ام ہستی مددگار — تو غفاری اگر ہستم گنہگار

بچشمِ لطف اے حکمِ تو برسر
بحالِ قاسمِ بیچارہ بنگر

مرثیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

از حضرت استاذی مولانا سید مہدی حسن صاحب مدظلہ مفتی اعظم

ہو رہی ہے آج کیوں یہ چشم عالم اشک بار
ہر طرف کیوں گر رہی ہے آنسوؤں کی آبشار

شور برپا ہے یہ کیسا از زمیں تا آسماں
غم سراسر کس لئے ہے آج دورِ روزگار

آہ وزاری کی صدا ہر سمت سے آتی ہے کیوں
ہر جگہ پر نالہ وفریاد کیوں ہے بار بار

رنج واندوہ والم کے آج کیوں ٹوٹے ہیں پل
کیوں یہ بحرِ غم ہے طوفاں خیز ناپید کنار

آہ ہر لب کس لئے ہے آج صدرِ اہتمام
آج کیوں ارکانِ تعلیمات کو ہے اضطرار

کیوں پریشاں آج اورانِ کتابِ صبر ہیں
طالبِ علم وعمل میں آج کیوں ہے انتشار

جس کو دیکھو ہوش گم فریاد بر لب اشک ریز
جس کو دیکھو مضطرب بے چین ومضطر بیقرار

جس کو دیکھو ہے خرد معدوم فہم وعقل سلب
جس کو دیکھو یاس کی تصویر حیراں دل فگار

جس کو دیکھو ہے جگر مجروح دل سوز و گداز
جس کو دیکھو کرب و حرماں یاس و حسرت کا شکار

بن گیا ہے آج کیوں ماتم کدہ سارا جہاں
سارا عالم کس لئے ہے جیب و داماں تار تار

اسعد و ارشد رشید و اسجد و اصغر فرید
کیوں ہیں مضطر کھو گیا کیا کوئی در شہسوار

اس کی آنکھیں کس کے غم میں آج ہیں خونفشاں
دامنِ جمعیتِ ہند آج کیوں ہے لالہ زار

اس سے بھی کیا کھو گیا ہے کوئی صدر نشین
ہو رہی ہے جستجو میں کس کی یہ آشفتہ کار

ڈھونڈتا ہے کس کو اب دار الحدیثِ دیوبند
اس کے ہر ذرہ سے کس کی جستجو ہے آشکار

ہو نہ ہو شیخ حسین احمد کی ہے ان کو تلاش
ہو رہے ہیں آج محو خواب جو زیرِ مزار

کون وہ شیخ الحدیث و صدرِ جمعیت فقیہہ
واقعی ہے موت جس کی موت عالم آشکار

بوذر و سلماں صفت صدیق و فاروقی خصال
جودِ عثماں عزم حیدر جرأت خالد شعار

بایزید و شبلی و نعمان و عثمان زماں!
پیکرِ صبر و رضا تسلیم حق کوہ وقار!!

رہبرِ دین مرشدِ کامل طبیبِ اہلِ دل!
بیہقی و ثنت و جنید عصر عرفاں تاجدار

نیّر برج سعادت گوہر درج ھدی
عابد و زاہد تقی و متقی پرہیز گار

آفتابِ دین و ملّت ماہتاب رشد و خلق
پیکرِ صدق و صفا تصویر فیض کردگار

قدوۂ اصحاب علم زبدۂ ارباب فضل
پیشوائے مالکاں میدانِ عرفاں کے سوار

بحر مواج معارف پیکرِ علم و عمل!
کوہِ استقلال و ہمت ذاکرِ لیل و نہار

رحمت و رافت مجسم جرأت و ہمّت فقیہہ
شہسوارِ جنگ حریّت بتیغ ذو الفقار

شیر دل باطل شکن حق گو جری غازی دیں
بطلِ حریت زعیم قوم و ملّت حق شعار

موجِ طوفاں خیز دریائے سیاست بے کنار
از مقالاتش ہمیں تاریخ عالم آشکار

ماہر علم شریعت واقفِ اسرارِ دیں
وارثِ علم نبوت دورِ ماضی یادگار

باقرِ علم و عمل شیخ الحدیث دارِ علم!
بہر امداد سلوک ارشاد مرشد در کنار

شاہراہ فقہ نعمانی پہ دائم گامزن
فقہ ابواب بخاری کے مسلم رازدار

در تفقہ فائق از اقران دارباب کمال
وقت تدریس بخاری حفظ مسلم در کنار

جانشین قاسم و امداد محمود و رشید
فیض او جاری بدہ از ہند تا چین و تتار

روح شیخ الہندؒ از افعال او مسرور بود
پیش عزم و ہمتش افرنگ شاطر رازدار

احمد آباد و کراچی مالٹا سے پوچھیے
ان کا ہر ذرہ کرے گا یہ حقیقت آشکار

جذب عشق شیخ محمود الحسنؒ کو دیکھیے
آخرش بنوا لیا پاس اپنے ان کا بھی مزار

ہو گئے وہ بھی روانہ جانب خلد بریں
کر رہی تھی روح شیخ الہندؒ ان کا انتظار

جنت فردوس میں وہ شیخ سے جا کر ملے
ہو رہے تھے اس جدائی سے نہایت بیقرار

کس سے پوچھیں جا کے اب اسرار قرآن و حدیث
کون اب باقی ہے ایسا ہو جو عالم اعتبار

کس سے سیکھیں جاکے اسرار رموزِ معرفت
کون سمجھائے گا توحیدِ خدائے کردگار

واقعہ آزاد یہ ہے میرے امکاں میں نہیں
ہو کمالاتِ حسین احمد کا احصیٰ و شمار!

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق
دونوں دریاؤں کی پہنائی کے تھے وہ رازدار

روز و شب صبح و مسام مہدی کی ہی لب پہ دعا
وہ رہیں غرقابِ بحرِ رحمتِ پروردگار

یوم الوصال قطب عالم

از: محسن بجنوری

وصلِ خدا سے شیخ مشرف ہوئے ہیں آج
برسوں کی آرزو تھی خدا سے ملے ہیں آج

سب طالبانِ حق کو پڑھائی نماز عشق
پیغامِ حق سُنا تھا جہاں سے گئے ہیں آج

خوشبوئے معرفت سے بسائے ہزاروں دِل
سب کو بسا رہے تھے جو خود چل بسے ہیں آج

دیگر

آدابِ یار بھی سبھی سکھلا گیا ہے آج
تدبیرِ وصل یار بھی بتلا گیا ہے آج

لو آخری بہار بھی دِکھلا گیا ہے آج
جو گل چمن کی روح تھا کملا گیا ہے آج

تاریخ الوصال حضرت شیخ الاسلامؒ

(از محسن بجنوری)

مقبولِ حق تھے نائب خیر الانام تھے
سید حسین احمد کامل امام تھے!
خدمت میں دینِ حق کی لگے صبح و شام تھے
اس دور کے لئے وہ خدا کا سلام تھے

سردار خاص و عام تھے شیخ جہان تھے
استاذ کل تھے علم شریعت کی شان تھے
نازِ چمن تھے رونقِ ہر گلستان تھے
تسکین جان و دل تھے جہان کی اماں تھے

آیا جو وقت لطف کرم کے ظہور کا
پہونچا پیام آپکو ربِّ غفور کا
رحمت کے پھول برسے کھلا غنچہ نور کا
اللہ سے جا ملا جو نواسہ حضور کا

۱۳۷۷ھ

تاریخ طباعت انفاس قدسیہ

عیاں ہوا ہے مدینہ سے جلوۂ مدنیؒ
ضیائے نور محمدؐ ہے اسوۂ مدنیؒ
رُخِ حیات ہے محسن طریقۂ مدنیؒ
دلیل قرب خدا ہے قرینۂ مدنیؒ

عزیز دل ہے فروغ نظر ہے یہ نسخہ
بنا یہ تذکرہ اول وسیلہ مدنیؒ

۱۳۷۷ھ

دیگر

یہ سیرتِ عرفانی آئینہ ایماں ہے
تالیفِ عزیزی ہے گلدستہ عرفاں ہے
یہ نسخہ روحانی ہے مصلحِ انسانی
مہجور کا درماں ہے تسکین دل وجاں ہے
یہ نقشِ حقیقت ہے اور حرزِ مسلمانی
تاریخ سنِ ہجری تعویذ سلیماں ہے

۱۳۷۷ھ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

قطعہ تاریخ وفات

(از مولانا جمیل الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند)

تھا جن کی زندگی کا ہر ایک نقش اک مثال
وہ شیخ آج جانبِ فردوس چل دیئے
احقر نے حسب حال یہ تاریخ عرض کی
نقشِ حیات چھوڑ کے افسوس چل دیئے

۱۳ ھ ۷۷

قطعہ تاریخ وفات

از محترم سید محمد شفیع صاحب رکن دفتر محاسبی دارالعلوم دیوبند

وفاتِ شہ حسین احمد چناں پر درد ظاہر شد
کہ از اظہار و نطق و بیاں معذور تا مر شد
چو فکرِ سال کردم تا بماند یادگار از من
ندا از ہاتفِ غیبی بہارِ دین آخر شد

۱۳۷۷ھ

تاریخ طباعت انفاسِ قدسیہ

از مُصنّف

ع

نقشِ حیات قبلۂ انفاس قدسیہ

۱۳۷۷ھ

وما علینا الا البلاغ

عرض آخر

الحمد للہ علی احسانہ کہ شب و روز کی مسلسل کوشش کے بعد آج انفاس قدسیہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر اپنے شائقین کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

علمی اور عملی اعتبار سے میں ہرگز اس قابل نہ تھا کہ اہل علم اور اپنے دینی بھائیوں کے سامنے کسی بھی حیثیت سے آتا۔ مگر نہ معلوم وہ کیسا جذبہ اور کیسی کشش تھی کہ جس نے اہل قلم نہ ہونے کے باوجود قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ لہٰذا طالب دعا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ستاری سے کام لیتے ہوئے عیب پوشی فرمائے اور اس حقیر خدمت کو شرف قبولیت عنایت فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

بندہ عزیز الرحمن غفرلہ تھتوری مقیم حال جیتور

مژدۂ نو

اہل علم. خصوصاً حضرت شیخ الاسلامؒ کے حلقۂ متوسلین و منتسبین میں یہ خبر نہایت مسرت بخش ثابت ہوگی کہ حضرت شیخ الاسلامؒ سے متعلق مفید اور ایمان افروز معلومات کو مختلف لٹریچروں میں ترتیب دینے کے لئے ایک مستقل ادارہ زیر نگرانی مؤلف انفاس قدسیہ قائم ہوگیا ہے۔ لہذا آپ انفاس قدسیہ اور حضرت شیخؒ سے متعلق مفید دیگر کتابوں کو مندرجہ ذیل ادارہ سے طلب فرمائیں و نیز حضرت شیخ الاسلامؒ کے متعلق مفید معلومات کو فراہم فرماکر ہمیں عنایت فرمائیں۔ اس ادارہ کی طرف سے آئندہ شائع ہونے والے زیر ترتیب رسالے یہ ہیں۔

زیر ترتیب ہیں

بہار مدینہ — حضرت شیخ الاسلامؒ کے مضامین وخطبات مواعظ حسنہ کا مجموعہ۔

نفحات مدنی — حضرت شیخ الاسلامؒ کے ملفوظات کا مبوب اور مفصل مجموعہ۔

:- منیجر :-

مدنی دارالتالیف بجنور